

بعض شاعر مکیں و مکان و بفضل خلاق زمین زمان

۶۱

اردو کا کلاسیکی ادب
کلیات قائم

جلد دوم
شوقیہ
آفتد احسن

ناشر

مجلس ترقی ادب ۲، رنگداس لارڈن لاہور
کتاب روڈ

بِعَوْنِ مَلِیْکِی مَکَانَ وَفَضْلِ خَلِاقِ زَمَانِ

اُردو کا کلاسی ادب
کلیاتِ قائم

جلد دوم
مترجمہ
آفتد احسن

مجلسِ ترقی ادب ۲، ننگر داس گارڈن لاہور
کتاب دوز

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول : دسمبر ۱۹۶۵ء

تعداد : ۲۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج ، ستارہ امتیاز

ناظم مجلس ترقی ادب ، لاہور

مطبع : زرین آرٹ پریس ، لاہور

مہتمم : محمد ذوالفقار خان

قیمت :

فہرست

رباعیات :

| صفحہ | مصرع اول |
|------|---|
| ۱ | ۱- جو جاں بُت و دیر یا میں مکا دیکھا - - - |
| ۲ | ۲- کہتا ہے کبھی کہ میں ہوں بیرون و دروں - - |
| ۲ | ۳- اے وہ کہ اساسِ قصرِ ہستی تو ہے - - - |
| ۲ | ۴- دل دیکھ تو ہے لطف و عنایت کس سے - - |
| ۲ | ۵- ممکن ہے کہ زہرِ کاہِ عہاں ہووے - - - |
| ۳ | ۶- ہر گام میں سیکڑوں گریوے مجھ کو - - - |
| ۳ | ۷- تو ہی تھا کہ جاں تھا اور تو ہی دل تھا - - |
| ۳ | ۸- یا ختمِ رسلؐ گو کہ تو پہچھے آیا - - - |
| ۳ | ۹- امید رکھی بہت میں یاں جس تس سے - - - |
| ۴ | ۱۰- یاں بس کہ خلاف ہے ہر اک فہم کی راہ - - |
| ۴ | ۱۱- کیا بشم ہیں دنیا کے تو یہ اہلِ نعيم - - - |
| ۴ | ۱۲- مر جائیے جس وقت یا جب تک جیجے - - - |
| ۴ | ۱۳- ہانی ہو دلا جو مُل نہیں ہو سکتا - - - |
| ۵ | ۱۴- لہروں کو جہاں کی اے دلِ خانہ خراب - - |
| ۵ | ۱۵- چرخ اب عین جو دے ہے نہیں لیتے ہم - - |
| ۵ | ۱۶- کہ اپنے خیال میں میں یاں کھہرایا - - - |
| ۵ | ۱۷- اس راہ میں جو ہم سے لنج و لنگ آتے ہیں - - |
| ۶ | ۱۸- اب ہم نہیں لیک دل کی اڑ باقی ہے - - - |
| ۶ | ۱۹- اس ڈھب کی نہ زیست ہے گوارا مجھ کو - - |

مصرع اول

صفحہ

- ۲۰ - دیکھ حال مرا آٹھا کے سو سو حیلے - - - ۶
- ۲۱ - تکلیف کے مارے جو موئے جاتے ہیں - - - ۶
- ۲۲ - ماتم کو فقیر عید کر لیتے ہیں - - - ۷
- ۲۳ - ٹھانا میں جو دل میں وہ ارادہ ہی رہا - - - ۷
- ۲۴ - گو عمر مری گزری ہے لوہو بہتے - - - ۷
- ۲۵ - نہ وضع سے دوستوں کی جی ہی نکلا - - - ۷
- ۲۶ - قائم وہ نہیں ہم کہ گدائی کرتے - - - ۸
- ۲۷ - جس روز یہ ہم نے گوشہ گیری لی تھی - - - ۸
- ۲۸ - کہتا میں نہیں کہ مطلق اے دوست نہ چل - - - ۸
- ۲۹ - قائم کی جو شوکتِ گدائی دیکھی - - - ۸
- ۳۰ - آسان ہے وہ مشکل جسے ہم ہاتے ہیں - - - ۹
- ۳۱ - جو ہم نے کیا وہ کام ہم سے نہ ہوا - - - ۹
- ۳۲ - اے جان ہے وقت ، اضطرابی کر تو - - - ۹
- ۳۳ - نادان ہیں جو مرنے سے حذر کرتے ہیں - - - ۹
- ۳۴ - جس کام بہ کچھ خلل زمانے کا نہیں - - - ۱۰
- ۳۵ - کب تک آوارہ دل جفا سے ہوگا - - - ۱۰
- ۳۶ - تجھ بن مری اوقات جو اکثر گزری - - - ۱۰
- ۳۷ - رہنا ہر گھر کے بیچ شب کا چھوٹا - - - ۱۰
- ۳۸ - یارانِ چمن سے ہم عجب کرتے ہیں - - - ۱۱
- ۳۹ - زنجیر جو تو کرے ہے مجھ کو مو کر - - - ۱۱
- ۴۰ - مجھ سا جو کوئی کہ جان بہ کف ہوتا ہے - - - ۱۱
- ۴۱ - دل گر کوئی ہم دم نہیں پاں آہ تو ہے - - - ۱۱

مصرع اول

صفحہ

- ۴۲- کیدھر ہے تو اے قرار دل کے میرے۔ - - ۱۲
- ۴۳- یوں سینے سے مرے داغ گل کرتا ہے۔ - - ۱۲
- ۴۴- اے شاہ کدا نواز، گدتی افروز۔ - - ۱۲
- ۴۵- جب تک کہ یہ دورۂ شب و روز رہے۔ - - ۱۲
- ۴۶- نواب میں گھر کو اپنے سب ڈھنڈوایا۔ - - ۱۳
- ۴۷- تا بر میں چمن کے رخت گل دوزی ہو۔ - - ۱۳
- ۴۸- شب دیکھ چراغاں کو تیرے احباب۔ - - ۱۳
- ۴۹- یا رب! ہے جو خوبی جہاں سے اولاً۔ - - ۱۳
- ۵۰- ہے آج وہ دن، ہیں عیشی ہر دم جس میں۔ - - ۱۳
- ۵۱- تا ساز چمن ہے اصل گل کا آلا۔ - - ۱۳
- ۵۲- قائم کو شتاب جا کے لا تا کوئی۔ - - ۱۳
- ۵۳- یا رب! جب تک کہ عید قربان ہووے۔ - - ۱۳
- ۵۴- تا زلفِ بتاں ویاں جی کا ہووے۔ - - ۱۵
- ۵۵- یا رب! جب تک کہ عید کا امکان ہو۔ - - ۱۵
- ۵۶- کب باغِ ارم ہے اس مکان سے بہتر۔ - - ۱۵
- ۵۷- ہو شہر میں کیوں نہ اسن و آبادانی۔ - - ۱۵
- ۵۸- نواب سنا ترا جو لشکر آیا۔ - - ۱۶
- ۵۹- یا رب! تا خلق کو فراخور ہووے۔ - - ۱۶
- ۶۰- تا صبح، بغیر جا میں شب گھبرایا۔ - - ۱۶
- ۶۱- بس قبلہ نہ بیچ و تاب دیجے مجھ کو۔ - - ۱۶
- ۶۲- قائم جو تو نواب سے دکھ پایا ہے۔ - - ۱۷
- ۶۳- ہے شیخ کی خو عبث عبث اڑنے کی۔ - - ۱۷

مصرع اول

صفحہ

- ۶۴- شیطان نہ تھا شیخ کی خو سے آگاہ - - - ۱۷
- ۶۵- روٹی کے لیے کھانے تم میر جی میر - - - ۱۷
- ۶۶- کیا یہ دل دیوانہ دعا دے تجھ کو - - - ۱۸
- ۶۷- ملا وہ شیش خیز تری مٹی ہے - - - ۱۸
- ۶۸- اے وہ کہ جہل میں میں ہوں بیٹھا ، یا تو - - - ۱۸
- ۶۹- لکٹی ہے جو توند خوش تو قد کے اوپر - - - ۱۸
- ۷۰- اس جیت میں اب کے یہ لیا گل پھولا - - - ۱۹
- ۷۱- قائم ! کئی کس طرف وہ تیری ہوھا - - - ۱۹
- ۷۲- کہتی کی جہت بساط یا تھوڑی ہے - - - ۱۹
- ۷۳- پکتا ہے پڑا سر اور جلے ہے -ینا - - - ۱۹
- ۷۴- بو علی ہے خم جون گھنڈی - - - ۲۰
- ۷۵- ستے تھے بریلی کو ہے روہا ریلی - - - ۲۰
- ۷۶- دیوان کو یہ دہا فلک نے گو دست - - - ۲۰
- ۷۷- شیطان کب تک یہ نفس پھکتے پھرتا - - - ۲۰
- ۷۸- قاضی شیخی ہے یاں تو گاڑھی تیری - - - ۲۱
- ۷۹- قاضی مرنے دے ، تیں عبث ڈرتا ہے - - - ۲۱
- ۸۰- قاضی تو ہزار دل میں مسوجے ، تو کیا - - - ۲۱
- ۸۱- اک زشت سی نسبت دیکھی ہے ہم زیبا - - - ۲۱
- ۸۲- گر خاں سے رمی نہ میری پاری تو کیا - - - ۲۲
- ۸۳- میں کیا کہوں تجھ سے آج اک تھم حرام - - - ۲۲
- ۸۴- وہ نفس کہ جب آئی ہے اپنے دل میں - - - ۲۲
- ۸۵- جو یہ اب کبھی کبھی آٹھتی ہے - - - ۲۳

- ۸۶- مت بوجھ کہ گرمی کے یہ دن کیسے ہیں - - ۲۳
- ۸۷- تا چند دماغ . . . میں وہ بو جانے - - ۲۳
- ۸۸- قربان اس کوٹھی کے ہم ہیں تیرے - - ۲۴
- ۸۹- جب سے کہ یہ باغِ دیں کی بوٹی لکلی - - ۲۴
- ۹۰- لاکھوں کی ترے ہے قبلہ وہ تباری - - ۲۴
- ۹۱- جن نے کہ حقیقت کو جہاں کی جانچا - - ۲۴
- ۹۲- مقصود ترا رضا ہے اُس کی جو دلا - - ۲۵
- ۹۳- لاصح ! ہم آپ کو ہیں گر ہیں بجنوں - - ۲۵
- ۹۴- اے وہ کہ ہے بزم کی لطافت تجھ سے - - ۲۵
- ۹۵- آیا تو جو ہم سے گوشہ گیروں کے یہاں - - ۲۵
- ۹۶- دیکھے تو سرے دبدہ و دل سے جس کو - - ۲۶
- ۹۷- جو ہاتھ سے دشمن کے کہیں ستا ہے (کذا) - - ۲۶
- ۹۸- کیدھر ہے تو اے چشم و چراغ و تفریح - - ۲۶
- ۹۹- چل کب تئیں اے جان تو جی کھانے گی - - ۲۶
- ۱۰۰- مت کہہ کہ ملاذ و مہرباں ہوتا ہے جس کا کوئی - ۲۷
- ۱۰۱- پیارے وہ زمانہ تو تمہیں ہوگا یاد ملتے ہر گاہ - ۲۷

قطعات :

- ۱- اندازہ نگاہ رکھ سخن میں - - - ۲۸
- ۲- قادرا ! جب تلک قویٰ تھے درست - - - ۲۸
- ۳- یہ جانِ پاکِ برادر جو تجھ پہ اس خط میں - ۲۹
- ۴- لطف صحبت کا وہ ہے قبلہ کوئین ، جہاں - - ۳۰

مصرع اول

صفحہ

- ۵- قائم ہے مہاراج سے کیا تجھ کو شکایت - - - ۳۱
- ۶- از بس کہ شیخ اہلِ ریا بعد ہر نماز - - - ۳۱
- ۷- زشت صورت پر اپنی ہو مغرور - - - ۳۱
- ۸- آس گل رو بہ زلف کی یہ سروڑ - - - ۳۲
- ۹- ہندگی میں نذر کو لاؤں جو میں - - - ۳۲
- ۱۰- عید آئی ہے کچھ تو عیدی دے - - - ۳۲
- ۱۱- صبحِ عید آٹھ کر خواب سے میں - - - ۳۲
- ۱۲- ہے جب تک خاص روزِ عیدِ نوروز - - - ۳۳
- ۱۳- نواب! روزِ عید سے جب تک کہ زہر چرخ - - - ۳۳
- ۱۴- عید آئی سنئے یا رب! جب تک کہ زمانے میں - - - ۳۳
- ۱۵- بہ برس گاتھ اے امیرِ دھر تھفہ ہے تری - - - ۳۵
- ۱۶- نواب! ہے وہ سال گرہ میں تری ہی یمن - - - ۳۵
- ۱۷- نواب! جو کہ سال گرہ میں تری ہے بیچ - - - ۳۵
- ۱۸- نواب ہے یہ سال گرہ کا تری وہ روز - - - ۳۵
- ۱۹- نواب! جو دعائیں کرتا ہوں حق میں تیرے - - - ۳۶
- ۲۰- نواب! ہالکی میں تری ہے وہ زرق برق - - - ۳۶
- ۲۱- نواب! جہاں طعام ہکتا ہو ترا - - - ۳۶
- ۲۲- خدائگانہ! تو ہے جہاں میں اصلِ وجود - - - ۳۶
- ۲۳- خدائگانہ! تو ہی ہے ذات سے جس کی - - - ۳۷
- ۲۴- قبلہ گاہ! ہے جہاں عدل ترا سحر طراز - - - ۳۸
- ۲۵- مہر علی سے کی شہاب الدین نے اس وعدے پہ صلح - - - ۳۹
- ۲۶- خاک لے اس وقت میں کوئی عمل - - - ۳۹

صفحہ

مصرع اول

- ۲۷- آہ ! مرزا رفیع ، دنیا ہے - - - - - ۳۰
 ۲۸- شہر داخل ہوا جب ابتدائی - - - - - ۳۰
 ۲۹- غلام احمد ، کہ جس کا جود میں آج - - - - - ۳۱
 ۳۰- خلف الصدقِ نعمت اللہ خان - - - - - ۳۲
 ۳۱- تعمیر کی راہ رام پرشاد نے جب - - - - - ۳۲
 ۳۲- جس دن حسین علی نے کیا اس جہاں سے کوچ - ۳۳

مستقرات :

- ۱- لہزہ بندوں کا ایک ہے لشکر - - - - - ۳۳
 ۲- قبلہ کاہا ! یہ بندۂ درگاہ - - - - - ۳۳
 ۳- صبا گزرے کبھو اب تو ادھر ہے - - - - - ۳۵
 ۴- الہی نہ کر بد یہ میرے نگاہ - - - - - ۳۷

غزوات :

صفحہ

عنوان

- ۱- تضمین بر غزل خواجہ آصفی - - - - - ۵۰
 ۲- تضمین بر غزل امیر خسروؒ - - - - - ۵۱
 ۳- تضمین بر غزل میر - - - - - ۵۳
 ۴- تضمین بر غزل سودا - - - - - ۵۵
 ۵- تضمین بر غزل عراقی - - - - - ۵۵
 ۶- شہر آشوب - - - - - ۵۶
 ۷- درہ چو قاضی - - - - - ۶۵

صفحہ

عنوان

- ۱- وہ دن گئے کہ اپنی طبیعت تھی جب بحال (مصرع اول) ۶۹
۲- واسوخت - - - - - ۷۰

ترجیع بند :

- ۱- آہ وہ ہم درد ہے اپنا کدھر (مصرع اول) - - ۷۶

قصائد :

- ۱- در نعت حضرت سرور کائنات* - - - ۷۸
۲- در منقبت جناب مرتضویؑ - - - ۸۶
۳- در مدح نواب وزیر آصف الدولہ - - - ۹۱
۴- در مدح شاہ زادہ سلیمان شکوہ - - - ۹۶
۵- در مدح میر بخشی ہندوستان - - - ۱۰۲
۶- در مدح امیرالامرا - - - ۱۰۶
۷- در مدح نواب نعمت اللہ خان دہلوی - - - ۱۰۹
۸- در مدح مرزا رفیع السودا - - - ۱۱۳
۹- در مدح نواب عنایت خان - - - ۱۱۶
۱۰- در مدح نواب محمد یار خان امیر - - - ۱۱۸
۱۱- در مدح نواب محمد یار خان امیر - - - ۱۲۲
۱۲- در مدح نواب ہزیر جنگ - - - ۱۲۶
۱۳- در مدح نواب نصر اللہ خان سلطان - - - ۱۳۲

حکایات :

| صفحہ | بصرع اول |
|------|---|
| ۱۳۸ | ۱۔ سلف کے زمانے کا تاریخ دان - - - - - |
| ۱۴۰ | ۲۔ سنا ہے کہ یک مرد آزادہ طور - - - - - |
| ۱۴۲ | ۳۔ ہے یوں یاد وحشت کے عالم کی بات - - - - - |
| ۱۴۳ | ۴۔ سنا جائے ہے اک مہتوس کا حال - - - - - |
| ۱۴۴ | ۵۔ سنا ہے کہ دو شخص باعم تھے یار - - - - - |
| ۱۴۶ | ۶۔ ہے یوں یاد اک مرد عالی مقام - - - - - |
| ۱۴۸ | ۷۔ سکندر نے اک دن ارسطو کے سات - - - - - |
| ۱۴۹ | ۸۔ ہے یوں یاد مجھ کو کہ پیش از کمیز - - - - - |
| ۱۵۰ | ۹۔ حکایت ہے یوں ایک مشفق سے یاد - - - - - |
| ۱۵۱ | ۱۰۔ سنا ہے کہ اک مرد عیار تھا - - - - - |
| ۱۵۲ | ۱۱۔ حکایت ہے اک زن سے یوں یادگار - - - - - |

مختصر مشنویات :

| صفحہ | عنوان |
|------|----------------------------------|
| ۱۵۳ | ۱۔ در ہجو کاذب - - - - - |
| ۱۵۸ | ۲۔ در ہجو طفل پتنگ باز - - - - - |
| ۱۶۳ | ۳۔ در مذمت گوزی - - - - - |
| ۱۶۹ | ۴۔ در ہجو حجام - - - - - |
| ۱۷۵ | ۵۔ در ہجو خارش - - - - - |

| صفحہ | عنوان |
|------|--------------------------------|
| ۱۸۰ | ۶۔ در ہجو کیچڑ بسولی - - - - - |
| ۱۸۳ | ۷۔ در ہجو شدت سرما - - - - - |
| ۱۹۰ | ۸۔ در ہجو اکول - - - - - |
| ۱۹۶ | ۹۔ در ہجو بنکی - - - - - |
| ۱۹۷ | ۱۰۔ در توصیف ہولی - - - - - |
| ۲۰۲ | ۱۱۔ در توصیف ہندوق - - - - - |
| ۲۱۰ | ۱۲۔ مثنوی قضا و قدر - - - - - |

طویل مثنویات :

| | |
|-----|--|
| ۲۱۸ | ۱۔ مثنوی رمز الصلواة - - - - - |
| ۲۳۵ | ۲۔ قصہ نٹ ، مسنی بہ حیرت افزا - - - - - |
| ۲۹۵ | ۳۔ قصہ شاہ لدا ، مسنی بہ عشق درویش - - - - - |

سلام و سرائی :

| صفحہ | مصرع اول |
|------|----------|
|------|----------|

سلام :

| | |
|-----|--|
| ۳۳۷ | ۱۔ اے صبا ! کہو مرا ابن پیمبرؐ کو سلام - - - |
| ۳۳۸ | ۲۔ خدا سے آئے ہے جن کی طرف مدام سلام - - - |
| ۳۳۹ | ۳۔ قلم کی لوح پہ جس دم لہی کا نام لکھا - - - |

سرائی :

| | |
|-----|---|
| ۳۴۰ | ۱۔ اے فلک تجھ سا بھی کوئی اور بدکردار ہے - - - |
| ۳۴۳ | ۲۔ جب ذوالجناح کہیت سے آیا لہو میں لال - - - |
| ۳۴۹ | ۳۔ جب بہ حکم ذوالعین - - - |
| ۳۵۳ | ۴۔ اے قوم تک منو تو بھلا ، ہائے ہائے ہائے - - - |

ک کلام فارسی

تجزیات :

مصرع اول

صفحہ

- ۱- فلک بہ ہوتے خود ہارہا گداخت مرا - - - ۳۵۵
- ۲- بالائے ہم بہ سینہ ہر افروز داغ را - - - ۳۵۵
- ۳- مشاطہ بہ شاید کہ نگہ دار نظر را - - - ۳۵۶
- ۴- بیا کہ یادِ رخت بے قرار کرد مرا - - - ۳۵۶
- ۵- بدہ امے ہم قشیں چنداں کہ می خواہم شراب او را ۳۵۷
- ۶- هست باضعف بدن خواہش پرواز مرا - - - ۳۵۷
- ۷- یا رب ! آن سرمایہ صبر و قرارِ من کجا ست ؟ ۳۵۸
- ۸- شمت از تارِ نفس نشترِ جان می گردد - - - ۳۵۸
- ۹- نسیمِ صبح ، نہ دائم سرِ کجا دارد - - - ۳۵۹
- ۱۰- سینہ لبریز جراحات چون نکیم کردہ الد - - - ۳۶۰
- ۱۱- آنالکہ با حلاوتِ دردِ تو خو کنند - - - ۳۶۰
- ۱۲- در مقامی کہ ترا لطف و عنایت باشد - - - ۳۶۱
- ۱۳- دوشیں کہ بہ زلف تو سرے داشتہ باشد - - - ۳۶۱
- ۱۴- ناوکِ ناز ترا وقف جگر خواہم کرد - - - ۳۶۲
- ۱۵- ابروے تو ہر کہ دیدہ باشد - - - ۳۶۲
- ۱۶- عارف از نام و ہم از ننگ ترا می بیند - - - ۳۶۳
- ۱۷- تم را درد دل سرمایہ آزار می گردد - - - ۳۶۳
- ۱۸- ببارِ عشق میلِ مداوا نمی کند - - - ۳۶۳
- ۱۹- ہر رخت ، آرمے ، و نادانی نگاہے کردہ ام - - - ۳۶۳
- ۲۰- شب کہ اندازِ ہم آشوشی او یاد کنم - - - ۳۶۳

صفحہ

مصرع اول

- ۲۱- نباشد رهنِ فصلِ نوبهاران برگ و بارِ من - ۳۶۵
 ۲۲- نہ گزاشت اثر از دلِ غم کشِ ستمِ او - - ۳۶۶
 ۲۳- خوش آن عہدے کہ در وصلت ز ہجران یاد می کردم ۳۶۶

رباعیات :

- ۱- تا کے پیشانیِ سجدہ پر خیر کنی ؟ - - - ۳۶۶
 ۲- ہر مردے کہ واقف از اصولے نبود - - - ۳۶۷
 ۳- عالم بہ سخن تراشی مغرور است - - - ۳۶۷
 ۴- کے گفتمت ابی کہ عز و شائے بہ طلب - - ۳۶۷

قطعات :

- ۱- نیستی (کذا) من از لوازم جود - - - ۳۶۷
 ۲- چون نباشد ابی مقام دل نشیں - - - ۳۶۸
 ۳- نوابِ نجیب خان چو بگزشت - - - ۳۶۸

سلام :

- ۱- اے غمت در سینہ نور صبحِ ایمان السلام - ۳۶۸
 حواشی : (اختلاف نسخ و تعلیقات) - - - ۳۷۰-۳۷۳
 فرهنگ : - - - - - ۳۷۳
 کتابیات : - - - - - ۳۷۸
 صحت لایۃ اغلاط : - - - - - ۳۷۹

کلیات قائم

(جلد دوم)

(مشتمل بر رباعیات ، قطعات ، قصائد و مثنویات وغیرہ)

مرتبہ

آفتاب حسین

رباعیات

۱

جو یہاں بت و دہر یا میں مکا^۲ دیکھا

دیکھا سو تعین ہی کا ہٹکا دیکھا

لگ جائے ہر اک شے کی اخبات جس کو

سو تیری ہی ذات کا جھمکا دیکھا

۱۔ حروف تہجی کے اعتبار سے ان رباعیات کی تقسیم اس طرح ہوگی :

(الف) : ۱ ' ۷ ' ۸ ' ۱۳ ' ۱۶ ' ۲۳ ' ۲۵ ' ۳۱ ' ۳۵ ' ۳۷ ' ۴۶
 ۴۹ ' ۵۸ ' ۶۰ ' ۷۰ ' ۷۱ ' ۷۲ ' ۷۳ ' ۷۴ ' ۸۰ ' ۸۱ ' ۸۲ ' ۹۱
 ۹۲ - (ب) ۱۴ ' ۴۸ - (ت) ۷۶ - (ج) ۹۸ - (د) ۳۹ ' ۵۶
 ۶۵ ' ۶۹ - (ز) ۴۴ - (ل) ۲۸ - (م) ۱۱ ' ۱۵ ' ۸۳ -
 (ن) ۲ ' ۱۷ ' ۲۱ ' ۲۲ ' ۳۰ ' ۳۳ ' ۳۴ ' ۳۸ ' ۵۰ ' ۸۴ ' ۸۶
 ۹۳ ' ۹۵ - (و) ۶ ' ۱۹ ' ۳۲ ' ۴۷ ' ۵۵ ' ۶۱ ' ۶۶ ' ۶۸
 ۶۹ - (ہ) ۱۰ ' ۱۱ ' ۴۴ ' ۶۴ - (ی) ۳ ' ۴ ' ۵ ' ۱۹ ' ۲۸
 ۳۱ ' ۴۰ ' ۴۴ ' ۴۶ ' ۴۷ ' ۴۹ ' ۵۰ ' ۵۱ ' ۵۲ ' ۵۳ ' ۵۴
 ۵۵ ' ۵۶ ' ۵۹ ' ۶۲ ' ۶۳ ' ۶۷ ' ۷۲ ' ۷۴ ' ۷۵ ' ۷۶
 ۷۷ ' ۸۰ ' ۸۱ ' ۸۲ ' ۸۳ ' ۸۴ ' ۸۵ ' ۸۶ ' ۸۹ ' ۹۰ ' ۹۱
 ۹۲ ' ۹۳ ' ۹۴ ' ۹۵ ' ۹۶ ' ۹۷ ' ۹۸ ' ۹۹

- ۱۰۰ ' ۹۹

۲۔ مکا : مگہ ۔

کہتا ہے کبھی کہ میں ہوں ہیرون و درون
 کہتا ہے کبھی کہ میں ہوں بے چون و چگون
 جو بات کہے ہے بھر کرے ہے نسخہ
 اللہ بھی دیکھا تو ہے تصفہ معجون

اے وہ کہ اساسِ قصر ہستی تو ہے
 ہم بادہ صفت ہیں آب و مستی تو ہے
 دن رات ترے بغیر کیوں کر چلے
 اپنے تو آجاڑ گھر کی بستی تو ہے

دل دیکھ تو ہے لطف و عنایت کس سے
 کیدھر سے ہے ظلم اور حماقت کس سے
 جب ٹھہری یہ بات جو کرے ہے سو دوست
 اے مفلسہ مزاج! بھر شکایت کس سے؟

ممکن ہے کہ زیرِ کاہِ عہاں ہووے
 بادل میں چھپا سہرِ درخشاں ہووے
 ظلمات سے ہم سیاہ کاروں کے نہ بھاگ
 شاید اسی تیرگی میں حیوان ہووے

ہر کام میں سیکڑوں گریبوں مجھ کو
 کر لطف ترا نہ تھام لیوں مجھ کو
 ’تو دے کہ ہیں لاکھ ہاتھ دینے کو ترے
 اک تو جو لہ دے تو کون دہوے مجھ کو

تو ہی تھا کہ جان تھا اور تو ہی دل تھا
 تو ہی تھا کہ کہیں حق تھا کہیں باطل تھا
 تو ہی تھا کہ جس کو میں کہے تھا میں ہوں
 پر حیف کہ اس بھید سے میں غافل تھا

یا ختمِ رسلؐ کو کہ تو پیچھے آیا
 آگے حق کے ترا سا کس کو پایا
 پیدا ہے کہ ہے وہ جس قسم اول
 ہزار نے آخر کو جسے دکھلایا

امید رکھی بہت میں یاں جس سے
 مجھ کو لہ کیا یہ زر کس نے سے
 کہلا کے ترا یہ دکھ میں اپنا جا کر
 کس سے کہوں یا رسول اکرمؐ کس سے

۱۰

یاں ہں کہ خلاف ھے ہر اک فہم کی راہ
مردود کسی کا ھے کسی کا دل خواہ
مجبور ھیں بے چارے سب اس صورت میں
تقصیر نہ سنی کی ، نہ شیعہ کا گناہ

۱۱

کیا ہشم ھیں دنیا کے تو یہ اہل نعیم
عزت نہ کریں اپنی جو دے کر زو و سیم
مسجد میں خدا کو بھی نہ کیجے سجدہ
محراب نہ ہو خم جو برائے تعظیم

۱۲

مر جائیے جس وقت یا جب تک جیجے
وارد ہو جو کچھ دید آے کر لیجے
کچھ واں بھی کیا تھا فکر یاں آنے کا
ہں کا ھے کو یاں بھی فکر واں کا کیجے

۱۳

ہانی ہو دلا جو مل نہیں ہو سکتا
یعنی جز ہو جو کُل نہیں ہو سکتا
شعلہ جو چراغ کا ھے غنچے سے شبیہ
کل ہوئے ھے کر وہ کُل نہیں ہو سکتا

۱۴

لہروں کو جہاں کی اے دلِ خالہ خراب
 کچھ دیکھ بھی سرکشتہ نہ ہو جوں گرداب
 یاں طولِ اسل پہ اپنی ہستی کے سوچ
 مکڑائے ہے جب تو آنکھ مارے ہے حباب

۱۵

چرخ اب ہمیں جو دے ہے نہیں لیتے ہم
 کولین بھی گو دے ہے نہیں لیتے ہم
 ہم لیتے ہیں جس ڈھب سے نہیں دیتا وہ
 جس ڈھب سے کہ وہ دے ہے نہیں لیتے ہم

۱۶

کہ اپنے خیال میں میں یاں گھبرایا
 کہ وہم نے کچھ نہ دیدنی دکھلایا
 اس خواب کدے میں ہر جب آنکھیں کھولیں
 چھاتی ہر اپنی ہاتھ اپنا پایا

۱۷

اس راہ میں جو ہم سے لنچ و لنگ آتے ہیں
 ادنا 'ٹھوکر میں پا بہ سنگ آتے ہیں
 گر حوصلہ ہو، کرے کسماں تک کوئی تنگ
 کم ظرفی سے اپنی ہم بہ تنگ آتے ہیں

اب ہم نہیں لیک دل کی اڑ باق ہے
 سو فتنوں کی سر کے بیچ جڑ باق ہے
 جوں زلف ہوں گرچہ حد شکستہ احوال
 لیکن وہی اب تک بھی اکڑ باق ہے

اس ڈھب کی نہ زیست ہے گوارا مجھ کو
 بے مرگ نہ مرنے کا ہے بارا مجھ کو
 کیا لطف ہے ، موت سے مرے ہے عالم
 یہاں رنج نے زندگی کے مارا مجھ کو

دیکھ حال مرا آٹھا کے سو سو حیلے
 سانہی بھاگے ہر ایک طرف کو جی لے
 کہتی جو تھی کفش میں نہ چھوڑوں گی قدم
 سو آس کے بھی ہو چلے ہیں کتنے ڈھیلے

تکلیف کے مارے جو 'موئے جاتے ہیں
 ہیں اشک کہ مڑکاں سے 'جوئے جاتے ہیں
 کہتے ہیں کشادِ کار ہوتا ہے قریب
 لیکن تا ہوئے ، ہم 'ہوئے جاتے ہیں

ماتم کو فقیر عہد کر لیتے ہیں
ہانی کے تئیں لبید کر لیتے ہیں

جوں آئینہ نیک و بد سے واقف وہ نہیں
پیش آئے جو کچھ سو دید کر لیتے ہیں

ٹھانا میں جو دل میں وہ ارادہ ہی رہا
لاکھوں کیے رنگ، تس پہ سادہ ہی رہا

بیلذق پس ہفت خالہ ہو ہے فرزیں
سو گھر میں بھرا ولے پیادہ ہی رہا

گو عمر مری گزری ہے لوعو بیتے
پر کیا کٹی اک دن تھے سو کیوں ہیں بیتے

تسکین ہے اب تو ہر طرح سے لیکن
ہوتی نہ اگر موت تو کیوں کر جیتے

نہ وضع سے دوستوں کی جی ہی نکلا
نے جی سے خیالِ دوستی ہی نکلا

میں جس سے ملا، بہ قولِ توراتی یان
سو آخر کار رافضی ہی نکلا

۲۶

قائم وہ نہیں ہم کہ گدائی کرنے
یا بیشہ کے تحت بادشاہی کرنے

اس شانِ غیور کے مناسب یہ تھا
کوئی روز جو ہوتی یاں خدائی کرنے

۲۷

جس روز یہ ہم نے گوشہ گیری لی تھی
آزادی کے عوض اسیری لی تھی

کیا غم ہے غم اور غصے سے غصہ ، یہ تو
سب سر پہ دھرا تھا ، جب فقیری لی تھی

۲۸

کہنا میں نہیں کہ مطلق اے دوست نہ چل
لیکن ہے ہر اک کام پہ صد نوع خلل

اتنا رہے ملحوظ کہ قرآن کے پیچ
جیوٹی کو کہا ہے حق تعالیٰ نے 'نمل'

۲۹

قائم کی جو شوکتِ گدائی دیکھی
درویشی کے روپ میں خدائی دیکھی

ہروا' نہ تھی گر کریں دوعالم سجدا
ستے تھے عرض سو کبریائی دیکھی

۳۰

آسان ہے وہ، مشکل جسے ہم ہاتے ہیں
پہر اپنی سمجھ میں آپ ہی گہیراتے ہیں

تکلیف ہے کچھ وہ بھی جو آٹھ سکتی ہے
اور جو نہیں آٹھتی وہاں تو آٹھ جاتے ہیں

۳۱

جو ہم نے کیا وہ کام ہم سے نہ ہوا
ایک کام کا الصرام^۱ ہم سے نہ ہوا

یوں کام تو سیکڑوں کیے ہم لیکن
جو کام کیا تمام ہم سے نہ ہوا

۳۲

اے جان ہے وقت، اضطرابی کر تو
بنیاد کی ہستی کی خرابی کر تو

ہے یاروں کا عزم ان دنوں سوے عدم
ہے قافلہ بہتر ہے شتابی کر تو

۳۳

قاداں ہیں جو مرنے سے حذر کرتے ہیں
اس قصہ لاکزیر سے ڈرتے ہیں

بہ علم رہا جو ساتھ اپنے قائم
کہہ دیں گے تجھے کہ مرد یوں مرنے ہیں

۱۔ قائم کے نسخوں میں 'الصرام' ہے ۔

۳۴

جس کام پہ کچھ خلل زمانے کا نہیں
احسان ہے کہ وہ بباد جانے کا نہیں

جو ہو سکے آج تجھ سے کر حق میں مرے
کل کوئی کسی کے کام آنے کا نہیں

۳۵

کب تک آوارہ دل جفا سے ہوگا
بے جا ہر اک لحظہ جا سے ہوگا

جاتا ہوں بتاں کہیں کو اب دیر سے میں
تم سے جو کچھ ہوگا سو خدا سے ہوگا

۳۶

تجھ بن مری اوقات جو اکثر گزری
حالت تھی کہ نزع سے بھی بدتر گزری

تیں تو کہیں سرگزشت اپنی مجھ سے
میں کس سے کہوں جو کچھ کہ مجھ پر گزری

۳۷

رہنا ہر گھر کے بیچ شب کا چھوٹا
بھرنا خوابان کے ساتھ کب کا چھوٹا

اک خوشی ہے دیکھنے کی اب ، سوا قائم
کہا کہ جسے اسے کہ یہ نہ لہکا چھوٹا

۳۸

یارانِ چمن سے ہم عجب کرتے ہیں
کل گشت یہ کیوں کہ روز و شب کرتے ہیں

کچھ سال گزشتہ تیز تھی آثر گل
سو آج تلک آپ تو تب کرتے ہیں

۳۹

زنجیر جو تو کرے ہے مجھ کو مو کر
تو چیر کے مو کو اے ستم گر دو کر

یاں حلقہ چشم مور سا بھی ہو جو طوق^۱
ہاؤں سے نکل پڑے ہے ڈھیلا ہو کر

۴۰

مجھ سا جو کوئی کہ جاں بہ کف ہوتا ہے
البتہ وہ سو غم سے طرف ہوتا ہے

پر چاہیے تجھ کو بھی تو سوچھے اتنا
یہ کون ہے ، کس لیے تلف ہوتا ہے

۴۱

دل گر کوئی ہم دم نہیں یاں آہ تو ہے
کیا ہاک ہے بے کسی کا اللہ تو ہے

اتنا بھی نہ گہر حصار غم دیکھ کے تو
گر اور نہیں ، سرگ کی اک راہ تو ہے

۱۔ نسخۃ انڈیا آفس کے حاشیے پر کہیں کہیں بعض مصرعوں پر اصلاح دی گئی ہے۔ یہ اصلاح دینے والے خود قائم تھے یا کوئی اور بزرگ؟ اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ مصرع بھی اصلاح شدہ شکل میں ہے۔ متن میں (اور نسخۃ البین ، رام پور اور ایشیاٹک سوسائٹی میں) اس طرح لکھا ہے :

یاں حلقہ چشم مور سے ہوئے جو سق

۴۲

کیدھرے تو اے قرار دل کے میرے
 تجھ بن ہے دلوں کو بے قراری کھیرے
 کس کھیل میں لک گیا خدا جانے تو
 بے کار پڑے ہیں کیوں کھلونے تیرے

۴۳

یوں سینے سے سرے داغ گل کرتا ہے
 جس طرح نمودِ باغ گل کرتا ہے
 ہو جائے چراغِ نالہ یا رب خاموش
 جیسا یہ مرا چراغ گل کرتا ہے

۴۴

اے شاہِ گدا نواز، گیتی افروز
 تجھ عدل سے خوش ہے یہ جہاں کا شب و روز
 اک شب کو جیلا یا تھا ہتکا آن نے
 اس روز سے کٹتا ہے سرِ شمع ہنوز

۴۵

جب تک کہ یہ دورۂ شب و روز رہے
 مہ روشن و سہر گیتی افروز رہے
 یا رب! ہو ہر اک شب تری خاطر شبِ قدر
 ہر روز ترے واسطے نو روز رہے

۴۶

نواب میں گھر کو اپنے سب ڈھنڈوایا
پر قابلِ نذر کچھ نہ تیرے پایا

یاں خوبیِ دھر سب سپا ہیں، مگر
اک میں ہی نہ تھا، سو آج میں بھی آیا

۴۷

تا ہر میں چمن کے رختِ گل دوزی ہو
نت تیرے تئیں خلعتِ نوروزی ہو

ہر لحظہ شکست ہوئے اعدا کے نصیب
ہر دم تجھے تازہ فتح و فیروزی ہو

۴۸

شب دیکھ چراغان کو تیرے احباب
کہتے تھے زمیں ہے آج گردوں کا جواب

میں اس میں یہ سوچا کہ کہاں ہے جہاں ماہ
وہیں تو کیا حکم کہ چھوٹے مہتاب

۴۹

یا رب! ہے جو خوبیِ جہاں سے اولاً
ہو قسمتِ نوابِ جلال الدولہ!

بخشی مجھے اک جہاں میں آن نے عزت
دے آبرو دو جہاں میں اُس کو مولا!

۵۰

ہے آج وہ دن ، ہیں عیشِ ہر دم جس میں
صدِ غنچہ کھلے ہیں عقدہٴ غم جس میں

تجھ سالِ کرہ کی یعنی ہے طرفہِ گرہ
ہوتا ہے کشادِ کارِ عالم جس میں

۵۱

تا سارِ چمن ہے فصلِ گل کا آنا
لے ورد سے ہر شاخِ نیا یہاں

”مقدم“ سے ہستِ خاں بہادر تیرے
سرسبز رکھے خدا یہ دولتِ خانہ

۵۲

قائم کو شبابِ جا کے لاتا کوئی
اس لطف کو مجلس کے دکھاتا کوئی

تا ہر میں خداوند نے خلعتِ پہرا^۱
بھولا نہیں جاے میں سہانا کوئی

۵۳

یا رب! جب تک کہ عیدِ قرباں ہووے
ہر دوستِ ترے سائے میں شاداں ہووے

جون دیدۂ قربانی ، سدا چشمِ حسود
دیکھے تری جاہ کو و^۲ حیران ہووے

۵۴

کا زلفِ بتاں ویال جی کا ہووے
دشمن کا ترے نہ بال بیکا ہووے

ہے بے تک آج عیشِ شیریں تجھ بن
یا رب نہ ترا بدن تو بھیکا ہووے

۵۵

یا رب! جب تک کہ عید کا امکان ہو
صد عید فداے نعمتِ اللہ خاں ہو

نت خونِ عدو سے گوسفندوں کی جگہ
ہاتھ اس کا بہ شکلِ پنچہ مرجاں ہو

۵۵

کب باغِ ارم ہے اس مکان سے بہتر
جس کی ہے ہر اک سمت جنان سے بہتر

جو بھانک ہے رنگترے کی یاں کے قائم
ہے وہ لبِ شیریں بتاں سے بہتر

۵۷

ہو شہر میں کیوں نہ امن و آبادانی
چوروں سے یہ تجھ کو دشمنی ہے جانی

مائدِ صدف کے رحم کا پٹ چرے
تجھ عہد میں گر چرا "قطرۂ ہانی"

۵۸

نواب سنا ترا جو لشکر آیا
صد قائلۂ عیش دل کے اندر آیا
کیا کل سی اک آگئی ہے دل کو، گویا
اک عضو کشا ہوا جگہ پر آیا

۵۹

یا رب! تا خلق کو فراخور ہووے
ہیالۂ ماہ، مہر سے پُر ہووے
یہ چرخ کہ ہے اہلِ زمیں پر حاکم
محکومِ بختِ خانِ بہادر ہووے

۶۰

تا صبح، بغیر جامیںِ شب گھبرایا
لیکن نہ ملا بہ قدرِ مژگانِ سایا
جونِ خانۂ چشم جو سنا گھر خالی
دیکھا تو وہ مردم سے لبالب پایا

۶۱

بس قبلہ لہ پیچ و تاب دیجیے مجھ کو
دینا ہے جو کچھ شتاب دیجیے مجھ کو
کچھ اور نہیں جو پاس دینے کو مرے
ہے منہ میں زبان، جواب دیجیے مجھ کو

۶۲

قائم جو تو ثواب سے دکھ پایا ہے
کہہ بھڑوے کو جو زبان پر آیا ہے

سرمہ نہیں کھایا جو رھے کا خاموش
کھایا ہے اگر تیں تو نمک کھانا ہے

۶۳

ھے شیخ کی خو عبث عبث اڑنے کی
رکھتا ہے ہوس ہم سے سدا لڑنے کی

جانے کا نہیں غبارِ رندان اس سے
جب تک کہ کہیں دھول نہیں جھڑنے کی

۶۴

شیطان نہ تھا شیخ کی خو سے آکاہ
آیا وہ دغا دینے انہوں کو ناگاہ

بالعکس الہیں دیکھ یہ کہتا بھاگا
لا حول ولا قوۃ الا باللہ

۶۵

روٹی کے لیے کھائے تم میر، جی میر
کہے تو بجا ہے آپ کو کھنا میر خمیر

ہر میر ہونے پہ اس طرح کے جیسے
ساگون میں ہے کوتہ میر، راگون میں ہمیر

۶۶

کیا یہ دل دیوانہ دعا دے تجھ کو
کیا تجھ کو کہے کہ یہ خدا دے تجھ کو

چاہے تُو جو کچھ سو ہوئے قسمت میں تری
ہر اب تُو یہ ہے کہ حق شفا دے تجھ کو

۶۷

ملا وہ شیش خیز تری سنی ہے
جولیکہ تری ہے ، جون سے ابھی کٹی ہے

دل دھرنے کو جاگہ نہیں اس پر ظالم
آیا یہ ترا بدن ہے یا ہتی ہے ؟

۶۸

اے وہ کہ بھل میں میں ہوں بیٹھا ، باتو
یا آتروں میں یا آتر کے یاں سے جا تو

کیا لطف ہے ٹکراؤ کا ایسے باہم
لڑتے چلیں لکڑی کے سے حلوا خاتو (کذا)

۶۹

لکٹی ہے جو توند خوش تو قد کے اوپر
لالہ کی نہ تولد ، ہڑبو اس پر ہتھر

لیٹیں تو گویا ہڑا ہے گھٹی کا کُپا
بیٹھیں تو گویا کھڑی ہے گوندے کی شہر

اس چیت میں اب کے یہ لیا گل بھولا
بھیسے ہیں بڑے میاں سے تا مقبولا

چھچک کے ہیں آبلے نہیں یہ تارے
ہے ماہ سے چشم میں فلک کی بھولا

قاہم! کئی کس طرف وہ تیری ہوھا
اٹنا جو ہوا زبونِ سرما تو ہا

ہیں بال کھڑے بدن کے اور سکڑے ہے
اے خالہ خراب! تو کہہ جنگلی جوہا ؟

کہنتی کی بہت بساط پا تھوڑی ہے
جننے کی پیادوں کے وہ نت گھوڑی ہے

شطرنج میں کشت ہی سبب ہے جس سے
تنگ آن کے شاہ نے جگہ چھوڑی ہے

پکتا ہے پڑا سر اور جلے ہے سینا^۱
مرنے سے ہے اس دھوپ میں پتر^۲ جینا

ثلثا^۳ ہی نہیں نظر سے ظالم اک دم
کیا جانے ہے کیا مہر کو ہم سے کہنا^۴

----- بو علی ہے خم جون گُھنڈی
اور بالوں سے ----- یہ آکی ہیں گُھنڈی

----- ہیں کسی کی یہ ، نہ ان کی کوئی
دے رکھتے ہیں اپنے ہی آٹ کر گُھنڈی^۱

سنتے تھے بریلی کو ہے روپا ربلی
دہتی ہے ٹکے ، جن نے یہ قعبہ کھلی

ہرسن کے سرے ----- کی سختی ان نے
کیا جانے کیوں لاڑے میں کانٹھیں دہلی^۲

دیوان کو یہ دیا فلک نے کو دست
اوتے ہے ہر اک اس کے آگے دو دست

قائم وہ نہیں کہ سرفرو لائے کہیں^۳
نواب چہ ہشم و او چہ بیٹی ----- امت

شیطان کب تک یہ نفس بہکتے بھرنا
ہر فرد کے ذائقے کو چکھتے بھرنا

دادے کو تو سجدا لہ کیا نفوت سے
پوتوں کے آگے ----- رکھتے بھرنا

۲۔ دہلی : دے لی (دے لی)۔

۱۔ گھنڈی : کنڈی ؟

۳۔ کہیں : کہیں۔

۷۸

قاضی شیخی ہے یاں تو کاڑھی تیری
تدبیر ہر اور ہم نے کاڑھی تیری

گر حشر میں دامن کو نہ پہنچے گا ہاتھ
واللہ! کہہ میں ہوں اور ڈاڑھی تیری

۷۹

قاضی سر نے دے، تیں عبث ڈرتا ہے
پہنوں ترا جو بے قضا سرٹا ہے

تیں سانگ سلامتی بہن کی اپنی
کیا ہم سے نہ ہوئے گا جو وہ کرتا ہے ؟

۸۰

قاضی تو ہزار دل میں سوچے، تو کیا
کو صدر کی - - - - - بھی دبوچے، تو کیا

آکھڑے گی نہ اک - - - - - تجھ سے بھڑوے
جز یہ کہ تو اپنی ڈاڑھی نوچے، تو کیا

۸۱

اک زشت سی نسبت دیکھی ہے ہم زیبا
معیوب اگرچہ ہوئے ہے کم زیبا

اس لطف سے - - - - - ہر ہے خان کی مٹا
چھلے یہ ہو جوں نکینِ فیلم زیبا

۸۲

گر خاں سے رہی نہ مہری یاری تو کیا
زیادہ نہ ہوئی ذلت و خواری تو کیا

وہ - - - - - کہ جس کے منے آگئے مکھو
- - - - - تو کیا اگر نہ - - - - - تو کیا

۸۳

میں کیا کہوں تجھ سے آج اک غمِ حرام
کہتا تھا کہ - - - ہوں خاں کی میں مدام

ہر مصرع سے اول کا اگر لیوے حرف
واقف ہو تو اس سے کہ ہے یہ آس کا نام

۸۴

وہ نفس کہ جب آئی ہے اپنے دل میں
ہم لوہے کے پار سے کیا ہے دل میں

اب جا ہے کسی - - - میں تو اس خواری سے
جون آنکلی سے ٹھوسے روئی کو بل میں^۱

۱۔ نسخہ انڈیا آفس کے اسی صفحے (ورق ۱۲۷ - ب) کے حاشیے پر جرأت کی کہی ہوئی ایک رباعی مستزاد درج ہے جس سے قائم کی تاریخ وفات لکائی ہے۔ یہ بعد کا اضافہ ہے اور کلیات جرأت، مغزونہ کتب خانہ دانش گاہ پنجاب، لاہور (اکسیشن نمبر ۸۹۷۶) میں بھی شامل ہے۔ نیز دتلی (تاریخ، جلد اول ص ۴۶۲) اپنے مملوکہ کلیات جرأت کے نسخے کے حوالے سے لکھتا ہے کہ اس میں یہ مستزاد موجود ہے۔ اس کے برعکس اثر رام پوری (معارف، اپریل ۱۹۵۲ء) کا بیان ہے کہ رام پور والے کلیات جرأت کے پانچویں نسخوں میں مستزاد نہیں ہے :

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

۸۵

۔۔۔۔۔ جو یہ اب کبھی کبھی آہتی ہے
 سو منتیں کیجئے تبھی آہتی ہے
 اُس 'بو پہ' تو جیب جا ہے ایسے جیسے
 گواہ سے 'سوئی' کلہری جی آہتی ہے

۸۶

مت ہوچہ کہ گرمی کے پہ دن کیسے ہیں
 مفلس کی تسلی کو تو ہیں جیسے ہیں
 جب ۔۔۔۔۔ پہ ہاتھ جا پڑے ہے گویا
 دارائی کی 'دلیماں' میں دو پیسے ہیں

۸۷

تا چند دماغ ۔۔۔۔۔ میں وہ ہو جائے
 جس سے کہ یہ شیر جاگ اٹھے اور سو جائے
 اے حکمہ! کر انگشت تو ایسے اس کے
 بے سعی مرے وہ آپ راضی ہو جائے

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحے سے)

جب سیل فنا ملکہ عناصر میں پھرا۔ آ کر ناکا
 قائم کے چو تن کی تھی عبارت سو ڈھی۔ لی زیست نے راہ
 جرات نے کہی یہ رو کے تاریخ وفات۔ "ہکتائی" کے ساتھ
 "قائم بنیاد شعور ہندی نہ رہی۔ کیا کہیے اب آء"

اس کے چوتھے مصرع کے اعداد (۱۲۰۷) میں تعمیم داخلی 'ہکتائی'
 کے اضافے سے تاریخ وفات ۱۲۰۸ء قرار پاتی ہے۔

۱۔ سوئی : سری (ہونی)۔

قربان اس کو تہی کے دم ہیں تیرے
 ہر کم سے کچھ ہاتھ پاؤں کم ہیں تیرے
 جوں شمع کہ جل کے شمع دان کو پہنچے
 جو سر سے ترا وہی قدم ہیں تیرے

جب سے کہ یہ باغِ دہن کی بوٹی نکلی
 سنیتِ خلاق ساری جھوٹی نکلی
 اصحابِ ثلاثہ کی محبت یہ ہے
 ڈاڑھی بھی جو نکلی تو تکھوٹی نکلی

لاکھ کی ترے سے قبلہ وہ تیاری
 ہے لاکھ جو مرغ پر اکیلا بھاری
 آڑ جانے وہ سامنے سے مرغی کی طرح
 مستک میں جو پیل کے بہ مارے کاری

جن نے کہ حقیقت کو جہاں کی جانچا
 سمجھا تا بہ کے وہ کھجسم کھاچا
 ہر چند ہو اک رائگ و رنگ ، گہر یا اشک
 صورت وہی زنجیر کی ہے جیسا سالچا

۱۔ یہ رباعی نسخۃِ انڈیا آفس میں مختلف خط میں بعد کا اضافہ ہے جو کسی
 اور نسخے میں نہیں ملی ۔

۹۲

مقصود ترا رضا ہے اُس کی جو دلا
جو کچھ وہ کہے تو کان اُس پر نہ ہلا
گر سجدہ کہے کہ کر، تو سر خاک پہ رکھ
ور بادہ کہے کہ پی، تو منہ کھول کہہ لا^۱

۹۳

ناصر! ہم آپ کو ہیں گر میں بجنوں
تو آپ کو بقرط ہے یا افلاطون
ہر اک کے لیے ہے جگ میں اک طور جدا
’کل حزب بما لدیہم قرحون‘^۲

۹۴

اے وہ کہ ہے بزم کی لطافت تجھ سے
صحبت میں ہے آئین ظرافت تجھ سے
تکلیف ضیافت کی کرے ہے تو عبث
ہر لحظہ ہے طبع کی ضیافت تجھ سے

۹۵

آیا تو جو ہم سے گوشہ کیروں کے یہاں
صد سلسلہ غم کے اسیروں کے یہاں
اک جی ہے کہے تو تجھ پر قرباں کرے
غیر اس کے، ہے اور کیا فقیروں کے یہاں

۱۔ نسخۃ المہین و ایشیائک سوسائٹی اور تذکرۃ جمیع الانتخاب۔

۲۔ نسخۃ رام پور و انتخاب بلگرامی۔

دیکھے تو سرے دیدہ و دل سے جس کو
رونا آئے ہر وقت تو رکنا اس کو

سو رنگ سے اضطراب کرتا ہوں میں لیک
احوال سرے کی یاں ہے پروا کس کو

جو ہاتھ سے دشمن کے کہیں سنا ہے (کذا)
جانے ہے کہ اس طرح سے جی جتا ہے (کذا)

تیں نام نہیں سنا کبھو غفکی کا
کیا جانے کہ کس طرح سے کہتا ہے (کذا)

کیدھر ہے تو اے چشم و چراغ و تفریح^۱
تبہ بن ہے جو تشویش یہ ہر دم پہ صریح

ہیں ہردہ دیدہ جملہ تن دست دعا
آنسو سے ہر اک مسڑہ جہے ہے تسبیح

چل کب تئیں اے جان تو جی کھانے کی
جو داغ نہ دیکھے تھے وہ دکھلانے کی

جب تیری کٹی بغیر آس کے ، یہ جان
اپنی بھی ترے بغیر کٹ جائے گی^۲

۱۔ چشم و چراغ۔ تفریح ؟

۲۔ رباعیات ۹۸ تا ۹۹ صرف نسخہ رام پور میں ہیں ۔

مستزاد

۱۰۰

مت کہہ کہہ ۱ ملاذ و مسہرہاں ہوتا ہے
وہ زیر فلک دشمن جان ہوتا ہے
آخر نہ پھرا نہ جا کے دل زلفوں سے
اپنی ہی غرض کا سب جہاں ہوتا ہے
جس کا کوئی
وس ۲ کا کو
دیکھا تم نے
کس کا کوئی !

۱۰۱

پیارے وہ زمانہ تو تمہیں ہوگا یاد
ہر بات مری کو جانتے تھے ارشاد
دو دن ہی جدا ہو غیر صحبت میں بیٹھ
ہر ایک سخن پہ اب مرے ہے ایراد
ملنے ہر گاہ
بے غور نگاہ
وہ تو بھولے
سبحان اللہ !

۱۔ نسخہ رام پور میں 'کہہ' ہے ، باقی تینوں نسخوں میں 'جو' ہے ۔

۲۔ روس : آس ۔

قطعات

۱

الذازة لکاء رکبہ سخن میں
یعنی جو کہے ہے ایک کہہ تو

دو گوش ترے ہیں اور زباں ایک
تا دو نہ سنے نہ ایک کہہ تو

۲

قادرا! جب تلک قوی تھے درست
صاحب! جب تلک سہی تھا مزاج

نہ کسو در پہ لے گیا تو مجھے
اہلِ دلہا کا جس طرح ہے رواج

نہ لوایا کسی سے باج مجھے
نہ دلاہا کسی کو مجھ سے خراج

گھر ہی پشھے دیا تو بے منت
تھا مرا جس قدر کہ ما محتاج

اب کہ ہیں جگ سے آباں کے حواس
منتشر مثلِ پنبہ حلاج

ضعف سے گھر کے آسانے کو
 ہار ہوتا ہے اک بڑی معراج
 ایسے احوال میں کرے ہے مجھے
 کس در و داربان کا محتاج !

۳

یہ جان پاک برادر جو تجھ پہ اس خط میں
 کسی طرح کا کنایا^۱ رکھا ہو میں منظور
 عجب ہے یہ کہ وہ آئی ترے گان میں بات
 جو لاکھ کوس تلک اپنے وہم سے ہے دور
 نہ احتال ہے رنجش کا یاں کسو بھی طریق
 نہ بات سوئے مزاجی کی ہے کوئی غلط
 غرض وہی ہوں ترا مخلص اور وہی بندہ
 وہی ہے تجھ سے صفا اور وہی ہے دل کو سرور
 یہ کون بات ہے خاطر سے ایک کندے کی
 جو یک ذکر ہے محبت کچھ آئے اس میں تصور
 وہ کیسا تھا کوئی ناہاک و ہرزہ کار پلشت
 اگر گیا سرے گھر سے تو جائے اب درگور
 مگر یہ ہے کہ تو آن سے یہ بات کہہ دینا
 جو اس سے آرم پہ میرے ہیں رات دن محشور
 کہ آپ اس سے بہر وضع خوش رہیں لیکن
 جو میں سنا کہ مرا بھی ہے درمیان مذکور

۱۔ نسخہ ہائے رام پور، انجمن و انڈیا آفس (کاتب سے مختلف خط میں
 بعد کا اضافہ)۔
 ۲۔ کنایا : کنایہ ۔

تو آگے گوشت کی پچر تو میں رکھی ہے دریغ
و لیک میخِ قلم سے نہ اب کروں گا قصور^۱

۴

لطف صحبت کا وہ ہے قبلہ کونین ، جہاں
دن بہ دن لطف کی امید ہو ، نے بیمِ گزند
مجھ سے اک خورد سے گو سہو ہوا تھا بالفرض
خشم کس چیز پہ ، گر تھا تو وہ تھا موقعِ پند
اس سے بھی قطع نظر ، کیا میں کیا تھا تازہ
ناز کرتا ہی ہے والد پہ جہاں ہے فرزند
لیک منظور نہ تھی آپ کی مجھ پر اشفاق
بلکہ خواہش تھی کسی طرح کٹے جی سے یہ گند
سو میسر ہوئی وہ بات پس از فکرتِ عمر^۲
آپ اب خوش رہیں کرتا ہے یہ ہندا بھی اُند
کچھ تاسف کی جگہ مجھ کو نہیں ترک کے بعد
کیوں کہ کیا خوب تھا باہم ہوں سخنِ پست و بلند
پروہی باتیں جو پھر بھاتی ہیں اب حضرت کو
بہر وہی بے مزگی^۳ آتی ہے خاطر کو پسند
ما بہ آن مقصدِ عالی نہ توانیم رسید
ہم مگر لطفِ شہا پیش نہد گامے چند^۴

۱۔ نسخہ ہائے رام پور ، المین و الدیا آفس (کاتب سے مختلف خط میں بعد کا اضافہ) ۔

۲۔ مدتِ عمر (سرور) ۔ ۳۔ بے مزگی (سرور) ۔

۴۔ نسخہ ہائے رام پور و المین اور تذکرۂ سرور ۔

قائم ہے سہارا ج سے کیا تجھ کو شکایت
 ہر چند یہ کہنا تو لکے کا تجھے کڑوا
 کیوں تجھ سے کوئی لطف سے پیش آئے سبب کیا
 وہ کون سی نسبت ہے نہ ۔ ۔ ۔ تو نہ بھڑوا^۱

از بس کہ شیخِ اہلِ ریا بعد ہر نماز
 کہہ ورد و کہہ وظیفہ پڑھے تھا بٹے نمود
 میں جانتا تھا اپنی حماقت سے ہے بزرگ
 پڑھتا تھا اُس کی شکلِ نجس پر سدا درود
 کس کو خبر تھی ہا کے اکیلی یہ کوٹھری
 مکھو کے دھڑھولے کا لندھور کا عمود
 القصہ اس کے کام میں -یراں ہوں کیا کہوں
 ما را یہ ابنِ گیارِ ضعیف ابنِ گانِ نہ بود^۲

زشت صورت پر اپنی ہو مغرور
 جب گیا گھر متے مرے مکہ^۳ ہو
 خواستہ من کہ ہجو او گویم^۴
 باز گفتم کہ ۔ ۔ ۔ ما در او^۵

۱۔ نسخہ ہائے انڈیا آفس (کاتب سے مختلف خط میں بعد کا اضافہ)

انجمن و رام پور اور تذکرہ مجموعہ نثر و مجمع الانتخاب -

۲۔ نسخہ ہائے رام پور ، انجمن و انڈیا آفس (کاتب سے مختلف خط میں

بعد کا اضافہ) -

۳۔ متن میں ”گفتم“ ہے -

۴۔ نسطہ انجمن -

اُس کل رو پہ زلف کی بہ سروڑ
ہیں بن آئے کی یکا قلم باتیں
کیا پریشانی اُس کو عارض ہے
سارق ہے بہشت میں لائیں^۱

ہندی میں نذر^۲ کو لاؤں جو میں
کچھ نہ حاضر تھا تکلف ہرطرف
پس میں لایا آپ کو چہر نیاز
گر قبول آئند زہے عز و شرف^۳

عید آئی ہے کچھ تو عیدی دے
گو کہ ملا پہاڑ خوار ہے بہ
کچھ نہ کچھ اب اسے دے ہی بنے
دھن سک بہ لقمہ دوختہ بہ^۴

صبح عید آٹھ کر خواب سے میں
جو دیکھا مل کے آنکھیں آسمان کو
نکار و نقش سے انجم کے آن نے
کیا تھا داغ طاؤسِ جناں کو

۱۔ نسخہ ہائے رام پور و الجمن -

۲۔ ہندی و نذر (سروڑ)

۳۔ نسخہ ہائے رام پور و الجمن اور تذکرۂ سروڑ -

۴۔ نسخہ رام پور -

برائے گرمی بازار تڑپیں
چنا تھا قدر سے اولیٰا دکان کو

غرض سامان عیش اس کے کا اسباب
صلائے ناز دیتا تھا جہاں کو

کہا میں ”اے سردار سردار دھرم
علاقہ تجھ سے ہے ہر انس و جان کو

لہ جانے یہ کہ اس خوبی سے تو نے
کیا ہے قصد جانے کا کہناں کو

نہیں شاہانِ قریٰ آٹھنا کسو جا
کہ سہلی سے زباں ہے عز و شان کو“

کہا ”اے ہرزہ بانِ کشورِ حرف
کہیں ابھی بند ہے قبری زباں کو

بھلا کیوں کر ہے تہیتِ عید
لہ دیکھوں میں خداوندِ زمان کو

کہ نت سجدے سے جس کے آستان کے
تفاخر ہیں بہم کٹرویاں کو“

سنا جو وہیں^۱ میں یہ القابِ نامی
کیا مرہونِ صد دعوتِ بیان کو

کہ یا رب عید کے آنے سے جب تک
ہو سازِ خورمی ہر خستہ جاں کو

یہ عید اور سیکڑوں ایسی ہی عید اور
مبارک ہوں مجد پارِ خان کو“

۱۔ جوہیں : جوں ہی ۔

۱۔ نسطۃ اربعین ۔

۱۲

ہے جب تک خاص روزِ عیدِ نوروز
نشاطِ انزائی اہل جہاں کو
قدومِ عید ہو یا رب مبارک
سدا نواب احمد یارِ خان کو

۱۳

نواب ! روزِ عید سے جب تک کہ زیرِ چرخ
احوالِ خورمی کا جہاں پر پدید ہو
شامِ صیام ہو ہر شامِ بتدگان
ہر صبحِ مخلصوں کے لیے صبحِ عید ہو

۱۴

عید آئی سنے یا رب ! جب تک کہ زمانے میں
احوالِ خوشی کا ہو ہر دل کے آہر پیدا
قائم یہ دعا دے ہے پختو میں قبھے ہر دم
نوابہ تا باندے اختر دے مبارک شہ

۱۔ نسخۃ الہمن - نمبر ۱، ۸، اور ۹ کی طرح یہ قطع بھی اس نسخے میں
مکرر درج ہو گیا ہے۔ ایک جگہ احمد یار خان مدوح ہیں اور دوسری
جگہ ان کے والد نواب محمد یار خان - وزن کے اعتبار سے اول الذکر ہی
درست قرار پاتا ہے۔

۲۔ نسخہ ہائے الہمن و رام پور اور تذکرۃ سرور۔

۳۔ آہر : اوپر۔

۴۔ نسخۃ الہمن - اس کے معنی ہیں : اے نواب ! آپ کو یہ عید مبارک
ہو (بہ شکریہ جناب مولانا عبدالقادر صاحب ، ناظم پشتو اکادمی ،
پشاور)۔

۱۵

یہ برس کاٹھ اے ایس دھرتی ہے تری
 جس سے کھلتا ہے جہاں میں کام جس کا ہند ہو
 رشتہ ہو تجھ عمر کا صد چند لگنے سے یہ کاٹھ
 صفر دینے سے رقم جب تک کہ یاں دہ چند ہو

۱۶

نواب ! ہے وہ سال گرہ میں تری یمن
 جس سے کہ کار بستہ اک عالم کا باز ہو
 بالیدہ جب ملک کہ کرہ سے ہو نیشکر
 رشتہ تجھ عمر کا بھی کرہ سے دراز ہو

۱۷

نواب جو کہ سال گرہ میں تری ہے بیچ
 سمجھے وہ ، چشم عتدہ کشا جس کی باز ہو
 یعنی عجب ہے رشتہ تری عمر کا کہ تو
 جتنی گرہ دے آس میں وہ آتنا دراز ہو

۱۸

نواب ہے یہ سال گرہ کا تری وہ روز
 جس میں کہ یک جہاں کو ہزاروں ہیں عیش و ناز
 رشتہ بڑھے تجھ عمر کا یوں ہر گرہ کے بعد
 قل تک پہنچ کے تار نگہ ہو ہے جوں دراز

۱۔ نسخہ ہائے رام پور و انجمن ۔

۲۔ 'یمن متحرک' پاندھا گیا ہے ۔ ویسے یہ مصرع اس طرح بھی پڑھا
 جا سکتا ہے : نواب تیری سال گرہ میں وہ یمن ہے

۳۔ نسخہ انجمن ۔

۴۔ نسخہ ہائے رام پور و انجمن ۔

۵۔ نسخہ انجمن ۔

نواب جو دعائیں کرتا ہوں حق میں تیرے
 عشرِ عشر ہووے کاش اپنی آن دعا کا
 لیکن یہ آرزو ہے بالفعل تو کہ یا رب ۱
 صحت ہو تجھ کو صدقہ بیمار کسربلا کا ۱

نواب پالکی میں تری ہے وہ زرق برق
 چشم ستارہ خیرہ ہوں اُس کے خیال سے
 اس حسن سے علاقوں کا ہے بانس پر کٹاؤ
 طرہ ٹکے ہیں مہر کے گویا ہلال ہے ۲

نواب جہاں طعام پکتا ہو ترا
 چاول ہے تھوڑے کی گردوں صافی
 مطبخ ہے یہ اس قدر ترا، کم جس کی
 تحصیل ہو سانپہر کے بھک کو کافی ۳

خدا نکالہ! تو ہے جہاں میں اصل وجود
 تری درستی سے ہو کیوں نہ کارِ خلق درست
 میں کل جو خواب ہے چوٹکا تو دیکھتا ہوں کیا
 نہیں زمانے کا احوال کچھ بہ وضعِ نخست

۱۔ نسخہ ہائے رام پور و امین اور تذکرہ سرور۔

۲۔ نسخہ ہائے رام پور و امین اور تذکرہ ہائے قاسم و سرور۔

۳۔ نسخہ امین و تذکرہ ہائے قاسم و سرور اور ذکا۔

تہ ہیں قسوائے فلک اپنے طور پر مربوط
تہ ہیں زمین کے اجزا نظر میں محکم و چست

اسی خیال میں تھا میں کہ یہ کسی نے کہا
کہ آج طبع خداوند کچھ رہے ہے سست

سو حق کرے کہ تو جیتا رہے بہت مدوح
سلامتِ ہمہ آفاق در سلامتِ تست^۱

۲۳

خدا نگاہ ! تو ہی ہے ذات سے جس کی
ہر ایک فخر کو عالم میں اقتدار ہوا

خدا نے جاہ کو تیرے دیا ہے یاں وہ جلال
کہ جس کے سامنے خورشید شرم سار ہوا

کوئی نہ سمجھے کہ خلعت سے شاہ عالم کی
ترا زیادہ کچھ آگے سے اعتبار ہوا

میں کیا کہوں کہ دمِ لمس کس طرح تجھ پر
شرف سمجھ کے ہر اک پارچہ نثار ہوا

آدھر جو ہوئے تھا چیرا ترا تصدقِ سر
تو اس طرف ستے پٹکا گلے کا ہار ہوا^۲

۱- نسخہ ہائے رام پور و انجمن و تذکرۃ سرو۔

۲- تذکرۃ رام پور و انجمن۔

قبلہ گاہا ! ہے جہاں عدل ترا سحر طراز
مثل یاقوت ہیں واں جمع ہم آتش و آب

اب تلک باز کی یاں سینے ہیں ہلکوں کو کہ کیوں
سوئے کنجشک تو دیکھا تھا بہ الدارِ عتاب
جرم پر موج کی آشفتمہ سری کے سر دم
تنگ کر باد کو کھینچے ہے شکنجے میں حباب

جوں صدف کون وہ لب تشنہ ہے ایسا کہ جسے
ابر نے فیض کے تیرے نہ کیا ہو سیراب
ہاں مگر ایک میں محرومی طالع سے فقط
ہوں تیرے سایے میں اب موردِ انواعِ عتاب

ایک تو عالمِ افلاس دوم غربتِ شہر
تیسرے قاضی سے جھکڑا کہ یہ ہے سخت عذاب
کیا قضا چھوٹی سی اک ہستی کی جس پر کہ کوئی
تنگ رقبے کا سمجھ کر نہیں کرتا پیشاب

وہ تو چاہے نہ دوں ، میں بھی کہتا ہوں کہ لوں
ایک مردار پہ جوں لڑتے ہیں باہم دو کلاب
نے آسے کالی کا خطرا ہے نہ خفت کا خیال
نے خدا ترسی و نے خلق کی رو سے ہے حجاب

جب یہ دکھ آن کے کرتا ہوں میں خدمت میں یاں
آپ کہتے ہیں تعینات ہے تیرا عہدِ عراب

سو نہ خراب ہے کچھ کام ہو نے مسجد سے
اس بوہیں کا ہے کو اس بندے کو کرتے ہو خراب

کام کا آگے تو رکھتا تھا میں خدمت میں سوال
یہ بھی اب مفت ہے حاصل ہو اگر صاف جواب^۱

۲۵

مہر علی سے کی شہاب الدین نے اس وعدہ پہ صلح
جب نہ دیکھا باوجود اس کے کچھ اپنا بندوبست

سال اول میں ہوں قاضی سال جب ثانی ہو ، تو
جس طرح اہل قضا میں چاہے کر بالا و پست
سو اب ان میں عزل و نصب اس طرح سے کرتا ہے دور
جو غلبو از یکہ شش ماہ مادہ شش تر است^۲

۲۶

خاک لے اس وقت میں کوئی عمل
آج ہے گر نصب تو کل عزل ہے

ہوئے زمانے کا یہ جب کہ رنگ ڈھنگ
لے جو عمل یہاں وہ عجب ہزل ہے^۳

نسخہ ہائے رام پور و الجین -

۲۔ نسخہ الجین -

نسخہ ہائے رام پور و الجین -

اے! سرزا رفیع ، دنیا سے
جا کے جنت میں جب مقیم ہوا
دردِ غربت سے اس کے مثلِ قلم
اعلیٰ معنی کا دل دو نیم ہوا
کلی سے تا غار اس چمن میں جو تھا
خاکِ برسر وہ جوں نسیم ہوا
سال تاریخ کی تھی مجھ کو تلاش
کہوں کہ بس حادثہ عظیم ہوا

اس میں پیر خرد نے از سر پاس
+ یہ کہا ”اب سخن یتیم ہوا“

۵ ۸ ۱ ۱ - ۵۱۱۹۵

شہر داخل ہوا جب ابدالی
دیکھ درآئیوں کے چہرہ زفت
اک شش و پنج میں تھی خلقِ خدا
کہ کہیں ہو لہ آن سے ہشت و ہفت
لہ قبیروں کی چھوڑتے تھے کلاہ
لہ اسبیروں کا جامہ زربفت

۱۔ نسخہ حائے رام پور و انجمن اور تذکرۃ مجمع الانتخاب—نسخہ انڈیا آفس
کے خاکمے پر یہ قطعہ بعد میں پڑھایا گیا ہے۔ نسخہ رام پور (و حاشیہ
دستور القصاص ص ۱۶) میں اس کا تیسرا اور مجمع الانتخاب میں چوتھا
شعر درج نہیں ہے۔

دیکھو یہ ساج را میں پیشِ الہ
گرم الحاح تھا بہ سینہ تفت

ناگہ ہاتھ نے یہ دیا مرزدہ
”شاہ“ از ”تخت گاہ دہلی“ رقت^۱

۳۰۶ - ۱۳۷۵ = ۱۱۶۹ھ

غلام احمد، کہ جس کا جود میں آج
نہیں کوئی ۱۱ زبردِ چرخِ شعا

سراپا فیض و سر تا پا نبوضات
خلفِ نواب فیض اللہ خاں کا

کیا آن نے جو خلوت خانہ تعمیر
چہ خلوت خانہ بس جائے مصفا

مجھے تھی سال کے تاریخ کی فکر
کہ صفحے پر کروں کاغذ کے انشا

۱۔ نسخہ ہائے رام پور و النہج اور تذکرۃ جمیع الاستخاب —
احمد شاہ ابدالی، عمالم گہر ثانی کے تیسرے سال جلوس میں
۷ جمادی الاول ۱۱۱۷۰ (مطابق ۲۸ جنوری ۱۷۵۷ء) کو تخت گاہ
دہلی میں داخل ہوا اور ۲ جمادی الثانی ۱۱۱۷۰ (مطابق
۲۲ فروری ۱۷۵۷ء) کو جاتوں کی سرکوبی کرنے کے لیے نکلا۔
قائم کے مادۃ تاریخ میں ایک سال کا فرق ہے۔ اگر ”شاہ“ کا ”الف“ گرا
کر اڑھا جائے تو یہ کمی پوری ہو جاتی ہے۔

کہ اس میں مددۃً پیرِ خرد نے
کہا ”ہے کیا مکانِ عشرت افزا“

۸ ۱ ۱ ۹ ۶

۳۰

خلف الصدقِ نعمتِ اللہ خیاں
جس سے ہے خوبِ سخن کو رواج

کت خدائی کے روزِ آس کی مرا
تکر تاریخ چاہتا تھا مزاج

اس میں ہولا دل از سرِ اخلاص

+ -

”وصل ہے ماہ و مشتری کا آج“

۸ ۱ ۱ ۹ ۶

۳۱

تعمیر کی راجہ رام پرشاد نے جب
وہ جائے کہ بہتر آس سے چاہے نہ قیاس

نزدیک ہے کچھ لیوں سے آس کی پتال
چنداں نہیں دور آس کی چوٹی سے اکاس

۱۔ نسطہ ہائے رام پور و الجین — نسخۂ رام پور میں اس مادہ سے
۱۱۹۶ء نکالے گئے ہیں۔ اثرِ رام پوری (معارف، جون ۱۹۵۴ء) نے
یہی یہی تاریخ نکالی ہے۔ میرے حساب سے اس مادہ کی تاریخ ۱۲۱۶ء
ہونا چاہیے لیکن یہ تاریخ اس اعتبار سے درست نہ ہوگی کہ ۱۲۰۸ء میں
خود قائم کا انتقال ہوتا ہے اور اسی سال نواب غلام محمد خاں رام پور
کو خیرباد کہتے ہیں (تفصیل کے لیے حواشی ملاحظہ ہوں) واقعات
کی روشنی میں ۱۲۱۶ء پر ۱۱۹۶ء ہی کو ترجیح حاصل ہوگی۔
گو اس کی صحت پر ابھی شبہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ نسطہ ہائے الجین و رام پور۔

ممکن نہیں ارفاع اس کا سمجھے
 جب تک نہ کرے جمع خیال اپنے حواس
 دے آب گہر کو قرض اس صحن کی خاک
 لے وام سفیدی سے صفا کو الہاس
 شرمندہ نہ ہو جو حوض سے اس گہر کے
 کیوں آبِ حیات چاہے ظلمات کا باس
 دیکھا جو میں یک نظر وہ دولت خانہ
 جی میں نہ رہا سیرِ ارم کا بھی ہلاس
 چاہا کوئی تاریخ کہوں اب کہ وہیں
 ہاتف نے کہا ”مکان فرخندہ اساس“^۱

۸ ۱ ۱ ۷ ۲

۳۲

جس دن حسین علی ۔ کیا اس جہاں سے کوچ
 اک دل نہ تھا جہاں میں کہ جس کو رہا ہو چین
 ہر سو یہ شعلہ زن تھی صدائے فغان و آہ
 مظلّم ہوئے تھے دود سے جس کے یہ تیریں
 نالے سے کتر تھے روئے زمیں پر جہاں تھے کان
 لبریز خوں تھے زیرِ فلک جس جگہ تھے ٹین
 از بس کہ میں یہ حادثہ دیکھا کہ ہے عظیم
 تاریخ کی تلاش ہوئی مجھ پہ فرض عین
 ناگہ یہ وضع ماتمیاں پر عقل سے
 فریاد یہ سنی میں کہ ”ہے ہے غم حسین“^۲

۸ ۱ ۱ ۶ ۸

۱۔ نسخہ ہائے رام پور و انجمن ۔

۲۔ نسخہ انجمن ۔

متفرقات

۱

لیزہ بندوں کا ایک ہے لشکر
ایک پٹنگے سے سب وہ باندھے کمر
لا لیں رو جس طرف برائے مصاف
گھر کے گھر ایک ہل میں کر دیں صاف

۲

قبلہ گاہا! یہ بندہ درگاہ
ات دعا میں تری ہے شام و پگاہ
تھا وظیفہ جو کچھ مرا معبود
اُس پہ کی میں تری دعا افزود
ایک باوصف خدمت معلوم
ہوں میں صحبت کے فیض سے محروم
در پہ حاضر ہوں صبح سے تا شام
ایک ہاتا نہیں میں بار سلام
کہہ کسی سے کہ ہوئے جب دربار
ہر کسی کا ہو بندگی میں گزار
جوں کل و لالہ ہر طرف خدام
کام دل کا لیں اس چمن سے تمام

میں بھی آ کر ہوں باریاب حضور
کہ ہے گلشن کو عندلیب ضرور

۲۳

صبا گزرے کبھو اب تو ادھر سے
یہ کہہ جا کے مرزا مفت پر سے
شنیدم گوسفندی را بزرگے
رہالید از دھان و دست گرگے
شباں گہ کارد پر حلقش برانید
روانِ گوسفند از وے بنالید
”کہ گوتیں گرگ سے بچھ کو چھڑایا
یہ میں تو گرگ ہی تجھ کو ابھی پایا
سوا اس کے وہ کیا کرتا مرے ساتھ
کہ تیں بچھ پر رکھا اشفاق کا ہاتھ
ہوئی جب جان ہی جانی مسلم
تو جیسے گرگ بھر ویسے ہی آدم“

۱۔ نسخۂ رام پور۔

۲۔ یہ صرف رام پور اور انجمن کے نسخوں میں ہے۔ نسخۂ انجمن میں اسے
حکایات میں شامل کیا گیا ہے اور نسخۂ رام پور میں حکایات سے علیحدہ۔
یہ حکایت تو ہے نہیں اور قائم کی دوسری مثالوں کے مقابلے میں بھی
نہایت مختصر ہے اس لیے اسے یہاں نہ جگہ دی گئی ہے۔

۳۔ بمالید (رام پور)۔

سو میری جنس تم چہ وروں سے پھیری
اعانت حسب ظاہر میں کی میری

لیا پر آپ جو تھا مال سارا
کچھ اک گودڑ کو میرے سر سے مارا

اگر حق السعی لینا تھا منظور
تو اتنا ٹھین تھا الصاف سے دور

لہم ' (کذا) کے مول کا لازم تھا دعویٰ
لہ تل کرنا تھا سارا آفتاوا^۱

پھر اس پر یہ غلوئے آشنائی
وہ عرض بندگی ؟ یہ بے حیائی ؟

پہ میں جانا کہ تم ہو آدمی سہل
نہایت بوج و نامعقول و نا اہل

نظر آئے تمہارے دعویٰ ربط
عبث تھا مدتوں مجھ کو یہ سب خط

ہم از عمرے کیا ہے کیا ہی جی شاد
یوہیں لازم بھی تھا اے آفریں باد!

لہ مسجھے یہ کہ یہ سچ یا کو بیچ^۲ (کذا) ہے
عرض وہ شیخ کا ارشاد سچ ہے

اگر صد سال گبر آتش فروزد
جو یک دم اندر آن آفتد یہ سوزد

۱۔ نسخۃ الجہن میں 'لہم' ہے۔

۲۔ نسخۃ الجہن میں 'آفت بد' ہے۔

۳۔ نسخۃ رام پور میں 'لج یا کو بیچ' ہے۔

الہی نہ کر بد یہ میرے نگاہ
سراسر ہے بد گرچہ یہ رو سیاہ

ہے لہکوں کو تجھ سے جو امداد و عون
تو یہ کہہ کہ بارے بدوں کا ہے کون ؟

اگر نیک و گریہ ہے میری سرشت
لکھی ہے نہ میں آپ یہ سر نوشت

جو تجھ سے ہے ہر نیک و بد کو و رواج
تجھی کو ہے اپنے بنائے کی لاج

کہ جو پردہ ساز میں ہے خلاف
وہ ہو سونے سازندہ آخر مضاف

مجھے تھا وہ کس شکل و صورت کا چاؤ
کہ ایسا مجھے ، یا تو ویسا بناؤ

سو تو کر چکا تھی جو پیری رضا
ہو اب مجھ سے تبدیل کیوں کر فضا

مگر بندگی اس کی ہے مقتضی
کہ صاحب جو فرمائے سو ہے مسہی

۱۔ ”قصہ حیرت الزا“ سے چلے نسخۃ المہمن میں یہ مناجات درج ہے جس کو زمانہ حال میں کسی نے غلطی سے مشنوی کا حصہ سمجھ لیا۔ اس میں شامل حکایت (۱۲ تا ۱۸) انتخاب ہنگرامی میں شامل ہے۔ نسخۃ رام پور میں ان سات اشعار پر شعر ۱۹، ۲۰ اور ۲۳ مستزاد ہیں۔

یہ دے تو جو مجھ کو سزائے گناہ
تو مجھ سے ہی تیرا ہوں میں داد خواہ

نہیں بخشا تو جو میری خطا
تو کچھ چارہ کار مجھ کو بتا
کروں کس طرف چھوڑ کر تجھ کو رو
جدھر رو کروں اُس طرف تو ہی کو

نہیں بھولتی مجھ کو اب تک وہ بات
کہ مارے تھا بیٹے کو باپ ایک رات
وہ بے چارہ اس حال سے بے خبر
مجھے غیر مارے سے یہ بیا پدر

کہتے تھا یہی کدو کے آہ و فغان
چھڑا مجھ کو اے والدِ مہربان
کیا میں جو اس رمز کو خوب غور
نہیں دیکھتا مشفق اپنا یہ اور

کرے کس سے بخشش کی اپنی طاب
وہی لطف اس پر کرے یا غضب
الہی ! اسی طفل عاجز کے طور
مرا بھی نہیں کوئی تیرے چھٹ اور

اگر لطف کیجے وگر اب جفا
میں راضی ہوں جو کچھ ہو تیری رضا
کسی در سے آہش تو میرے ساتھ
مے دامن ترا اور میرا مے ہاتھ

یہ یہ کہہ کہہ تو ہی کرے گر ستم
رکھوں اور کس سے میں چشمِ کرم

کہا میں یہ کیا ، اس جسارت پہ خاک
ستم سے ترا ذیلِ عصمت ہے پاک

یہ میں کیا کروں ، دیں جو ہر صبح و شام
مجھے پردۂ غیب سے یہ پیام

کہ کہنا نہ تھا گو یہ حرف اس جگہ
یہ تجھ کو اباحت ہے چاہے سو کہہ

ادب اور لوگوں کا دستور ہے
دوانہ جو تجھ سے ہو معذور ہے

کہاں جا ہے قائم قدم کو سنبھال
کہیں سر نہ تڑوے تیری یہ چال

کہ گھوڑا ہے چالاک ، تو مے سے مست
شبِ تیرہ اور راہِ ہالا و ہست

سمجھ کر چل اس راہ میں بے خبر
کہ ہر گام ہے یاں پہ محلِ خطر

کہ جو اصل مطلب سے ہیں آشنا
وہ یاں لب نہیں کھولتے جز ثنا

مخمسات

(۱)

تضمین بر غزل خواجہ آصفی (م ۹۰۳ھ / ۱۵۱۷ء)

۱. تا بہ کے ضبط کم آتش پھانے را
تا کجا آب زخم سینہ سوزانے را
پیش ازین تاب نہ دارم غم هجرانے را
ساز آباد خدایا دل ویرانے را
یا مدد مہر ہشاں هیچ مسئلانے را
۲. دے تھا اے چرخ تو اس دل کو یہ آتش جس روز
میں تو کہتا تھا تبھی، ہے یہ بری طرح کا سوز
آسمان اب بھی کہ ہکڑی نہیں کچھ بات ہنوز
چہرہ لالہ رخاں چہر عتابم مفروز
بر من آتش کدہ پسند گلستانے را
۳. گو کہ جون لالہ سدا کام ہے شب گیر سے یاں
لیک جس دم ہو سحر بھیں جہاں کا ہوں تہاں
ایسے احوال میں، اے راہ بر گرم شدگان
گر شود برق رخت شمع رو گرم رواں
یہ شے قطع تو ان کرد بیابانے را

۴ ایک تشریف بدن پائی نہ تجھ سے جاں نے
جان بھی دی جو بدن کو تو ترے احسان نے
تجھ سوا کسوں کہ یہ بندہ نوازی جانے
تو کہ تن را سر و سر را نہ دھی سامانے
سر و سامان کہ دھد بے سر و سامانے را

۵ کب تلک بے اثری سے ہوں میں جوں اویں ملول
ہو نہ رونے کو مرے راہ کسی دل میں نہ مول
ہر خم ابر ترے فیض سے ہے بصر شمول
میں توانی کہ دھی اشک مرا حسن قبول
اے کہ در ساختہ قطرہ بارانے را

۶ گرچہ بان شہرہ آفاق ہیں قائم کے نکات
معترف ہے پہ ترے وصف میں وہ عجز کے سات
بس جو ایسے سے سرانجام نہ ہوتی ہو یہ بات
آہنی کیست کہ توصیف تو گوید دیہات !
حدِ وصف نہ بود هیچ سخن دانے را

(۲)

۱ 'تضامین' ۲ بر غزل امیر خسروؒ (م ۷۵۱ھ)
شیخ تو لانا بود ہووے یا ترا ہندار لیست
بت کدہ ویران ہو یا ہوں برہمن یک بار لیست

۱۔ سات : ساتھ ۔

۲۔ یہ تضامین بھی غلطی سے کلیات سودا ، جلد اول ، ص ۲۲۲ پر درج ہو گئی ہے ۔

کام کیا ہے مجھ کو گو ہوں راہب و دیندار نیست
کافر عشقم ، مسلمان مرا درکار نیست
ہر رگِ من تار گشتہ ، حاجت زناں نیست

۲ یہ ہی مرض الموت تھا قسمت میں میری یا نصیب
حاصل اس تدبیر سے ، ملتا نہیں گروہ حبیب
کوئی دم کو جی نکل جاتا ہے گھر کر رہے قریب
از سر بالین من برخیز ، اے لادانِ طبیب
درد مند عشق را دارو بہ جز دیدار نیست

۳ عاشقوں کے رونے کی کچھ اور ہی ہوتی ہے دھن
دیکھ ہم رونے ہیں لختِ دل جو چتا ہے توچن
ہم نہ کہتے تھے تجھے ظالم کہ آ ، یہ بات سن
اہر را با دیدہ گریبانِ من نسبت مکن
نسبت بارلہنگی دارد ولے خوں بار نیست

۴ ایک مدت سے تو ہے اے خستہ تو بیمارِ عشق
تنگ ہو جینے سے کیوں کرتا ہے اب انکارِ عشق
آج جتنا ہو سو ہو تیرے تنیں آزارِ عشق
شاد باش اے دل کہ فردا بر سر بازارِ عشق
مژدہ قتل است گرچہ وعدہ دیدار نیست

۵ ہوں جو کچھ قائم میں اپنے واسطے ہوں نیک و بد
کیا مناسب یہ کہ ہر اک سے کروں ہر وقت کد

اس میں کچھ گھٹتا ' نہیں میں گوکہ از روئے حسد
خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند
آرے آرے می کند ہا خلقِ عالم کار نیست

(۳)

تضمین بر غزل میر (م ۱۰۰۵/۱۸۱۰)

۱ کم کوئی ہوئے کا ہم سا بھی دل افکارِ چمن
جی کی جی ہی میں رہی حسرتِ دیدارِ چمن
کل تو معلوم ، بہ دیکھا نہ کبھو خارِ چمن
ایسے محروم کئے ہم تو گرفتارِ چمن
کہ سوئے قود میں دیوار بہ دیوارِ چمن

۲ واسطے کل کے جو نالاں و طہاں رہتے تھے
چشم سے جن کی بڑے لخت جگر بہتے تھے
بالجہاں کے جو سدا ظلم و ستم سہتے تھے
وے کنہ کار ہیں کہ جنہیں کہتے تھے
عاشقِ زارِ چمن مرغِ دل افکارِ چمن

۳ جس طرح میری گزرتی ہے خدا ہی ہے علیم
رات دن دل پہ مرے سوز جگر سے ہے جہیم
ان کلوں سے بھی کبھو مغز کو پہنچے گی شمیم
سنے پر داغ کا احوال میں پوچھوں ہوں نسیم
یہ بھی تختہ کبھو ہووے گا سزاوارِ چمن ؟

- ۴ تھے ہم اس باغ کے ہر چند کہ بے برگ و نوا
دوست پر رکھتے ہر اک گل کے تئیں تجھ سے سوا
ہم ہوا خواہ چمن تھے، تیں ہمیں کیوں نہ دیا ؟
باغبان باغ آجاڑے ہی اگر دینا تھا
تھے زر داغ سے ہم بھی تو خریدار چمن
- ۵ باغبان کون تھا اس باغ کا ایسا دل سوز
جس کے جی میں رہی اس مرتبہ رونے کی جواز
دیکھتا ہوں میں یہی شکل ہوئے کتنے روز
خون ٹپکے ہے پڑا نوک سے ہر اک کی ہنوز
کس ستم دیدہ کی مڑگان میں تہِ خسار چمن
- ۶ اور کچھ دل میں خیال اپنے تو مت لایا کر
منع گل زار کے آنے سے نہ فرمایا کر
یہ ستم ہم کو تو زہار نہ دکھلایا کر
باغبان ہم سے خشونت سے نہ پیش آیا کر
عاقبت نالہ کشاں بھی تو ہیں درکار چمن
- ۷ ہوں گنہ گار میں ایسا تو سراپا نصیر
نام سے جس کے عراساں ہیں عذاب و تعزیر
آج تک ریخ و عقوبت میں تو قائم ہے فقیر
کیا جزا ٹھہرق ہے دیکھے کل حشر کو میر
داغ ہر ایک سرے دل پہ ہے خون دار چمن

(۴)

تضمین بر غزل سودا (م ۵۱۱۹۵)
(۵۱۷۸۱)

۱ تا چند دل کو ایک نیا اضطراب ہو
کب تک جگر بھی یہ سر مڑکاں سے آب ہو
اک جی ہے، کیوں کہ حامل صد پیچ و تاب ہو
اب دردِ دل سے موت ہو یا دل کو تاب ہو
قسمت کا جو بدا ہو انہی شباب ہو ۱

۲ پرہیز وصلِ گل سے جن ایام تھا ہیں
فکرِ نفس تھی کچھ نہ غم دام تھا ہیں
بارے بہ جانے خویش اک آرام تھا ہیں
اس کشمکش سے دام کی کیا کام تھا ہیں
اے آفتِ چمن ترا خانہ خراب ہوا

(۵)

تضمین بر غزل عراقی (م ۵۶۸۸)
(۵۱۳۸۹)

۱ میں اک عمر اتفاقاً میں پوہیں زندگی گنوائی
یہ جو اتھا تھی اس کی سو وہ مطلقاً نہ پائی
ہے یہ جی میں اب کہ جی ہے کوئی دن بہ بے ربائی
صنما رہِ قلندر سزد ار بہ من ممائی
کہ دراز و دور دیدم رہ و رسمِ پاروائی

۲ ہے بجا جو کھائے حرماں مرے بختِ بد کی سو گند
کہ نہیں ہے کم سعادت کوئی جبک میں میرے مائند

میں پہرا جو شب بہ خجالت در دیر دیکھ کر بند
 بہ طوافِ کعبہ رقم بہ حرم رهم نہ دادند
 کہ بیرون در چہ کردی کہ درونِ خانہ آئی

(۶)

شہر آشوب^۱

۱ کیسا بہ شہ، کہ ظلم پر اس کی نگاہ ہے
 ہاتھوں سے اس کے ایک جہاں داد خواہ ہے
 'لچا اک آپ، ساتھ لٹیری سپاہ ہے
 ناموس خلق سائے میں اس کے تباہ ہے
 شیطان کا یہ ظل ہے، نہ ظلِ اللہ ہے

۲ رہتی تھی ایک خلق کے جی میں یہ آرزو
 ہووے گا بادشاہ بھی پھر ہند میں کبھو
 تازمزی وہی ہوں، سرِ لو وہی غلو
 سو آہاں نے لا کے مسلط کیا تو 'کو
 جس کے ستم سے چار طرف آہ آہ ہے

۳ لشکر میں مراٹھے کے جو کوئی رہے ہیں بند
 دیکھے ہیں ان کے ظلم کے سب پست اور بلند
 اب نامِ فوج سن کے وہ بھاگے ہیں جوں پرند
 سچ ہے کہ جس کو سانپ سے پہنچی کبھو گزند
 رمی کو جانتا ہے کہ مارِ سپاہ ہے

۱۔ اس شہر آشوب کا تاریخی تجزیہ حواشی میں ملاحظہ ہو۔

۴ کفار کا بھی ملک جو لے ہے کرنی کہیں
 دے ہے امان خلق کو، دشمن سے لے ہے کہیں
 بنیادِ بد کسو نے یہ اب تک رکھی نہیں
 آثارِ کفر چست ہوں آکھڑیں ستون دیں
 اے خاتمِ خراب! یہ کیا رسم و راہ ہے

۵ سمجھا تو اس قدر بھی اے بھڑوے خبیث خر
 کس پر ہوا یہ مظلّم لوٹا کنھوں نے زر؟
 پرنیک و بد میں آدمی کرتا ہے پاں نظر
 'تو تو خدا کے فضل سے اس باب کا پسر
 جس کا خطاب شاہِ حیات ہنہا ہے

۶ دادا ترا جو لال کنور کا تھا مبتلا
 کہتا تھا کشتیوں کے ڈبوئے کو برملا
 اس خاندان میں حق کا جاری ہے سلسلا
 دوں دوس کس طرح سے میں تیرے تئیں بہلا
 آخر گدھا بن آن کا، ترا عذر خواہ ہے

۷ اے ماچہ خر، تو خر سے بتر بلکہ خر کا ننگ
 پیدا تری جبین سے سارے گدھوں کے ڈھنگ
 شومی کو تیری دیکھ کے آلو ہوئے ہیں دنگ
 بھڑووں میں ہے جہاں کے تو بھڑوے بڑا بھڑنگ
 احق تو اور بھی ہیں یہ تو بادشاہ ہے

۱۔ ماچہ خر بمعنی احق ۔

۲۔ بتر : بدتر ۔

۸ گردش کا آسمان کی جو ہو ہے کوئی سبب
 اہل زمین پر آئے ہے اک رنج یا تعب
 ٹوٹے غضب یہ تیرہ پہ لہ اتنا کہیں غضب
 مردوں کے جو کڑنکھ سے 'پر ہو لہ تا بہ لب
 ایسی لہ باول ہے لہ چشمہ نہ چاہ ہے

۹ کفار سے کیا ہے جو یہ آپ نے ملاپ
 حاصل تو کیا ہے اس سے مگر خلق کا ستاپ
 کیا آج 'ہن سمجھتے ہو تم سرخشوں کا ہاپ
 ہوجا کو کیس گڑھ میں سدھاریں گے کل کو آپ
 کہتے ہیں عنقریب گرو کا کڑاہ ہے

۱۰ اک دعوتی نے قول قصائی کی سن بری
 جن کو کہا کہ جنگ ہے مجھ سے تو آورے^۱
 بولا یہ دیکھ ہاتھ میں قصاب کے چھری
 گر تو کہے تو پاس جو پہنچی ہے 'سرمری
 توڑوں میں گردن اس کی کہ تیں کہنہ خواہ ہے

۱۱ سو سرخشوں کے لانے سے منظور تھی یہ بات
 اس ملک میں ہٹھان کی باقی رہے لہ ذات
 آن کی تو ایک - - - - بھی آئی ترے لہ ہات
 مارے تو وے غریب کہ جن کی لہ کچھ ہسات
 ہوجھا لہ یہ کسی نے کہ کسی کا گناہ ہے^۲

۱- 'آؤں رہے' اور 'آؤں' دونوں ہی طرح پڑھا جا سکتا ہے۔

۲- نسخہ انڈیا آفس کے علاوہ باقی تینوں نسخوں (ایڈیٹا لک سوسائٹی،
 انجمن و رام پور) میں یہ بند موجود ہے۔

۱۲ قصبات اک جگہ تھی شریفوں کی بود و باش
 فاسق نظر پڑے جو کوئی واں بہ حد تلاش
 عصمت زنوں کی عفتِ سریم^۱ سے زیادہ فاش
 تقویٰ کی رو سے مرد فرشتوں کی سی معاش
 سو بھوکہ سے حرام پر آن کی نگاہ ہے

۱۳ پر کیا کریں جو تنگی سے پہنچے یہ آکے کام
 دس دس دن ایک شخص کو مٹھی چنے حرام
 گردش سے مثلِ بصر نہیں اک جگہ قیام
 جوں موج جو ہے پاؤں^۲ وہ سوجا بھٹا تمام
 جو سر ہے جوں حجاب سو پاں بے کلاہ ہے

۱۴ تن زب پھرتے^۱ جنہیں آتی تھی جی میں عاز
 خاصہ ہمیشہ چشم میں آن کی تھا بے وقار
 سو ظلم سے ترے ہیں وے پاں تک ذلیل و خوار
 دستار موٹے سر سے ہے اب آن سروں پہ ہار
 جامہ اگر ہے تن پہ تو وہ گردِ راہ ہے

۱۵ کیا جانے آہاں کی بکڑ کیا گئی یہ کل
 محتاج مایہ دار سے لے تا بہ کم بغل

۱- نسطوں میں 'ہانو' ہے۔

۲- پھرتے : پہننے۔

کے روز آگے کھر میں تھی جن کے چہل پہل
مطبخ میں ان کے آج نہیں گر پکا تھا کل
پرسوں سے اصطبل^۱ میں نہ دانہ نہ کاہ ہے

۱۶ اک نان خشک شب جو میسر کسی کو آئے
ممکن ہے کیا کہ بیٹھ کے آسودگی سے کھائے
لیجے چھری زمین کے ہا آہاں پہ جائے
یوں گرد و بیشی گھبرے ہے اک خلقتِ خدائے
جیسے طرح حصار میں حالے کے ماہ ہے

۱۷ جو شہر لیں تھے مصر سے ہر چیز میں خراج
ٹھیکے دوا کے کنج میں رہتے تھے جوں الاج
واں درد سے شکم کے کوئی مر نہ جاؤ آج
کس چیز سے حکیم کرے بیٹھ کسر علاج
نے زہر ہے نہ سولف ہے نے نان خواہ ہے

۱۸ گروی کا مال کے جو کوئی قصد یاں کرے
بنما کہیاں ، دکان پہ جس کی گرو دھرے
اعیاں ہیں آج شہر کے لُجوں سے بھی پرے
جیسے کوئی نصیب سے اپنے ، کوئی مرے
حاکم ہے نے حکیم ، شہی ہے نہ شاہ ہے

۱- نسخۃ انجمن میں یہی املا ہے لیکن نسخۃ انڈیا آفس ، رام پور اور
ایشیائک سوسائٹی میں ”اصطبل“ لکھا ہے ۔

۱۹ خوازی سے جب جہان کا ٹھہرا بہ آ کے رنگ
 تھاویں کہاں و صبر کدھر ، کس کا عار و تنگ
 کٹنے کا صبح و شام کے باقی رہا نہ ڈھنگ
 ہر صبح ، غم سے شام کے عالم بہ جاں ہے تنگ
 ہر شام دل میں خلای کے فکر پہکا ہے

۲۰ مُردوں کے ہر طرف ہیں بڑے سیکڑوں الم
 سکے ہے کوئی راہ میں ، نکلے کسی کا دم
 اک ہاتھ سر کے نیچے رکھے ، اک سر شکم
 مانند چوب پاؤں میں خشکی سے پیچ و خم
 چہرے کا ڈول فرائے کے اوپر گواہ ہے

۲۱ وے دن گئے کہ ساک کو گلے جو من چلا
 میتھی کو ایک دیر تنک گوشت میں تلا
 کھاتے ہیں اب تو آئے جو کچھ خاک یا ہلا
 نالی کے ساک کا ہو الٹی بہت بھلا
 روٹی کا جس کے ساتھ تنک اب لیاہ ہے

۲۲ بھوٹے ، ڈھے ، خراب ہوئے اس قدر مکان
 چوق نہ ہو جو سقف ، وہ زیر فلک کہاں
 دیوار کی کمی سے بڑی سوکھتی ہے جاں
 کل رو کے ڈر سے چار طرف نالہ و فغان
 ساون کے تس پہ مینہ کی یہ سخت جہاں ہے

۲۳ آجڑے بڑے ہیں شہر میں وے وے مقام خوب
 جن کی صفا سے جائیں تھے موتی عرق میں ڈوب

آک ریزہ خسی پہ جان جہاں دے تھے 'خاکروب
تودوں اب آس زمین میں حاضر سفید دوب
بوجھوں اب آس جگہ پہ دھنورا سیاہ ہے

۲۴ گردوں کی دیکھ کر یہ کچی اور برائیاں
اندیشہ کر کے بعضوں نے شادی آلتھائیاں
ڈھولک کے بدلے کوٹے ہیں سینہ لکائیاں
باہر چھٹی ہیں مردوں کے منہ پر ہوائیاں
قاسم کا کسرہلا میں کہے تو پیادہ ہے

۲۵ نوشہ کہے ہے یاروں سے اپنے یہ بھر کے آہ
کس خط میں ہیں بند ، خدا جانے قبلہ گاہ
احوال پر مرے بھی یہ کرتے ہیں کچھ لگاہ
مرتا ہوں میں توجی سے ، یہ کس کا کریں ہیں پیادہ
فاقوں سے یاں کسر میں نہ قوت ، نہ باہ ہے

۲۶ حاکم جو اس ضلع کا ہے راجہ کلاب رائے
روزی ہزار ہا کی تھی واں بلکہ کچھ سوائے^۲
سو اب جو نوکری کو کوئی آس کے پاس جانے
کہتا ہے رکھ تولوں میں ، یہ چٹھا کہاں سے آنے
نے ملک ہے نہ مال ، نہ دولت نہ جہاد ہے

۱- دے تھے : دیں تھے -

۲- سوائے : سوائے -

۲۷ آیا ہے کایتھوں^۱ پہ جو کوئی دنوں کا پھیر
 سر رشتہ دار دفترِ مالی لےے ہیں گھیر
 ڈالیں ہیں لا کے پیشٹھ میں یہ کاغذوں کے ڈھیر
 لیکن وہ کون ہے جو خریدے جہدام سیر
 بھولتو کو کچھ ضرور ، نہ منسا کو چاہ ہے

۲۸ ملتی پھریں ہیں بھوکھ سے کرتے لخر لخر
 قاضی کہے لکھی تھی مری ہی قضا مگر
 ہے چودھری کے گھر میں ہمیشہ سٹر پٹر
 عاشق کے یاں بھی ہیں تو کڑا کے ، کہے ہے ہر
 اللہ جس طرح سے رکھے واہ واہ ہے

۲۹ اس سب پر اب ہے عاشق و معشوق تک یہ ڈھنگ
 دیکھے جو نورِ شمع پہ تو جل مرے ہتنگ
 عالم سے آٹھ گیا غمِ ناموس و پاس لنگ
 جس سے سنو تو رشک سے اپنی کے ما^۲ ہے تنگ
 دیکھو جدھر تو باپ کو بیٹے کا ڈاہ ہے

۳۰ اس پر علاوہ ، بن سے جو آتا ہے اب پٹھان
 چہر کسی کا چھینے ہے ، لے ہے کسی کا چھان

۱- کایتھوں : کایتھوں ۔

۲- ما : ماں ۔

کہتا ہے ، میں یہ مزیغ کے میرے ہلنگ کے ہاں
اور اس کتاب پر تو اٹھاتا ہے سو قرآن
مخزن کی جس کو جلد سے ٹک اشتباہ ہے

۳۱ نہت سے گر کسی نے کوئی کالٹہ میں دیا (کذا)
تصدیق کر کے قاضی نے شاہد طلب کیا
بولا غضب سے اس کو میں چھوڑا تو بوجیا (کذا)
توہے قسم گر ان نے مرا کچھ نہیں لیا
رہنے کا اس کے شہر میں عالم گواہ ہے

۳۲ اپنا کوئی کہاس کے دعوے میں جوں روئی
جھٹکا کسی کی دیہی ہلنگ کے لیے ہوئی
جامہ لیا، جہاں تھی نہ ثابت کمر، توفی
مالکیں ہیں پھاوڑا جو کہیں گم گئی سوئی
جیتا کوئی بھا ہے تو اب یوں تباہ ہے

۳۳ مارے ہے جی سے ضابطہ خاں کی ادھر سپاہ
آسوج کی ٹکے ہیں مرہٹے ادھر سے راہ
بستی کے لوٹنے پہ روہیلوں کی ہے نگاہ
اک خلق ہے اسیر عجب خصمے میں آ،
رہنے کو ہے مقام ، نہ جانے کو راہ ہے

۳۴ قائم ہے جس کسی کو کچھ اس وقت میں شعور
اس سرزمین سے یک دو جہاں بھاگتا ہے دور

مرنا بغیر موت ہے نادان کیا ضرور
حاضر ہو کیوں نہ چل کے تو نواب کے حضور
سائے میں جس کے ایک جہاں کو رقاء ہے

۳۵
ہر تو بھی کیا کرے کہ جلے گر فلک کا لیل
دیوے نہ ابر ایک ہلک مارنے کی ڈھیل
بستی کے راستے یہ بھرے ہیں گویا کہ جھیل
ہر اک چتر میں گھر کے کئی ڈوٹے ہیں فیل
ہر کوچلے میں دشت کے پانی اتہا ہے

(۷)

در ہجو قاضی (عبدالفتاح سنہلی ۹)

۱
اے قاضی بے مہر، ترے طور پہ لعنت
اس ظلم پہ صد توف اور اس جور پہ لعنت
ہر وقت کہ بیرونی فی الفور پہ لعنت
لعنت نہ تجھے بلکہ ترے اور پہ لعنت
جس دور میں تو قاضی ہو آس دور پہ لعنت

۲
ذرا جو دیا شیخ نے مجلس میں تجھے رو
اک دم میں ملک سے ملک الموت ہوا تو
تکلیف نہ دی کافر و دین دار سے کس کو؟
اے تھوک ہے اس ڈاڑھی میں پھڑوے تری، اخ تھو
جس دور میں تو قاضی ہو آس دور پہ لعنت

۴ قاضی ہے وہ جس کو نہ مسلمانوں سے ہو کہیں
 نے تجھ سا کوئی کافر و بد مذہب و بے دین
 تک دیکھ تو ایدھر ہیں قضا کے جی آئیں ؟
 جس وقت کا تو اہل ہے اس وقت کو نفریں
 جس دور میں تو قاضی ہو اس دور پہ لعنت

۳ اے مضحکِ آفاق ، ترے دیکھ کے عنوان
 کہتے ہیں ہم مل کے چہ ہندو چہ مسلمان
 لائب تو نبی کا نہیں ، ہے لائبِ شیطان
 تس پر تو کہے قاضی ہوں ، اے واہ تری شان !
 جس دور میں تو قاضی ہو اس دور پہ لعنت

۵ رشوت ہے تری بس کہ ہمیشہ سے طبیعت
 ہنگام طمع تجھ کو حیا ہے نہ حمیت
 دو پیسے بہ آٹے تو پیسہ کی شریعت
 کہتا ہے اک عالم یہ تری دیکھ کے لیت
 جس دور میں تو قاضی ہو اس دور پہ لعنت

۶ کزدم کی طرح بس کہ تو ہے در پٹے آزار
 رو لائے جدھر کو ہے ادھر جوت و بیزار
 اے قاضیِ ساضی ، ہیں قضا کے جی اطوار ؟
 لعنت کا نہ تو آپ ہی تنہا ہے سزاوار
 جس دور میں تو قاضی ہو اس دور پہ لعنت

۷۔ پیشہ ہے ترا کذب و دغل ، مکر و فروہی
 پیسا ملے جس میں تجھے منظور ہے ووہی^۱
 کیوں باندھی ہے تیں دینِ نبی پر یہ سروہی ؟
 اے خو ککِ صحرائی و اے خر سکِ کرہی !
 جس دور میں تو قاضی ہو آس دور پہ لعنت

۸۔ کنجڑا و قصائی ہے جو پاں بدھو و لالو
 سن سن کے قریٰ لعش کو پیٹے ہیں وہ زانو
 قاضی میں بہلا تجھ سے کو کس طرح سے جالو^۲
 کہتا ہے تجھے کون کہ قاضی ہے ، نہ مانو^۳
 جس دور میں تو قاضی ہو آس دور پہ لعنت

۹۔ ٹالی دے کوئی تجھ کو، کوئی کہہ کے دلاوے
 کڈا کوئی تجھ شکل کا لکڑی پہ بناوے
 بچے کو کوئی بھیڑ کے تجھ کن سے چھڑاوے
 اے بوف کہ قاضی تو پھر اس سب پہ کھاوے ؟
 جس دور میں تو قاضی ہو آس دور پہ لعنت

۱۰۔ لائی کا سا ظاہر سرا ، شیوں کی سی ہوشاک
 آنکھیں سو وہ کچھ بھوڈلی اور پیٹ سو کاواک

۱۔ ووہی : وہ ہی ۔

۲۔ جالو : چالوں ۔

۳۔ مانو : مانوں ۔

چہرے پہ جگہ نور کی آڑی ہے پڑی خاک
اے جاہلِ پیدائش و اے سفلۂ ناپاک !
جس دور میں تو قاضی ہو اُس دور پہ لعنت

۱۱ صادق تھا جو دادا ترا اور باپ معالی
لت ہاتھ میں دونوں کے دھڑی کھڑی و جالی
آگے جو تھے اُس سے سو وہ شاداب کے ہالی
یہ بات کہانے کو عبث کیوں میں قتالی
جس دور میں تو قاضی ہو اُس دور پہ لعنت

۱۲ قائم تو بھی نام کو اپنے میں کہاؤں
قاضی سے جو ہاجی تجھے ہر طرح بناؤں
کچھ خرچ کے قوالوں کی چوکی میں ہلاؤں
اس مصرع کو آگے تری مجلس میں گواؤں
جس دور میں تو قاضی ہو اُس دور پہ لعنت^۱

۱- یہ ہجو صرف نسخۃ الجمعین میں ہے۔ اس سے چلے تین رباعیات۔
(۸۸، ۷۹، ۸۰) میں بھی غالباً اسی شخصیت کو نشانہ بنایا گیا ہے۔

مسلسلات

(۱)

۱۔ وے دن گئے کہ اپنی طبیعت تھی جب بحال
 ہر تازہ گل سے کرتی تھی جوش بائصال
 اب سیر گلستان ہے غرض جان کا وصال
 سمجھا جو کچھ کہ تو نے ، سو تیرا ہے یہ خیال
 ما را سوای گلشن و باغی نمائند است
 ای بوی گل برو کہ دماغی نمائند است

۲۔ آنا اگر ہے تجھ کو تو ساقی شباب آ
 تجھ بن ہوں آہ طرفہ مصیبت میں مبتلا
 ظالم یہ دیدنی ہے مرا آج ماجرہ
 یک سر پھر میں ہیں جو تھے طبیعت سے آشنا
 سیر چمن وصال ، دل داغ داغ ما ست
 بوی بہار تشنہ خون دماغ ما ست

۳۔ ایسا ہی زندگی سے سری کر تجھے ہے تنگ
 ظالم تو سخت جانی سے میری نہ ہو یہ تنگ

چندان نہیں ہے خواہشِ دل کو ترے درنگ
 جینے کا مجھ مریض کے اب کون سا ہے ڈھنگ ؟
 گر مہلتی اجل بمن خستہ حال داد
 بیماریِ غم تو نخواستہ بجال داد

گر مے کدے کی سمت گزر ہو ترا صبا
 اتنا مغان سے کہیو تو میری طرف سے جا
 قائم نے یہ پیام دیا ہے کہ بے وفا
 کس پر کیا ہے دار و کوئی ' تو ایک جا
 چوں شیشہ نازکست دل می پرست ما
 کالیست حرف سخت برای شکست ما

(۲)

واسوخت

۱ ہم نشیں ! مجھ سے تو کچھ حالِ دلِ زار نہ ہوچھ
 قصہ درد و غمِ لبرقتِ دل دار نہ ہوچھ
 غم یہ دل کا ہے نہ ہوچھ اے مرے غم خوار نہ ہوچھ
 کیا کہوں تجھ سے کہ کسی کا ہوں گرفتار ، نہ ہوچھ
 آہ جس شمع کا یہ سوختہ پروانہ ہے
 آشنا سب سے وہ اور مجھ سے ہی بے گانہ ہے

۲ تھا جو دل نام وہ اک عمر کا حاصل میرا
جس پہ موقوف تھا ہر عقدہ مشکل میرا
ہائے یوں مل کے ہوا اُس سے یہ قاتل میرا
کیا بلا آئی اسے ، ہے یہ وہی دل میرا ؟

ناظر اب حال میں اپنے جو کبھو ہوتا ہوں
دیکھتا ہوں میں زمانے کا منہ اور روٹا ہوں

۳ ایک جاگہ پہ نہ تھا یاں مجھے آرام کہیں
طرفہ حالت تھی مری ، صبح کہیں شام کہیں
عشق کیا بلکہ نہ تھی یاں ہوسِ خام کہیں
سب سے ملتا تھا پہ کچھ دل کو نہ تھا کام کہیں

میں نہ جانے تھا کہ کیا دلیا میں پابندی ہے
میں اور اک ایسے کا عاشق ؟ یہ خداوندی ہے

۴ غیر شمشیر جسے مجھ سے کبھو بات نہیں
اک وطیرے پہ جو چاہو تو ملاقات نہیں
دن اگر لطف کی باتیں ہیں تو پھر رات نہیں
جز خلش کچھ آئے منظور مرے سات' نہیں

جب نہ تب قتل کا میرے آئے آہنگ سدا
خواہ لا خواہ ، سبب غیر سبب ، جنگ سدا

۵ کوئی کہتا ہو جو اُس سے کہ یہ ڈھب خوب نہیں
ظلم البتہ کسی شخص کو مرحوب نہیں

اپنے عاشق کے دکھانے کا یہ اسلوب نہیں
 دل ہے آخر یہ مری جان کچھ ایوبؑ نہیں
 تا کجا صبر کہہ دل خون ہو آنکھوں سے چوا
 کب تلک ضبط کہہ سینے میں جگر آب ہوا

۶ بے سبب کیوں تو مرا قصدِ دل و جان کیا
 کیا لگا ہاتھ ترے تیں جو یہ نقصان کیا
 کیا کیا تو نے یہ کس طرح کا طوفان کیا
 ہائے کافر یہ تو کس کعبے کو ویران کیا
 تھا یہ دل ، حیف کہہ تیں قدر نہ جانی اس کی
 دل تو یوں سب ہیں یہ سمجھا نہ تو پائی اس کی

۷ یاد ہیں اب بھی وہ ایامِ ملاقات تمہیں ؟
 آگے یاں کہنی ، کسی ڈول کی ہو بات تمہیں
 بن مرے دن تھا قیامت کا جو تھی رات تمہیں
 نیند آتی تھی نہ الا کہ مرے سات تمہیں
 یا اب اک عمر ہے آہں میں کبھو بات نہیں
 جز سرِ کوچہ و بازار ملاقات نہیں

۸ رہ گیا گھر میں تو اغیار کے شبِ مست شراب
 اتنی خاطر کہ کرے اس دلِ محزون کو کباب
 میں تو واقف ہوں وہ جیسا کچھ ہے اے خانہ خراب
 یہ کہاں سے کہ بوجھیں کی ہو فقط چین سے خواب
 ایک بد ذات ہے ، مجھ سا تو وہ مجھول نہیں
 تبھ سے اک شخص سے درگزرے ، یہ معقول نہیں

۹ کب تنگ آہ آٹھائیں گے یہ ہم جو ترے
 بس بہت ہم نے یہ احوال کیے عورتوں
 یاں ترستے رہیں ہم ، لوٹیں مزے آور ترے ؟
 واقعی یہ کہ ہوئیں گے یہ رے طور ترے
 بعد ازلی میں و سر کو چہ دل دار دگر
 تو ہی معشوق نہیں ، جائے دگر ہار دگر

۱۰ اب کے آٹھ کر جو ترے کوچے سے جائیں گے ہم
 بھر آکر کے نہ منہ تجھ کو دکھائیں گے ہم
 جس طرح ہوئے گا دل تجھ سے آٹھائیں گے ہم
 یہ نہ ہوگا کہ ترے پاس بھر آئیں گے ہم
 التفات اپنے یہ گر یاں نہ کرے گا کوئی
 آگ ہم دیں گے گر اس دل کو نہ لے گا کوئی

۱۱ کہہ نہ تیں مجھ سا ستم کار کہاں پائے گا یہ
 جانے کیدھر ہی یہ بندہ بھر کے ہیں آنے کا یہ
 جس قدر تنگ کروں گا میں نہ تنگ آنے کا یہ
 گو کہے لاکھ پر عاشق ہے ، کہاں جانے کا یہ
 دیکھ ہم جاتے ہیں اور تجھ سے کہے جاتے ہیں
 جانے والے ہیں سو اس طرح سے وے جاتے ہیں

۱۲ بس بہت دیکھ کے تجھ قد کو قیامت میں پہنسی
 حسن اعمال سے اس دل کے ندامت میں پہنسی
 دل دیا زلف کو اور مفت کی شامت میں پہنسی
 کیوں غرض کیا کہ عبت کوئے سلامت میں پہنسی

صبر یک چند مناسب ہے جو اب پیشہ کریں
بارے دلیا ہے کچھ اپنا بھی تو اندیشہ کریں

۱۳ سجھے بے رتبہ تو یاں تک مجھے اے والے نصیب !
جب نہ لب آن کے مجھ پاس کرے وصفِ رقیب
کچھ قیامت نہ ہوئی یار ہوا گر میں غریب
کیا یہ بے غیرتی ہر دم ہے اگر ہوں میں غیب ؟
ہوئے خون آتی ہے ان باتوں میں ، کچھ خیر نہیں
کل ہے وہ روز کہ ہا ہم نہیں ہا غیر نہیں

۱۴ اب تو یوہیں ہے جو کچھ دل میں 'تو سمجھا ہے یار
میرے دھمکانے کو رکھتا ہے یہ چھاتی پہ کٹار
ہر تو لگ منہ سے کہہ ، اوریاں ہے کلیجے سے یہ ہار
وایے اس زست پر اس دکھ میں جو ہووے گی گوار
ایسے جینے سے شلاک آب کو کرنا بہتر
یہ بھی جینا ہے کوئی ، اس سے تو سنا بہتر

۱۵ اے کہ چاہے رکھے مجھ کو لب و تاب میں تیں
غم کو جاگہ دے سدا اس دلِ بے تاب میں تیں
جو ستم ہے سوزا رکھے سہے باب میں تیں
مجھ کو حیرت ہے کہ ظالم ہے یہ کس خواب میں تیں
ہے یہ نزدیک کہ اک خلق دے پاں دوس مجھے
رُندہ کے سر جاؤں میں باقی رہے افسوس مجھے

قائم اب کیوں نہ ترے جوڑ سے فریاد کرے
 تو نہی کہہ ، دل کو کس امید پہ وہ شاد کرے
 سخت حیران ہے نہ کیوں کر گلہ بنیاد کرے
 کیا کرے گر نہ ترا شکوۂ بے داد کرے ؟

ہاتھ سے تیرے وہ دل خستہ پہ جاں رہتا ہے
 حق پہ جانب ہے سب اس کے وہ جو کچھ کہتا ہے

توجیع بند

آہ وہ ہم درد ہے اپنا کدھر
 حال ہر اپنے جو کرے تک نظر
 دیکھے میں ہوں کس طرح اس کل سے دور
 خاک بہ سر، مثلِ نسیمِ سحر
 دل تھا سو پہلے ہی ہوا صرف اشک
 چشم تھی سو گریہ کے کی میں نظر
 ہاں مگر اب باقی ہے اک نیم جان
 سو بھی تو کتنی ہے وہ اور کس قدر
 ضعف سے اس مرتبہ کم ہوں کہ میں
 لیروں سے پوچھوں ہوں میں اپنی خبر
 طاقتِ رفتار ہے نے تابِ صبر
 قابلِ پرواز ہیں نے بال و ہر
 خوب، میں شاکِ نہیں، یہ بھی سہی
 لہک ہے آفت تو یہ اس ڈول پر
 باز ہوائے چمنِ آرزو ست
 جلوۂ سرو سمنِ آرزو ست

صحنِ چمن جائے سکونت تھی جب
 کون سا آرام تھا اس دل کو تب
 رنج سے اس زیست کے ہر صبح و شام
 موت کرے تھا میں خدا سے طلب
 گریہ و زاری سے مجھے کام تھا
 روز کو تھا چین نہ آرامِ شب
 آخر کار آن کے جب دل بہ تنگ
 ہو نہ سکا حاصلِ رنج و تعب
 صحبت گل سے میں کیا احتراز
 یعنی مرے کسوٹی سو کیوں ہے سبب
 سو اسے گزرے تھے مہینے نہ سال
 جان پر اس عشق کی ٹوٹے غضب
 ہے کلی فرقت کی تو اک سو ہے بار
 اس میں لطیفہ ہے یہ اس سب پر اب

باز ہوائے چمنِ آرزو ست
 جلوۂ سرو سمنِ آرزو ست

قصائد

(۱)

در نعت حضرت سرور کائناتؐ

ہے اس حدیقے میں جوں غنچہ آس کی زیست بہ کام
کہ تنگ آئے جو شیشے سے مشغل ہو بہ جام
جو وضع باغ جہاں دیدن ہے تو ہارے
عدم سے آئیں ہیں کیوں بند دیدۂ بادام
ہے ساتھ عیش کے زہر سپر کافیتِ غم
کہ متصل ہو شفق سے ہمیشہ ظلمتِ شام

۱۔ نسخۂ رام پور میں یہ قصیدہ ۲ اشعار پر مشتمل ہے ، ایک شعر (تبرہواں) کم ہے اور دو شعر زیادہ ، جو علی الترتیب نویں اور دسویں شعر کے بعد درج ہیں :

سرے ہے ہاتھ سرا کام کارساز جہاں
کہ میں کیا ہی نہیں اپنے واسطے کچھ کام
حرمِ کعبہ بدل ہو کلیسا سے اگر
سنے اسے وہ کہ دل میں سرے ہے میل حرام

نسخۂ رام پور میں آگے چل کر اس قصیدے کے ۳۸ اشعار دوبارہ لکھے گئے ہیں۔ ان کی ترتیب میں اختلاف ہے ، کچھ اشعار نئے ہیں اور کچھ کی ہیئت بدل گئی ہے۔ ان شعروں کی شناخت کے لیے اصل ترتیب کے مطابق متن میں متعلقہ اشعار کے بائیں طرف نمبر دیے گئے ہیں۔ اور نئے شعروں کو حاشیے میں درج کیا گیا ہے۔

ڈر آہ اہل کدورت سے تو کہ برق بلا
زیالہ زن ہے سدا مثل شعلہ زہر لہام

۵ نہ ہوئیں اہل صفا لطف غیر کے مرہون
کہ تیغ موج کو ہے اپنی آب ہی سے نیام

نہ جل کے خاک ہو کیوں کر اساس خانہ دل
ہو عشق شعلہ طبیعت جہاں مدار مہام

میں ہوں وہ دائۂ آتش رسدہ ، بوکے جسے
خجل ہے آپ کشاور ز گردش ایام

خدا ہی جائے کہ کیا اس وجود سے تھی مراد
کہ ہے نہ کفر کے لائق نہ قابل اسلام

جو ناکامیِ خلقت میں ہے اپنی کہ ہے
تو بعد مرگ بھی شاید کہ ہو جسے نہ تمام

۱۰ یہ ناقبول بد و نیک ہوں میں جگ میں کہ ننگ
قبول عکس سے میرے ہے آنئے کو مدام

گنہ کیے ہیں میں جتنے سو ہیں حساب سے یش
ڈرے ہے دل کہ ہو روز حساب کیا انجم

شب گزشتہ میں سوچے تھا آن عمل کے تئیں
جو قنویہ سے کہ وہ آئے ہیں فعل بیچ تمام

ز بس خراش ندامت تھی گوشہ گیر خیال
کمی میں دل کے میں ہانا تھا میکرؤں آلام

کچھ اک زمانہ عجب ٹھنصے میں تھا میں اسیر
کہ دل کو غم سے تسلی نہ جان کو آرام

۱۵. سروس غیب نے ناگاہ گوش دل میں سرے
 جناب حضرت حق سے دیا یہ لا کے پیام
 کہ اے شکستہ دلِ کوئے نیستی، ہے تری
 اگرچہ حد سے زیادہ مذلت اقدام
 یہ رحم کر کے ترے حال پر یہ وضع نوید
 کہے ہے داور دادار تجھ کو بعد سلام
 کہ تھا تو ہمہ دوزخ تو فعلِ بد کے سبب
 یہ بخشے جرمِ ترے میں ہے شفیع انام
 زہے شفیع کہ گر ہو نہ اُس سی چشمِ کرم
 تو اک جہانِ تہہ کار کا تباہ ہو کام
۲۰. ہے حل و عقد جہاں اُس پہ اس طرح موقوف
 کہے تو ہاتھ میں اُس کے ہے آہاں کی زمام (۳)
 قبول دیں ہو نہ اُس کا اگر عہد ولود
 لعابِ لطفہ تہوع سے ڈال دیں ارحام
 جو قصرِ داد میں اُس کے فروغِ شمع کو دیکھ
 ہو آشیان میں کوئی مرغِ رات بے آرام
 تو دن میں سہر کو چڑھ آئے اس سبب تب و لرز
 کہ ہوں میں نور کی نسبت سے خلق میں بدنام
 نہ ایک باز کو صحرائے عدل میں اُس کے
 رکھے ہے جان سے عاجز ہمیشہ خوفِ حام (۱۷)
۲۵. ہے بیمِ سیش سے پاں خیلِ گرگ کا یہ حال
 کہ جونِ ہلنگ سے بھاگے ہے گلہ اغنام (۱۸)

میں قصور قدر کی اس کے کہوں سو کیا رفعت
کہ پہلی سیڑھی ہے جس کی نہ آسماں کا یہ ہام (۷)

ہے جی میں واں میں یہ مطلع بڑھوں حضور کے بیچ
جہاں نعیم دو عالم ہیں کم تریں انعام

ہے اس طریق پہ تہجہ سے جہاں کا راط و نظام
ہو ساتھ شخص کے سائے کو جس طرح سے لیام (۱)

مطیع امر کا تیرے نہ ہوئے کیوں کہ سپہر
ہے ہفت ہشت سے اس خاندان کا وہ غلام (۲)

رواج دینی ہے ترا اسی قدر کہ نسبت کفر
کسری ہیں دیر میں راہب پہ ہم دگر احنام ۳۰

جو بار حدم ترا دوش چرخ پر رکھ سے
ہو جیوف تحت میں رفعت کا فوق کی ادغام

خلا زاس کہ جہالت سے ہے تری مملو
نکہ کو تا سر سڑکان ہیں چشم سے سو کام

جہاں شہار ہو اعدا ترے کی تنگی حال
فراخ وسعت گردوں سے واں ہے چشم لیام

کیا ہے جب سے کہ تیں مسکرات کو مطلق
ز روئے رحم، چہلت جہالیاں پہ حرام

رحیق سے کا جگر خون ہے خفوف سے ہر وقت
ہے برگ بتگ کا خطرے سے سبز چہرہ مدام ۳۵

بسان شمع نہ سایہ تھا اس لیے تیرے
کہ خلق ہوئے کی سائے ترے میں روز قیام

جو خلق سے ہو کرے عنکبوت کو تعلیم
 ہزار پیل کو رکھے وہ ایک تار سے تھام
 خدا نہ کردہ جو تیری نگاہ خشم کے ساتھ
 پڑے معاملہ گردوں کو قہر کے ہنگام
 ہوا میں جیسے دھواں دم میں ہوئے ہے ناچیز
 ہوں اس طرح متلاشی سپہر کے اجرام
 کرے نہ سپہر جو تجھ صبح رائے سے دعوا
 تو کیوں زمانہ آئے پٹکے خاک پر ہر شام
 دو بندہ ہائے کمی ہیں ترے نصبا و قدر
 نگاہ دوختہ پر لب، مطامع احکام
 ہے بحر عدل قرا جب سے جوش میں، ہرگز
 رہا نہ صفحہ آفاق پر غبار ظلام (۶)
 رکھے ہے خوف ترے قہر کا عدو کو یہ خشک
 کہ تف سے دل کے اب اس کے کہلیں جو تن کے مسام (۷)
 عجب نہیں کہ کرم خوردہ چوب کی مانند
 عوض عرق کے جھڑیں خاک ہو بدن سے عظام (۸)

-
- (۲) ہے تو کہ ہاتھ سے تیرے ہے اب اعانت دیں
 ہے تو کہ ذات سے تیری ہے قوت اسلام
 بجا ہے قبلہ جو کہے تجھے — (۳)
 کہ ہے عنایت و شفقت تری جہاں پہ مدام
 شجاع دھر جہاں سرکہ میں صفت کیجی (کذا)
 ترے سوائے نہ جائے کسی کو پیش امام
 ہوں تیری تیغ کے جوہر جہاں کہیں مذکور (۱۱)
 مدد طلب کرے زہرہ ہے اس جگہ ہرام

- ۴۵ کرے نہ عدل ترا گر بخار ظلم فرو
رکھے نہ خلق ترا گر جہاں کا تازہ مشام (۱۵)
قرب ہے کہ ہو پردوں میں آہاں کے دم
بقین ہے کہ فلک کو ہو غبط یا سرسام (۱۶)
میں تیرے رخس کی جلدی کو کیا کروں تقریر
کہ جس کی سیر سے عاجز ہے سرعت اوہام (۱۷)
ہسان شعلہ ہے تحریک باد سے مضطر
برنگ باد ہے اپنے میں آپ بے آرام
ہے وہ زوئہ کہ صحرا تراش و کبوتہ شکاف
ہے یہ دَولہ کہ گردوں نورد و عرش خرام
۵۰ جو مہر و مساء ہوں اُس کی رکاب میں پالفرش
تو یہ سربع ہو سرعت میں گردش ایام
کہ بس کہ جلد گزر جائے دورۂ شب و روز
ممیز ہوئے نہ وقت سحر سے موسم شام
طلا و لقرہ تیرے دست جود کے آگے
ز بس کہ آپ کو پاتے ہیں بے وقار ملام (۲۳)

- (۱۲) ژے وہ لیخ کہ مانند غمزۂ خوبان
کہو قرار نہ آن نے کیا مہان نیام
(۱۳) ز بس کہ خون سے اعدا کے ہر صبح و مسا
زمین معرکہ رکھتی ہے سرخ وہ صمصام
(۱۴) ہے آئینے میں فلک کے وہی یہ عکس نمود
شفق شلق جسے کہتے ہیں درمیان عوام
(۲۰) یہ عار قدر ہے اُس کی جو شعلہ تک کہے
یہ رنگ رقبہ ہے اُس کا جو کہے برق خرام
آخر الذکر شعر (۲۰) انتخاب ہلکراسی میں بھی ہے ۔

- ۶۰۔ ہر اس تفاخر بے جا ہے مجھ کو کیا حاصل
جو دشمنی میں ہے میری یہ چرخ لا فرجام
اگر ہوں مہر، کسرے مجھ کو نیرہ ہائے کسوف
وگر ہوں مہر، کسرے مجھ کو تنگ زیر غلام
کیہو کسرے ہے جو میری دوائے صفرۂ لون
تو اس طرح سے کہ دیتا ہے کُرد با دشنام (۳۰)
بنائے عیش رکھی میں کہاں کہ صد اندوہ
طرح سے میل کی پہنچے نہ واں گسستہ لجام (۳۱)
عوقی وہ صبح کب ایسی کہ مثل غنچہ میں دل
بہرا نہ خون سے مائلد شیشۂ حجام (۳۲)
۶۵۔ خدا کے واسطے مجھ کو خدا سے چاہ تو اب
کہ رد نہیں ہے کسی حق میں مقبول کا کلام
شب سیاہ و میں زورق شکستہ، باد یہ تند
ہے آگے قلزم و پیچھے نہنگ، خون آشام
جو ایسے وقت میں تو ہی نہ دست گیر ہو تو
امید کس سے رکھے یساوری کی پھر یہ غلام

(۳۲) گیا ہے مجھ سے کب اس کینہ ور کو نامہ صلح

کہ امن کے پامن سے آیا نہ جنگ کا پیغام

(۳۳) یہ رو سیاہ سدا قتل پر اک عالم کے

طرح نہنگ کی پھرنا ہے یاں ہمارے کام

(۳۵) چکہ کہاں کہ کوئی اس سے بھاگ کر جھوٹے

جز آستانۂ دولت کہ امن کا ہے مقام

(۳۶) بس اب خموش ہو قائم کہ جانتا ہے تو اب

کہ طول دینے میں رہتا نہیں ہے حسن کلام

بس اب اس ہرزہ درانی سے باز آ قائم
ادب ضرور ہے ظالم کہ ہے ادب کا مقام
ہے دیر باب اجابت کھلے ہیں منہ پہ ترے
آٹھا دو دست و سخن کو کر اب دعا پہ تمام
الہی جب تیں باہم فقیہ و دانش مند
اے حلال بتاویں، آے کہیں کہہ حرام (۳۷)
عدوے دیں پہ ہو تیرے حرام ساغر عیش
حلال جام طرب ہو سوالیوں پہ مدام
(۲)

در منقبت جناب مرتضوی^۳

میں کیا کیا تھا ترا اے سپہر کج رفتار
کہ یاں تلک تو ہوا میرے در پہ آزار
جو چند کس تھے موافق مری طبیعت کے
پہر بھٹ بھٹے کتنے تھے آن میں لیل و نہار
ہو بیٹھتے تھے مصیبت طلب کئی یک جا
اکھٹے ہوئیں تھے کتنے اک عافیت بے زار
اگرچہ ہاتھ سے تیرے ہر ایک نالان تھا
پہ درد دل کا تو کرتے تھے دکھ اظہار

(۳۸) مضمون کے اعتبار سے یہ شعر نمبر ۱۷ ہی کا چربہ ہے۔ الفاظ

اور آن کی ترتیب بدل گئی ہے :

وہ حرام سدا تجھ عدو پہ جام نشاط

شراب عیش و طرب ہو حلال تجھ پہ مدام

- ۵ ہر طریق مرا وقت خوش گزرتا تھا
 بھلے برس سے زمانے کے کچھ نہ تھا سروکار
 لے آیا واں سے مجھے اب تو اس مصیبت میں
 کہ ہاں نہ سولس و ہم دم نہ یار و نے غم خوار
 خوشا وہ عہد ، میں روتا ہوں یاد میں جس کی
 زہ وہ وقت کہ جس کا ہے درمیاں تکرار
 اور اب تو غم سے میں اس مرتبہ مکدر ہوں
 کہ چاک سینہ ہے سانا نہ رختہ دیوار
 میں کیا کہوں کہ عجب گو مگو ہے حال مرا
 نہ ہے بجال غم وشی نہ طاقت گفتار
 ۱۰ تمام روز اسی سوچ میں گزرتا ہے
 کہ ہوئے کیوں ہیں بھی آساں یہ سردن دشوار
 سوائے اس کے بیاں کی جو کچھ میں یہ صحبت
 نہ ذوق شعر و سخن ہے نہ سیر باغ و بہار
 نہ ہاں دھن ہے جو در ریز ہو صدف کی طرح
 نہ ایک گوش ہے در خورد لولوئے شہوار
 مگر کچھ آپ ہی کا ہے بے تفتن طبع
 بہ طور سرئیہ پڑھنا غزل کے یہ اشعار
 کدھر وہ ساق و مے اب کہاں وہ جوش بہار
 کہ توڑتا تھا میں جوں غنچہ خون دل سے خار

۱۔ مجمع الانتخاب میں یہ شعر نہیں ہے ۔ نسخۂ رام پور میں اسی شعر کے
 پہلے مصرع کو اس سے اگلے شعر کے دوسرے مصرع سے ملا کر دو
 شعروں کا ایک شعر بنا دیا گیا ہے ۔

۱۵ ہزار گریۂ خوں کا کیا تھا میں مصروف
 جو تھا بھی خندۂ زخم جگر تبسم وار
 آئے میں خندۂ دندان کما سمجھتا تھا
 شکاف سینے میں ہوتا مرے جو مثل انار
 تو پاں تلک بھی مرے عیش کو نہ دیکھ سکا
 یہ کچھ بھی آہ نہ دل پر ترے ہوا ہموار
 غرض لکھوں جو گلا تیرے جور کا میں تمام
 تو چند روز میں دفتر کروں کوئی تیار
 ولے قدیم سے اپنے مزاج میں ہے یہ باس
 کہ ہو کسی کی طبیعت نہ آب سے بے زار
 ۲۰ بھلا ہوا سو وہ بیتا، گزشتہ را صلوات
 ملا عزیزوں سے میرے تو پھر بھی اک بار
 یہ کب روا ہے کہ ہر دم کروں میں واویلا
 یہ کیا بھلا ہے کہ آنکھیں مری رہیں خوں باز
 تبھی تو چاہیے اشفاق حال پر میرے
 کہ مستحق ہیں یہ رحمت کے طفل گریۂ زار
 غلط کیا میں یہ کیا حرف تھا معاذ اللہ !
 کہاں کی بات میں کی کس مقام پر اظہار
 ہے چرخ کون کہ جس سے طلب کرے امداد
 وہ شخص ہوئے جو مداح حیدر کترار
 ۲۵ وہ شاہ جس کے غلاموں سے ایک ادنا شخص
 اس آسمان کو جو دے ہنچہ غضب سے فشار
 تو یہ یقین ہے دل پر کہ جس قدر ہیں نجوم
 چوئیں زمین پہ مائید دانہ ہائے انار

ہے جس کے روضے کی کرسی کو ہاں تلک رنعت
 کہ چہک کے عرش کے نیچے کو جائے واں زوار
 خوشا وہ دست کرم جس کے رو بہ رو دم جود
 گدا کا ہوئے جو طالع کی باوری سے گزار
 جو مالکے دائۂ ارزن تو خرمین اس کو ملے
 جو چاہے ایک تو سو دے، جو سو کہے تو ہزار

۳۰

زہ وہ شاہ کہ میزان عدل میں جس کی
 ہے برگِ کاہ کا زہرا برابر کسہسار
 ترے ہی در کو ہے یہ منب شرف کہ ساکن عرش
 عبیر پرمین اپنا کریں جہان کا غبار
 بلند ہوئے اگر آتش غضب تبیری
 بجائے رشخہ باران چوئیں ہوا سے شرار
 نہ ہوئے حفظ ترا گر عمد دورۂ چرخ
 محال باد پر اس کہنہ سلف کا ہے قرار
 ہے جب سے جگ میں میاست تری مروج امن
 ہوا ہے محو خصوصت کا اس قدر آثار

۳۵

ہلال ہو ہے سفید اس نہیب سے کہ مباد
 کوئی کہے نہ کہ کہینچی ہے ان نے کیوں قنوار
 عدوے دیں ہو جو شامت سے بخت کی اپنے
 ولغا کے روز تری تیغ صف شکن سے دو چار
 تو ایک ضرب میں اس کی ہو اس طرح سے دولیم
 کہ سر نہ خود نہ ہیکر نہ زین محمد نہ سوار

۱۔ یہ اور اس سے پہلا شعر نسخۂ رام پور میں نہیں ہے۔

۲۔ یہ اور اس کے بعد کا شعر وہی نسخۂ رام پور میں نہیں ہے۔

بھا ہے وام اگر ہو عدو کے تن پہ زہ
پئے قتال ہو جب اپنے رخش پہر تو سوار
زہ وہ رخش سبک رو کہ سم ہسان حباب
نہ ٹوہیں عرصہ دریا سے گر کرے تو گزار

وہ شعلہ تازہ ہوا تک جو گرمِ سرعت ہو
تو بل کے مارتے اڑ جائے جیسے برق و شرار
ولے یہ کون سی تعریف اس کی میں نے
یہ کون جلدی تھی جس کا کیا میں یہ اظہار
جو چاہے کوئی مصور کہ خوب اس کی شبیہ
برائے تازگیِ چشم کیجے نقش و نگار

تو تازیانہ سمجھ سو قلم کی گردش کو
کرے نہ صفحہ کاغذ پہ اس کی شکل قرار
غرض نہ ہوئے تری مدح مجھ سے یا شہ دین
پہر اپنے حال کا منظور تھا مجھے اظہار

نہیں تو دے ہے جو سبحان کو درس خوش خوانی
وہ اپنے فہم کی خفت پہ یاں کرے اقرار
فلک کے ہاتھ سے یاں تک میں تنگ ہوں یا شاہ
کہ زندگی مجھے کسری ہوئی ہے اب دشوار

یہ کب تک ہو کہ صحبت میں غیر جنسوں کی
سر کروں میں نے وہ بیانہ اپنے لیل و نہار
ترے کرم سے یہ آمید وار ہوں میں کہ پھر
وہی ہوں یار ، وہی زمزمہ ، وہی ہودیار

۳۴

۳۵

بس اب خموش ہو قائم کہ خیر عرض دعا
 ہے اس مقام پر اظہار حال کیا درکار
 ۵۰ ہمیشہ فیض سے فصل بہار کے جب تک
 جہان کا غورم و سرسبز ہو گل و گل زار
 موابیوں کے سروں پر ہو سائیاں گل سے
 نہ ہو لشیمن اعدا سوائے بستر خار

(۳)

در مدح (نواب) وزیر (آصف الدولہ ، م ۱۲۱۲ھ
 ۱۱۷۹ھ)

جنگ گردوں نہ ہوئی آج بھی اصلاح پذیر
 ہاں کدھر لالے کا لیزہ ہے ، کہاں آہ کا تیر
 ہو سکے مجھ سے بھی جو کچھ سو کروں میں نہ قصور
 آخر ان نے تو نہ کی کام میں اپنے تقصیر
 کب تلک قید میں غم کی میں رہوں آنہ پر
 تا کجا دام قفس میں ہوں فلاکت کے اسیر
 روز میرا یہ کرے صرفِ نشاطِ آفاق
 تیرہ بھتی سے رہوں تنگ میں جوں وقت اخیر
 ۵ مگ سے بے قدر رکھے خوان پر آن کے یہ مجھے
 نان کو گریہ کے جو لوگ پروتے ہیں یہ تیر
 ہوئے خوش خوانی کی موقوف میری آن پہ تمیز
 جن کو ہولفہ داؤد بنوی صوتِ حمیر
 انقلاب اس کا کرے خاک آئے اک ہل میں
 فی المثل ہاتھ کہیں آئے جو میرے اکسیر

امتحان پہلے کمرے کاٹ کا اس کی مجھ پر
 قتل ہو جس کے کمرے تیرے یہ ظالم شمشیر
 ایک اس کا ہی نہ مجھ سے ہے یہ انداز سلوک
 بلکہ نالان ہیں سب اس سے چہ صغیر و چہ کبیر
 ۱۰ شاہ اکثر تھے کہ گردش میں ہوئے اس کی گدا
 اے ہا اہل دول دور میں اس کے ہیں فقیر
 پھر ہے لطف بھی اس کا کہ طرح فاروں کی
 اس کو ہے خطرۂ جاں دے یہ جسے گنجِ خطیر
 تا کچا لکھے غرض اس کی تعدی کا بیان
 کب تلک ظلم کے نثریں کیجیے اس کے تحریر
 کیا مناسب ہے مرے ہوں میں فلک کا روکش
 خون رویا ہے آغشتہ نہ ہو پنچہ شیر
 بڑھے اب کوئی لرزل بزمِ بستاں میں چل کر
 تا ابد ناز کمرے فوق پہ جس کے تقریر
 ۱۵ اک جہاں بادہ کشی سے ہے مری تو یہ پذیر
 اپنے عصیان میں بھی ہے مغفرتِ جمِ غفیر
 زخمِ دل کے ہیں طرح گل کی نہایت تازہ
 آہ اے مرغِ چمن دے نہ ہمیں یادِ صغیر
 مژدہ عروسیِ طالع کو کہ یوسف میرا
 ہو چکا خواہشِ کنعان و لحمِ مصر میں پیر
 مرنے مرنے بھی نہ یاں شکلِ رہائی دیکھی
 آہ اس زلف میں کس وقت ہوا تھا میں اسیر

کُوں نسیمِ نفسِ سرد کہ ہو عقدہ کشای
 آج چوں غنچہ گل ہوں میں قیامت دل گیر
 کیا بلا آئی کہ صورت نہیں بندھتی تسکین
 کیا ہوا آہ! کہ آرام نہیں شکل پذیر
 رو جدھر کیجیے اک آفت نو دست بہ جیب
 جس طرف جائیے اک تازہ بلا دامن گیر
 گر یہی شکل ہے اس دل کی تو کب تک یہ صبر
 ایک دن میں و درِ دولتِ نواب وزیر
 عہد میں جس کے گدا نعمت شاہی سے نفور
 دور میں جس کے بہ جاں کثرتِ دولت سے فقیر
 یعنی وہ آصفِ دولہ کہ کرم سے جس کے
 ہے ہر اک مورچہ ثروت میں سلیاں سے نظیر
 ہو گھر بار جہاں اس کے کرم کا نساں
 اس جگہ شرم سے تر آئیں کئی ابرِ مخیر
 ناتوانوں کو اگر زور دے اس کی قوت
 بل میں چوٹی کے چہے خوف سے روپاہ کے شیر
 کیا عجب پیر سے رکڑے وہ اگر دوش غرور
 جہان کے صحرائے عدالت کو جو اس کے فخر
 جی میں ہے یہ کہ حضور اس کے وہ بڑھے اپ نظم
 جس کی تحسین سے حضار کو ہووے نہ گزیر
 تو ہے وہ گوہرِ صافی صدفِ قدرت میں
 جس کا ہے بیختہ جوہرِ دانش سے خمیر

۲۰

۲۵

۳۰ جو کہوں حق میں ترے اُس سے ہے آگے تری قدرت
اے امیر ابن امیر ابن امیر ابن امیر

وہ جوان تو ہے کہ لنگارے جو میدان کے بیچ
حال اعدا کا نہ اک خوف سے ہوئے تغیر

ڈال دے ڈر کے سپر واں فلک کہنہ ستیز
گر ہڑے قبضے سے سرخ کے چھٹ کر شمشیر

شوخی تیغ کا تیری میں کروں ذکر سو کیا
لمحزہ کافر خواہاں کی ہے جس میں تاثیر

بے مدد ہاتھ کے چاہے وہ کہ اڑ کر لائے
ہو نہ جوہر سے اگر پاؤں میں اُس کے زنجیر

۳۵ حبذا قصر تری قدر کا جس سے کہ کھند
دایم اندیشہ خاطر کی رہے اپنی نصیر

کب گیا طفل تو عثم سوئے رفعت اُس کی
نصف رہ سے نہ پھرا اُس کی جو ہو کے وہ پیر

سخت حیراں ہوں میں تعریف میں گل گوں کی ترے
کیا کروں حق میں اب اُس برق سپر کے قہر پر

اک نسق ساتھ وہ چلتی ہے یہ اڑتا ہے سدا
پر غلط ہے جو کہوں باد کو اس کا میں نظیر

استحاج کرنے کو سرعت کا تو رو میں اُس کی
سامنے بھیںکے اگر ناوک اندیشہ مسر

۳۰ ہے یقین جلدی سے اُس کی کہ نہ جب تک وہ تھمے
بڑھنے پاوے نہ کبھو حد کہاں خالہ سے تیر

لیک جو کچھ کہہ کیا وصف میں اُس کے میں نے
 ہوئے جلدی کا نہ اُس کی یہ کبھو عشر عشر
 شرق سے چڑھ کے اسے پھینک دے کر غرب کو تو
 جانے آنے کا بھر عرصہ میں کروں کیا تقریر
 سائے سے اپنے وہیں آ کے ہو اس طرح دو چار
 جیسے دو آہوئے جنگی کی نکالیں تصویر
 تربیت کی ہو نظر تیری جو ذرے کی طرف
 ہوئے روشن گر آفاق وہ جوں مہر منیر

دل میں آنا نہیں اعدا کے کبھو وہم فضول
 جب سے بیٹھے ہیں ترے حزم کے ہر سمت خیر
 عقل کل یاد رکھے نقش کی اُس کے ترکیب
 جو عمارت کہ تری رائے کرے یاں تعمیر
 منہ ترے اس کا دیکھے ہے سدا حکم قضا
 مشورہ چاہے ہے تدبیر سے تیری تقدیر
 پس جو قبہ سا ہو کوئی اُس کی بھلا مدح و ثنا
 ہو سکے اپنے سے کیوں کر یہ نقیر و قطیر
 ہاں مگر اس کی وساطت سے وہ کیجے اب عرض
 جس تمنا سے ہے منقوش سدا لوح ضمیر

قبلہ گاہا! میں وہ ہوں اہل قلم سے جگ میں
 جان کی جس کی قسم کھانے ہے گردوں کا دبیر
 صاف گوئی کا نہ لے نام فصیحی میری
 تا نہ دے آب گہر سے وہ زہاں کو تطہیر

۴۵

۵۰

عرضِ دون اپنے فطائد سے میں جس جاگہ ہر
مولِ ردیوں کے نہ لے واں کوئی دیوانِ ظہیر
خطبہٴ نظم مرے نام ہے اب، یہ دعویٰ
ہے بجا عرش کے متبر یہ کروں میں جو دلیر
لیک کیا فائدہ اس سب سے اگر شعر مرا
گاہ و بے گاہ نہ ہو بزم میں تیری تقریر

وائے احوال پر اس سرخ چمن کے جس کی
گوشِ زدگیل کے نہ ہو شومیِ طالع سے صغیر

۵۵

چاہتا ہوں کہ جیوں آگے ترے پڑھتے یہ نظم
وزِ سروں تیری ہی تحسین سے ہوں شادی میر

قائم اب بس، کہ ہے یاں حدِ ادب حرفِ طویل
کر دعائیکہ یہ اس بات کی وسعت کو قصیر

جب تلک چشم میں عالم کی رہے عزت گل
جب تلک خار ہو نظروں میں خلالتی کی حقیر

ہا رب! احبابِ ترے شاد رہیں تا بہ ابد
ہوئیں پامال جو اعدا ہیں الٰہی بومِ ہبیر

(۴)

درمدح شاہ زادہ (سلیمان شکوہ، م ۱۰۴۳ھ / ۱۸۳۸ء)

سحر کو؎ پرورشِ کربہ؎ ہر تہی دل کی لکاء
کوئے تہی موجِ نفسِ ہر قدم لہو میں شفاء

۱۔ نسخہٴ رام پور میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۲۔ ہوں : ہو؟

۳۔ کہ (نسخہٴ رام پور، اجمن اور انتظامِ ہکرامی)۔

چھڑی سی بھولوں کی آنکھوں سے آکٹیاں تھیں زہیں
 چمن چمن گلِ حسرت سے لد رہی تھی نگاہ
 جو داغِ گریہ خون سے گرا تھا دامن پر
 بہ رنگِ لالہ کیا تھا میں زیبِ طرفِ کلاہ
 ہجومِ غم سے یہ صورت تھی مزرعِ دل کی
 ہو جوں گزار سے لشکر کے حالِ کشتِ تباہ
 عوضِ طرب کے لحمِ دل بھرا تھا سینے میں
 بہ جائے خندہ لبوں پر تھی بانگِ واویلا
 اگرچہ مہرِ خموشی لبوں پہ تھی لیکن
 کدربیں تھے دل سے تراوشِ ہزار نالہ و آہ
 یہ تیرہ بختی سے میری جہان تھا تاریک
 غلط کرے تھا خضرؑ اکثر اپنے گھر کی راہ
 مٹی ہی جائے تھی ہستیِ نفس کی جٹش سے
 بسانِ نقشِ قدم ہو جو باد کے سرِ راہ
 فلک نے تنک کیا تھا یہ راہِ عشرتِ دل
 چہ جائے عیش، نہ تھا زہرِ خندہِ خاطرِ خواہ
 نہ اس میں حوصلہٴ دل نے کی مرے تنکی
 کہ آخرش جو عقوبت ہے یاں بہ قدرِ گناہ
 ”عزیزِ طرح سے یوسف کی تھا میں پاں کس کا
 کہ اب فلک دے عوضِ اُس کے مجھ کو بھنت چاہ
 یہ کب تلک ہو کہ مانندِ مدِ ہے اک نان
 کروں میں کاسے پہ غیروں کے اپنی چشمِ سیاہ
 رہوں گرفتہ کہ۔ اں تک کہ مثلِ غنچہٴ گل
 میں سترِ جامہ نکالوں جو دے ہے اپنی کلاہ

۵

۱۰

یہ کون شومی ایام ہے کہ مہر صفت
کروں میں نور نظر خاکِ رو بہِ ہر درگاہ“

۱۵ اسی طریق سے کہتا تھا کچھ وہ حرف سخن
کہ میں کہا یہ آئے ”کالے الیس روز سیاہ !

یہ کون بات ہے ، تو اور گلا برائے معاش ؟
یہ کون ذکر ہے ، تو اور شکوہ بہرِ رفاہ ؟

بدن بہ پیرہن خاک کیا برا ہے کہ تو
تلاش جامے کو کرتا ہے اطلس و دیباہ

غذا بہ قدر تناول اگر ہوئی نہ ہوئی
ملے ہے کھانے کو خون جگر تو خاطر خواہ

مزد ہے اب جو ہم پہنچے سودۃ الہاس
کہ جوشِ سینہ سے کرتے ہیں زخمِ مرہم کاہ“

۲۰ یہ حرف جو ہیں زباں سے مری ہوا سرزد
کہہ آن نے کر کے برآشتگی سے بچہ بہ نگاہ

کہا کہ ”خیر جب اپنوں کا ہو یہ طرزِ کلام
تو جو کوئی کہہ ہیں بے گانے آن کا کہا ہے گناہ

یہی طریق جو بھایا تجھے تو بہتر ہے
یہ کیا ضرور کہ میرا بھی تجھ سے ہوئے نباہ“

کیا میں عزم کہ حاضر ہو پیشِ شاہِ زمن
کروں جفا سے زمانے کی التماسِ پناہ

زہے وہ شاہِ سلیمان شکوہ، جس کے حضور
کئی بہ آباد سلیمان کی شانِ حشمت و جہا

ز بس کہ عام ہے آس کا جہاں یہ جود و کرم
ہوا اس عہد مبارک میں یہ ہر اک کو رفاہ

لٹنا ہے دم جو نہ مارے کہاں ہے اب محتاج
گدا کدھر ہے کہ رکھتا نہ ہوئے ثروتِ شاہ

سمومِ قہر کی آس کے اگر ہو شعلہ فروش
عجب نہیں ہے کہ ہو زمہریر آتش گاہ

حضور آس کے لکھا چاہتا ہوں کچھ ایات
صریرِ خائبہ کدھر ہے کہ بولے ہسبم اللہ

جو لطف و خلقِ کرا ہو نہ آہوار چمن
تو رنگ و بو کو نہ تنگی میں ہوئے غنچے کی راہ

تری ہی ذات سے نازاں ہمیشہ عزت و شان
تجہبی سے سر بہ تفاخر کشاں جلال و جاہ

جو سر زمیں ہو سر افراز تجھ قدم سے وان
ہوائے دولت و اقبال کے آگے نہ گیاہ

گرفتہ نسبتِ آزادی سے ہے دل سرد
ہے جب سے داغِ تری پندگی کا زہبِ جباہ

۲۰۔ نسخۂ انجمن میں یہ تین شعر (۲۳، ۲۴، ۲۵) حاشیے پر لکھے ہیں۔

نسخۂ رام پور میں ان کی بجائے یہ دو شعر درج ہیں :

چلا میں وان کہ مدد جس کے آستانے پر

شکستگانِ جفا سے سپر کو ہے پناہ

جہاں جود و کرم یعنی میر بخشیؒ ہند

ہے جس کے عہد مبارک میں یہ ہر اک کو رفاہ

اس سے قطع نظر اگلا قصیدہ 'میر بخشیؒ' ہند' ہی کی مدح میں ہے۔

جہاں ہو قطرۂ بحر خرد ترا سواج
تو یم غرق ہے واں عقل کل کرے نہ شنہ
جو چشم شعلہ تری یاد عدل میں پھڑکے
ہریدگی نہ تھے تا رکھے نہ وہ ہر گاہ

۲۵ خیب جب ہے ہے عالم میں عدلت کا تری
ہوا ہے حال درلذ و گزلف کا یہ تباہ
کہاں ہے ہر کہ روہاء ہے نہ مانگے امان
کدھر ہے مار کہ چاہے نہ مورچہ سے پناہ
ہے انتہام تیا اس کا روزگار یہ فرض
نہیں ہے جی سے جو اس خاندان کا دولت خواہ
میں تیری سیف کے جوہر کروں سو کیا تقریر
کہ جس سے سیکھے ہے شوخی ہٹان کی تیغ نگاہ
چنان چہ فرض کریں تجھ عدو کے مفسر کا
زیادہ دور سے ہے نہ سپہر کے بھی کلاہ

۳۰ جو اس کو مارے تولیے جائے اس صفا سے کہ جوں
جدا ہوا تھا سر انگشت کے اشارے سے ماہ
یاں تڑپ کا ترے رخس کی کروں کیوں کر
جلو سے جس کے مدا دستِ وہم ہے کوتاہ
سوار ہو کے تو اس برق و ش کو ڈھلے جب
یہ تنگ ہونے ہے اس ہر جہاں کا جولان گاہ
کہ اس میں باگ تک آجکے تو ہے یقین کہ وہ
ہو ہار چرخ کے ایسا کہ مردمک سے نگاہ

اس اس بزرگی و خوبی کے ساتھ ہوئے جو شخص
 کب اس کی مدح کوئی کر سکے ہے خاطر خواہ
 یہ ہو اجازت عالی تو اب حضور کے بیچ
 کچھ اور وضع سے بولے یہ بندہ درگاہ
 خدا کا ! وہ میں ہوں کہ جس کی ہمت کو
 ہمیشہ شکل سے احسان کی رہا اکراہ
 جو شام منہ بہ در عافیت کھلا میرے
 دیا ہے وعدہ دل منتظر کو میں کہ بگاہ
 کیا نہ سجدہ میں مسجد میں، از پئے تعظیم
 ہوا نہ قامت محراب جب تلک کہ دو تہ
 فلک نے نعمت کو این دی ٹولی ہے میں یوں
 قبول کرتے ہیں جس طرح تحفہ مرجاہ
 ہر ان دنوں میں ہے اس اضطراب سے دل کا
 ہسانِ زورقی گرداب دیدہ حال تباہ
 یقین ہے منزل مقصود کو پہنچتا ہوں
 جو چند کام ہو ہمت تیری مرے ہم راہ
 خموش قائم ! اب آگے ہے بات حدادب
 کر اب دعا کے آہر^۱ طول حرف کو کوتاہ
 ہمیشہ جب تھی بحر جہاں میں مثل صدف
 گہر سخن کا رہے زیب و زینت افواہ
 عزار مجھ سے سخن سنج بہر مدح و ثنا
 تری جناب میں حاضر رہیں یہ فضل الہ

۴۵

۵۰

۱۔ یہ اور اس سے پہلا شعر نسطرہ رام پور میں نہیں ہے اور نسطرہ انجمن کے
 حاشیے پر ہے۔ ۲۔ آہر : اوہر

در مدح میر بخشی ہندوستان^۱

صبحِ عید تھی از بس فیوضِ چرخِ عموم
 زمیں کے ذروں نے حاصل کیا تھا نورِ نجوم
 جہاں کو شادی تھی آنے سے عید قرباں کے
 صلائے عیش و طرب دے رہا تھا ہر مغموم
 برنگِ شہنشاہِ دل آہستہ شغف تھی ز بس
 لبوں پہ گل کی طرح خندۂ طرب کی تھی دھوم
 فلک نے کی تھی سعادت یہ عام، تھا نزدیک
 ہو مستحیل بہ یمن رہا محسوسِ یوم
 تھی طرفِ کعبہ کی اس طرح مائل اہل حجاز
 ہو سطحِ عرش پہ جیسے ملائکوں کا ہجوم
 خزانِ دھر تھی یاں تک بہارِ خلق سے ساز
 نیابتِ دم عیسیٰ کرے تھی بادِ سموم
 غرض جہاں تھا خوشی سے تمام سالامال
 مگر میں ایک کہ جیسا کچھ ہے تبھی معلوم
 وہی رکھے تھا غم و دل وہی مصائب و جان
 وہی قدیم تھے اطوار وہی کہنہ رسوم
 یہ تلخ زیست تھی مجھ پر کہ آبِ چشمہِ خضر
 مرے مذاق میں رکھتا تھا طعمِ زہرِ زقوم
 کہے تھا جی سے میں گاہے کہ وائے قسمت بد
 کہے تھا دل سے کبھو میں کہ آہ طالعِ شوم

۵

۱۰

۱۔ اس منصب کے پس پردہ شخصیت پر بحث حواشی میں ملاحظہ ہو۔

جنہوں نے عزم کیا تھا حرم میں ہوئیں گے آج
 رہا تو ایسی سعادت ہے اب کے بھی محروم
 یہ کیا ستم ہے جو ظالم کرے ہے آپ پہ تو
 نہ ہوکا تپہ سا جہاں میں کوئی جہول و ظلوم
 جو زیست ایسی طرح خورد و خواب میں گزرے
 ہے عین مرگ کہ وہ زندگی ہے ہے موسوم ؟
 نہ قطع کر کے مری بات پر دالش نے
 کہا وہ حرف کہ جس سے یہ رمز ہو مفہوم

۱۵ ہر ایک چیز کا ہے اک بدل جہاں کے بیچ
 ضرور کیا ہے کہ اس مرتبہ ہو تو مفہوم
 جو شک کعبہ کو حجاج نے دیا ہوسہ
 تو آستانہ دولت کو جا کے اُس کے تو چوم
 کہ جس کا عدل ہے جب ہے جہاں پہ سایہ فکن
 رہا نہ ایک زمانے میں نام کو مظلوم
 وہ میر بخشی ہندوستان کہ جس کا مہیب
 رکھے ہمیشہ تزلزل میں کشورای^۱ روم
 جو ہوئے لطف ترا گرم معجزات قدیم
 تو دل عدو کا جو آغہ ہے ہو پگھل کے وہ موم

۲۰ قضا بٹھا دے آئے ایک دم میں مثل حباب
 نہ ہوئے اس کا تیرے جو آہاں محکوم
 میں کیا بیاں کروں قوت تری کہ روز وغا
 جو ہاتھ بچ کرے آئے بیل کی خرطوم

تو ایک جھٹکے میں تیرے یہ گرد سے مل جائے
 کہ خاکِ معرکہ چھانو تو ہو نہ پھر معلوم
 ترے ہی سائے میں شاداں مدام اہل فنون
 تری ہی ذات سے نازاں ہمیشہ اہل علوم
 وہ رمز کون سی ہے پردہ ساز خلوت دل
 کہ پہلے کہنے سے آس کو کیا نہ ٹپ مضمون

۲۵
 کدا کے سر پہ ترے ابر جود نے جس دم
 کیا نثار کھیر کا یہ وضع شکر قدوم
 تو مثل شاخ کہ بہان ہو خوشہ رز میں
 ہوا نہیں ہے وہ گوہر کے گنج میں معلوم
 خدا نہ کردہ جو برے ترا نہ ابر کرم
 ہوائے زیست ہو عالم کے واسطے مسموم
 میں کیا کموں کہ تری تیغ کیا قیامت ہے
 کہ جب تو کھینچے آئے شورِ حشر کی سی ہو دھوم
 یہ طور خود ہو ہراساں ہے جو کوئی موجود
 یہ جامے خویش ہو لرزاں ہے جس طرف معدوم

۳۰
 ہے وہ حسین ترا رخس جس کا وصف جہاں
 بیاض چشم پہ جی میں تھا کیجیے مرقوم
 ولیک چاہیے جس طرح آس کی سرعت سے
 کبھو خیال میں ٹھہری نہ صورت موعوم
 بس ہونے جو کوئی تجھ سا تو آس کی مدح و ثنا
 اگر میں چاہوں کہ کچھ کہہ سکوں ، تو یہ معلوم !

یہ کچھ جناب میں کہتا تھا مجھ کو مد نظر
سو اس کی عرض تھی یک گونہ نثر میں مذموم
بنا ہر اس کے میں لطفِ کلام کر کے خیال
کیا ہے اپنے مطالب کو اس جگہ منظوم

۳۵ خدا لگتا ! ہوں میں عزیز ہر کہہ و مہ
ز اس ہے شعر کی میرے تمام خلق میں دھوم
ہے کون ہند میں ایسا کہ جس کو نام مرا
نہ ہوئے نام خدا اک طریق سے معلوم
ہر اس سبب کہیں کرتا نہیں میں عرض ہنر
کہ مرتبے سے نہ کر جاؤں جوں گل مسموم
تری جناب میں لائی ہے قسمت اب مجھ کو
بقی ہے یہ کہ نہ جاؤں گا یاں سے میں محروم
ہر اس قدر ہے کہ چارہ شباب کر میرا
کہ ایک دل پہ ہے لاکھوں طرح کے غم کا ہجوم

۳۶ بس اب نہ طول دے قائم سخن کو غیر دعا
کہ ژاڑ خانی سے بہتر ہیں اب لب مغنوم
ہمیشہ جب تئیں عالم سے سعد و نحس کے یاں
اثر پذیر ہو خلقت پہ اقتران مجوم
جہاں کی ہوئے سعادت ترے نصیب مدام
بہ فضلِ حضرت بے چون و قادر قیوم

در مدح امیر الامراء

تا مائل ہے داد تری تیغ جفا ہے
 جو زخم کھلا تن پہ سو وہ دست دعا ہے
 اے اشک شتابی نے خبر میری کہ یہ خاک
 آتا ہے کوئی آہ کا جھونکا تو ہوا ہے
 نازاں ہے فلک اپنی تعدی پہ ، مرے پاس
 آجائے جو ایسے میں وہ ظالم تو مزا ہے
 بوجھو تو طبیبان جہاں سے کہ بجز مرگ
 کچھ اور بھی آزار محبت کی دوا ہے ؟
 ۵ کونالہ کہ سینے میں مرے کچھ تو ہوا ہو
 اس خائفہ کوتاہ میں دل سخت خفا ہے
 تا مستی کا احوال تری آن نے کیا گوش
 پیراہنِ کل صبح کی مانند کیا ہے
 جوں اشک ملا جائے ہے دل خاک میں کچھ آج
 کیا جائیے کس کی یہ لکاوں سے گرا ہے
 قائم تو غزل در غزل اس بحر میں اب کہہ
 جوں موج جو کچھ طبع میں فیروے سنا ہے
 ہر لحظہ ہے بے داد ہر اک وقت جفا ہے
 نے شرم و مروت ہے لہ یاں مہر و وفا ہے

- ۱۰ چھوڑے نہ تری برق لگہ خرمین طاقت
غمزہ ہی نہ تہجہ چشم کا کچھ ہوش رہا ہے
زلفوں سے تو ہر طرح بسر کی تھی لیکن
یہ سبزہ نوخیز خط اک تازہ بلا ہے
گردش سے نہ ہمال ہوا چشم کی جو دل
سرمہ وہ تری جنبش مڑکاں نے کیا ہے
اے مبدع سفاکی و اے کان جلالت
اتنا بھی ستم عاشق بے کس یہ روا ہے ؟
قائم سے جواں کو ترے کوچے میں جو میں رات
دیکھا تو وہ مشرف بہ ہلاکت ہو رہا ہے
- ۱۵ غش سے جو کبھو ہوش میں آتا ہے تو اس دم
کہتا ہے جو کچھ سر پہ سرے ہو سو بجا ہے
کچھ آپ وہ خواہاں نہ ہوا تھا مرے دل کا
صد منت و زاری سے میں دل اس کو دیا ہے
لیکن کہے اتنا کون اس شوخ سے جا کر
ہر اک پہ نہ کر ظلم ترے حق میں برا ہے
ڈرتا ہوں کسی کا نہ کرے حوصلہ لٹکی
یاں داد رسِ خلق اسیر الاسراء ہے
وہ عدل مجسم کہ جہاں لطف ہو اس کا
ہامالی سے وان سبزے کو صد نشو و نما ہے
- ۲۰ تا تربیت اقبال کی اس کے ہے جہاں پر
ہر چہد کے پر میں اثر بال ہوا ہے

کیا رمز شناسی کی کروں اُس کی میں تعریف
حیران سخن کہنے میں یاں فکرِ رسا ہے
ہو عکس پذیر آئینہ طبع میں اُس کی
وہ راز جو نظروں سے فلاطوں کی چھپا ہے

انجم یہ نہیں، دستِ کرم اُس کے سے ہر شب
لبیز گہر چرخ نے دامن کو کیا ہے
القصد غنی وہ ہے جو محتاج ہے اُس کا
فی الجملہ وہ ہے شاہ جو کوئی اُس کا کدا ہے

تحریر کراے خامہ حضور اُس کے کچھ ایات
تسکینِ دل کب ترے شایب کی ثنا ہے

۲۵

تو ہے کہ تری جاہ پہ تا آن نے نظری
ہر وقت تواضع سے قد چرخِ دوفا ہے

جب سے کہ ترا عہد ہے مژگاں نے بتا کی
دیکھا جو کوئی خستہ تو منہ پھیر لیا ہے

گزری ہے صبا تا چمنِ خلق سے تیرے
کچھ سرسری ما ربطِ آسے گل سے رہا ہے

ہر چند کہ وحشی ہے ترا رخس، پہ تشبیہ
آہوئے ختن سے آسے دیے تو خطا ہے

کہتا ہے جسے دیکھ کے ہر ایک شناسا
کوئی برق ہے، شعلہ ہے، شرارا ہے، یہ کیا ہے؟

۳۰

کس طرح محال اب کوئی سمجھے نہ خلا کو
جس جا پہ تصور اسے کیجئے تو ہوا ہے

پس جو کوئی تجھ سا ہو تو اب تو ہی کر انصاف
مقدور بشر اُس کی کوئی مدح و ثنا ہے ؟

پہر مجھ کو یہ سب کہنے سے منظور نہیں مدح
حاصل ہے جو اس بات سے میرا وہ دعا ہے

یا رب رہے تجھ سے دلِ یک خلق کو وائد
تا باد صبا غنچوں کی یاں عتدہ کشا ہے !

(۷)

درمدح (نواب) نعمت اللہ خاں (دہلوی ، متوفی ؟)

کہو عدو سے مرے اب رہے وہ فارغِ ہال
کہ یاں نہیں ہے سرِ کینہ و دماغِ جدال

کیا ہے سہج تیں ، جو ناگوار تھا دل پہر
وکیا ہے سہل تیں ، جو تھا مزاج پر اشکال

زیں ہوں نحو تغافل مثال آئندہ اب
نہیں ہے روکشی لیک و بد سے دل پہ ملال

بہ رنگ کلی لہ سنوں کچھ اگر ہوں گوش تمام
بسان غنچہ وگر سو زباں ہوں منہ میں ، تو لال

سبب ہے یہ کہ جو نا شاعر اب ہیں ہند کے بیچ
مر آمد آپ کو ہر فن کا بوجھ کر بہ خیال

ہے کون جس پہ نہیں کسرتے نسبت نقصان
کہ اس کے پردے میں اپنا ہو تا کہ عرض کمال

علی الخصوص رہ و رسم پیروی سے ہو کم
بسان ساپہ پڑے ہیں عبت مرے دنبال

ہر ایک جا ہیں ہجا گو وہ غائبانہ مرے
کہ رو بہ رو نہیں دم مارنے کی جن کو بھال
چناں چہ میں نے سنا ہے کہ ایک ننگ سخن
کرے تھا بزم میں اک عمدہ کی یہ قال و مقال

کہ جیسا چاہیے قادر سخن کا نہیں قائم
۱۰ ہے اُس کے عجز سخن پر سخن ہی اُس کا دال

اگرچہ دعویٰ "اولیٰ تو چاہتا ہے اسے
کہ ایسے سفلوں کی باتوں پہ کیجیے نہ خیال

برائے ہیں کہ غضنفر کے کیا مناسب ہے
کہ ناخن اپنے کرے تر، وہ لے کے خون شغال

پہ ہضم نفس کہاں تک کہ اب نہیں طاقت
کہ اس سے زیادہ ہو نیش زباں سے دل غریال

پس اب ہے جی میں کہ اپنا کسی کو بد کے حکم
کروں میں اُس سر بے مغز سے ہلا کے سوال

کہ آج کوئی قصیدہ ہو خواہ کوئی غزل
۱۵ جو قافیے کہ ٹیٹ سنگ لاخ ہوں سو نکال

یہ دیکھیں کون نکلتا ہے اُس کے عہدے سے
ولے نہ یوں کہ تامل کو دخل ہو فی الحال

اگرچہ یہ بھی عبث ہے، کہاں وہ معنی رس
جو ہم ذکر کے کرے رقبہ سخن کو خیال

مگر وہ داد دے جس کے حضور آئے سے
ہمیشہ طوطیِ رضوان کا شکستریں ہے مقال

نہال باغ خسرد ، یعنی نعمت اللہ خان
ہیں جس کے سائے میں نازان ہمیشہ فضل و کمال

کبھو وہ حرفِ لہ گفتہ ہوا نہ زیب دہان
کہ جس کا فہم نے آس کے کیا نہ استہال

۲۰

جہاں میں دست کرم آس کا تا زرائشاں ہے
ہے کون جس کو گدائی کا یاں ہوا نہ خیال

مدام صورت داماں ہے اطللس افلاک
ہمیشہ مہر کا پنجدہ ہے شکل دست سوال

ہے جی میں کہیے حضور آس کے کچھ پراس ڈھب سے
کہ آس کے صفحہ دل پر نہ بیٹھے گرد ملال

تیری ہی ذات سے روتی پذیر گلشن دیں
تجھ ہی سے سبز خمایاں دولت و اقبال

جدھر ہو دام ترے لطف کا ادھر مانی
بنائے طائر تصویر کے بندھے پر و بال

۲۵

علم کرے تو اگر تیغ اپنی روزِ نبرد
ز بس کہ خوف سے ارض و سما کو ہو زلزل

چوئیں سپر سے انجم بہ رنگ رشعہ سحاب
ہسانِ اجڑے لکڑیوں زمین سے اٹقال

نہیب عدل ترا تا ضعیف پرور ہے
ہوا ہے ڈر سے درند و گزند کا یہ حال

ہو آبِ سار کا زہرا جو دیکھے صورتِ مور
کرے ہے تب جو نظر بہر کو پڑے ہے شغال

۳۰

جو ناتوان کو قوت دے دست زور قرا
 ہو غس کے ہاتھ سے شعلے کو بیم اضحلال
 بیان وصف میں بچہ رخس کے میں حیراں ہوں
 کہ اب کہوں ایسے طاؤس یا لکھوں میں غزال
 کھڑا جو تھان پر آوے نظر تو وحشی ہے وہ
 وگر سواری میں دیکھوں کروں ہوں طیر خیال
 چنان چہ باگیں تو آچکے تو یوں وہ اڑتا ہے
 گویا ہے داسِ زیبِ آس کے واسطے پر و بال
 ولے ہے یہ بھی کوئی وصفِ آس کی سرعت کا
 کی وام برق نے جس کی تڑپ سے استعجال

۳۵

غرض جو شرق سے بھینکے تو آس کو غرب کی سمت
 وگر جنوب سے ڈھٹے تو آس کو سوئے شہال
 پہنچنے وقت وہ پہنچے ہے یوں کہ جیسے ہو وہم
 بھر آنے وقت وہ آتا ہے یوں گویا کہ خیال
 کروں ہوں قصرِ دعاۃ پر میں طول سخن
 کہ بس اب آگے ہے حدِ ادب حدِ حدیثِ مقال
 ہمیشہ جب تئیں یاں روز و شب کی گردش سے
 تمیز کرنے میں آتا ہے عرصۂ مد و سال
 بہ عیش و جشن بسر ہوئے رات دن تیرا
 بہ فضلِ حضرتِ پروردگار جلِ جلال

درمدح مرزا رفیع السودا (۱۱۹۵ھ)
(۱۷۸۱ء)

شب گزشتہ میں تھا کنج حزن میں گریاں
ہے بھرے 'تھے کئی موج اشک پر طولیاں
کیا تھا گریہ نے یاں تک جہاں کو زیر و زبر
کہ خوف غرق سے کشتی نشین تھا عباں
دیا نہ چین میں اک آن دیدہ و دل کو
کیا نہ ترک میں یک دم بھی گریہ و افغان
تمام رات میں رو رو کے اشک حسرت سے
پروئے تار مژہ بیچ گوہر سلطان
اگرچہ غم سے ہوا تھا مرا جگر سوراخ ۵
ولے ، میں نے کی طرح سے تھا دم بہ دم نالان
کہو تو روئے تھا میں صبر کے جوانی کو
کہو تھا ماتم حسرت میں زار و مرثیہ خوان
ز بس کہ خون ہی اس رات چشم روئے تھے
جگر کے ٹکڑوں سے جون گل بھرا تھا داماں
ہر اشک خون مرا غنچہ پہاڑی تھا
ہر ایک لخت جگر تھا بہ رنگ گل خنداں
غرض کہ اپنے غم و درد دل کی دولت سے
کیا تھا رشک ارم میں نے کلبہ احزان

۱- بھریں (نسخۂ رام پور) -

۲- قائم نے کئی موقعوں پر 'چشم' کو مذکر بالذہا ہے -

- ۱۰ بہ وضع خود میں اٹھا واں کی سیر کو یک دم
چمن طرازیِ دل پر بہت سا ہو نازاں
جلو میں کتنے غم و درد و رنج تھے میرے
رکاب میں کئی اک یاس و محنت و حرمان
کہ ایک بلبل بے بال و پر، طبیعت نام
نظر پڑی مجھے واں خاک و خون میں غلطان
نہ ایک دم تھی غم روزگار سے خاموش
ہزار دل سے زباں تک تھے شکوۂ دوران
غزل سرا تھی یہ اُس کنج انزوا میں بہ درد
طرح سے مردمِ ماسم زدوں کی نوحہ کثاں
۱۵ لے اب نسیم تو خوش رہ میں کوئی دم ہوں یاں
چراغ مضطرب الحال کی طرح مسہاں
میں ایسی زیست سے گزرا؟ کہاں تلک دم نزع
کہیں بھی مردن دشوار ہوئے گا آساں
کہاں ہے مرگ کہ چاک کفن کی فکر ہو کچھ
لگا ہی جائے ہے زخموں پہ تن کے رشتہ جاں
غرض تمام نہ کی تھی یہ بات آن نے کہ میں
کہا یہ اُس سے کہ اے پیشواے دل شدگان
کہاں سے سیکھے ہیں تو نے یہ نالہ جاں سوز؟
کہہر سے حالہ چڑھی ہے ترے یہ طرزِ بیاں؟
۲۰ میں دیکھتا ہوں تو اس وقت میں کم از سودا
کسو طرح سے نہیں ہے ترا بھی سوقِ زباں
غرض کہ سنتے ہی اس بات کے خفا ہو کر
کہا یہ مجھ سے کہ خاموش رہ بس اے ناداں

زہے شعور کہ ہم جس جان دونوں کو
جو سمجھے رہے ہیں الہام و سنگ کو یکساں
وہ عندلیب ہے اس باغ کا وہ جس کے حضور
عجائ کرنا ہے کہ ہو سبب طوطیِ رضوان
وہ الفصح الفصحا ، جس کے منہ سے کفر کی بات
جلا دے سامعہ کو جیوں ساعت قرآن

زہے پیغمبر اہل سخن ، کہ وقت کلام ۲۵
ہزار معجزے ہو بات سے ہوں آس کی عیاں

حضور آس کے پڑھا چاہتا ہوں وہ مطلع
کہ تا یہ حشر رہے یادگار اہل جہاں

مثال آئندہ تیرے ضمیر پر ہے عیاں
جو راز غیب کے پردے میں تھا ملک سے نہاں
ہے آشیاں ترے آس جا پہ باز فکرت کا
جہاں نہ جا سکے سیمرغ وہم کا بھی گہاں
ہسانِ حروف غلط صفحہ زمانہ میں
ہیں تیرے عہد میں بے کار ظلمت و حیوان

مداد تیرہ سے لاتا ہے مژدہ جان بخش ۳۰
قلم ترا کہ وہ ہے معجز آفرینِ زباں

ہزار حسن ، ہر اک بات کے تری صدقے
ہزار لطف ، ترے ہر کلام کے قرباں
ہو خشک خار کی مانند سامنے تیرے
جو عندلیب کسے وام برگِ گل سے زباں

وہ گلِ زمیں ہے شادابِ شعر کی تیرے
کہ پھولِ مند سے چھڑیں اُس کا جب کروں میں بیان
درِ بہشت کا کھٹا نظر میں اُس کی ہو سہل
جو دیکھے کھول کے اک مرتبہ ترا دیوان

سخن پناہا! ہو تجھ سے کی مدح، اور قائم؟
کسو طرح سے نہیں ہے یہ عقل کا امکان
پس اب دعا یہ میں کرتا ہوں اختتام سخن
کہ ایسے موقع میں سوئے ادب ہے طولِ بیان
الہی جب تئیں اوراقِ روز و شب کے آہر
براتِ ہستی کی لکھتا ہے کاتبِ دوران
جہاں سفینہ لکھا جائے روزگار کے بیچ
ہو چلے اُس پہ ترا نامِ زینتِ عنوان

(۹)

در مدحِ نوابِ عنایتِ خاں (م ۱۱۱۱۱۱)

کیا ہے جب سے تری معدلت نے چمک میں ظہور
ہے چار دانگِ جہاں امن و عیش سے معمور
عجائب کیا ہے کہ اب باز آہنی چنگال
کرے نگاہِ خشونت سے جانبِ عصفور
تو ہے وہ سایۂ احسان کہ جود نے تیرے
نشانِ فقر کیا صنفِ زمانہ سے دور
یجا ہے نامِ مبارک ترا عنایتِ خاں
کہ لت تری ہے عنایتِ جہاں پر بہ وقور

۵ ہو شمع رائے سے تیری فروغ جس جاگہ
 طرح سے روز کی روشن ہو واں شب دیہور
 ہے تو کہ پیش نظر ہیں تری لکھ کے تمام
 حرم غیب میں جو کچھ کہ راز تھے مستور
 جہاں ہو گرم ترا مطبخِ کرم اُس جاے
 ہے ماہِ نانِ فطیری و چرخِ کہنہ تنور
 نہ آبِ ہار ہو کر پرورش تری تو نسیم
 کرے چار سے اس باغ کی سلوکِ دیور
 خوشا یہ بازوے عمت خوشا یہ دستِ کرم
 کہ جس کے جود کے اوپر ہے نازشِ جمہور
 ۱۰ ہے اک جہاں ترے سائے میں اس طریق سے شاد
 کہ جوں کنار میں مادر کی طفل ہو سرور
 بیان میں جلدی کا تجھ رخس کی کروں کیوں کر
 کہ جس کی بادِ ثقیل کے سرائے سے ہے دور
 زہے وہ رخسِ سبک رو کہ سمِ ہسانِ حباب
 نہ ڈوبیں عرصۂ دریا سے گر کرے تو عبور
 ولہا میں نعرہ کرے گر تو کھینچ کر شمشیر
 ہو واں زہی کہ قیامت کا سا تزلزل و شور
 جو ذی حیات ہیں ہاتھوں سے جان کو لہا میں
 چنگھاڑیں کان میں دے آنکلیوں کو اہل قبور
 ۱۵ تری ثنا کو جو چاہے کوئی تمام لکھے
 نہیں یہ فکرِ بشر کا کسی طرح مقدور

ہر آس جگہ سے کہ تیری صفات والا کا
 جلانے سامعہ کرتا رہا تھا لت مذکور
 یہ چند بیت وسیلہ سمجھ کے میں اپنا
 ہوا ہوں آن کے جرأت سے باریاب حضور
 یقین ہے خالق سلیہاں نظیر سے یہ مجھے
 کہ دیکھے چشم عنایت سے سوئے تحفہ مور
 بس اب خموش ہو قائم کہ جانتا ہے تو اب
 ہے طول حرف کہان تک ادب کی شان سے دور
 ۲۰ کر اب دعا کہ جو ہیں بندگان با اخلاص
 ہمیشہ اس دعا و ثنا پہ ہیں سامور
 الہی جب تئیں آپس کے بیچ آمیزش
 رکھے ہیں خلقت انسان میں اناث و ذکور
 سدا جمیلہ دولت سے غفلت ہو تو یوں
 ہے جس طرح سے زن و مرد میں ہم دستور

(۱۰)

درمدح نواب محمد یارخان (امیر تخلص، ۱۱۸۵ھ تا ۱۲۰۵ھ)

نت ترے اس پر رکھے ہے نظر
 ہے اگر یاں قضا و کر ہے قدر
 کیوں نہ کہے تجھے شجاعت جنگ
 ہے شجاعت تری جہاں میں سر

لکھیے تیری ثنا تو جوں رگ کلی
 ہووے بالیدہ ہر خط مسطر
 باز و کنجشک ہوں سوانق ہم
 ہو ترا عدل جس جگہ یاور

تجہ سا روشن گہر نہیں دیکھا
 باز ہیں جب سے دیدہ اختر
 گر تری آتش غضب ہو بلند
 ہفت گردوں ہوں جل کے خاکستر
 کر کے تجہ طیبِ خلق سے دعویٰ
 خون اپنا کیا ہے گل نے ہدوا
 ہے نگاہوں میں تجہ سخا کے خفیف
 مالِ جمشید و ملکِ اسکندر
 جو کدا تجہ کلی کا ہے آس سے
 وام لیں سیم و زر کو شمس و قمر

کیوں کہ جلوہ دے چشم میں تیری
 وقت بخشش کے یک دو تودہ زر
 سال قاروں کا پاں نہیں رکھتا
 یک خدب ریزہ وار وزن و قدر
 سہم سے تجہ خدنگ کے ہر دم
 منہ پہ روکے ہے آسمان سپر
 روز میدانِ عدو کو لٹکارے
 میان سے لے کے تیغ کو تو اگر

کانچے دھشت سے پیٹے گردوں کی
 کوہ کی ڈر کے ٹوٹ جائے کمر
 گر نہ ہو مرکز زمیں پہ سدا
 ۱۵ حلم تیرا مشابہ لشکر
 اک جہاں کروٹوں میں گردوں کی
 ہوئے جون ریگ شیشہ زیر و زار
 تاکہ^۱ عالم سے معدلت نے تری
 ظلم کا برطرف کیا ہے اثر
 باغ میں بید کانتا ہے سدا
 خونی کیڑوں پہ کل کے کر کے نظر
 کہ مبادا کوئی کرے نہ گنا
 برگ سے لیے رہا تھا یہ خنجر
 ۲۰ تجھ سواری کا کیا کہوں میں شکوہ
 منہ کرے سیر کے لیے تو جدھر
 آئیں پیچھے لگے ہزار اقبال
 دوڑیں آگے ترے کروڑ ظفر
 ہو تری مدح کا جہاں خطبہ
 چاہیے عرش سے^۲ ہو واں منبر
 کل زمین جہاں پر ہے تری
 جون صبا جب سے عاطفت کی نظر
 کون اس دور میں ہے لالہ صفت
 کہ نہ رکھتا ہو ہاتھ میں ساغر

۱۔ تاکہ بمعنی جب سے ۔

۲۔ سی ؟ لیکن ہے شاعر نے 'منبر' کو مؤنث پانداھا ہو ۔

خورمسی کا ہر اک طرف ہے ورود
 غم نے باندھا ہے ہاں سے بارِ ستر
 ہاں مگر ایک میں ، کہہ جائے رقیق
 قوت اپنا کیا ہے خونِ جگر
 لت تہی دست ہوں میں مثلِ چنار
 گرچہ رکھتا ہوں سیکڑوں جوہر
 رو کروں کس طرف کہ عالم میں
 جس طرف جاؤں ہے کسادِ ہنر
 گوہرِ شاہوار واں کس کام
 ہو جہاں سنگِ قیمتِ گوہر
 وائے اس وقت پر کہ فرق نہیں
 خرقہ عیسوی سے تا جُلِ خر
 غویہِ جنس کیا کرے ہے پکار
 مشتری ہی کو جب نہ ہوئے نظر
 حسنِ شامہ کی ہو جہاں باطل
 واں ہے سرکیں برابرِ عنبر
 لیک یہ بھی ہے جائے شکر کہ اب
 ہے تو اک قدر دانِ اہلِ ہنر
 قائم اب بس اٹھا دو دستِ دعا
 ہے اجابت کی تجھ لبوں پہ نظر

یا الہی ! ہے جب تلک باہم
نسبتِ خاص خاصہ و دفتر
مجھ سے بہتر ہزار اہل سخن
لت ترے در پہ ہوں ثنا گستا
(۱۱)

در مدح نواب محمد یار خاں (امیر)
سنا ہے جب سے ناوک کا ترے ہم
تکے ہے منہ کو ارجن کے کھڑا ہم
جو تو کہنے پہ ہو، لے آ کے سرخ
ترے خنجر سے خون ویزی کی تعلیم
محمد یار خاں، شمشیر تیری
کرے گردوں کو اک ضربت سے دو نیم
حرمِ غیب میں تھا کون سا راز
کیا جس کو نہ تجھ دالشی نے تفہیم
صفائے ذہن سے تیرے، عرق میں
خجالت سے ہیں تر کافور و نسیم
کھڑے ہیں بزم میں تیری ہر اک سو
بسانِ شمع، اہلِ تخت و بیہم
زہس اہل قلم دفتر کے تیرے
ہیں سائلِ جود کے ہنگامِ نسیم
نہ لیں تازی سے تا اکثر کے معنی
مرکبِ کاف سے لکھتے نہیں سیم

- نظر میں آن کی مال اتنا ہے کم قدر
 کہے تو زر کو ہے ذرے کی ترغیم
 تری بخشش کے خطرے سے ہمیشہ
 سفید و زرد ہوتے ہیں زر و سیم
 لکھے کیوں کر کوئی تجھ رخس کا وصف
 یہ چنچل اور ٹھٹھکم حدِ ترقیم
 زہے آتش نژاد و شعلہ پرداز
 کہ لے ہے برق جس کی خو سے تعلیم
 کہیں مصدر اگر آخر سے اس کے
 تو ہو تاخیر سے مفہوم تقدیم
 ترے بدخواہ دولت کو ہمیشہ
 رکھے ہے غستہ جاں از بس تراہیم
 کوئی چہرے اگر سینے کو اس کے
 بہ جانے خون نہ کچھ لکھے بہ جز ریم
 دوتا کس واسطے ہے قاستِ چرخ
 نہیں کرتا اگر تیری یہ تعظیم
 یہ تجھ غیمے کی وسعت ہے کہ جس کی
 مساحت میں ہیں عاجز اہل تنجیم
 یہ دوری کہ لہ ہو گردوں کی تہی
 کہ بارہ برج سے کر لیں وہ تقسیم

ترے صحرائے نصفت میں ہم طیر
یہ ٹھہراتے ہیں اب از روئے تعجب

کہ جس بیضے کی خلقت میں رہے نقص
تو سیوے باز اُس کو پھر تسخیم
تجمل دیکھ کر کھر کا ترے کیوں
دلِ اعدا نہ ہو نالش سے دو نیم

۲۰

فلک نے جاہ سے اُس کے ہی لے کر
کیا ہے زیادہ تیرے سال پر جیم
وہ اندر کا اکھاڑا ہے ترا شہر
ہے جس میں چار سو خوبیاں کی تعلیم

کہیں مردنگ کی دھدکار کا شور
کہیں تن تن تن ، تادیم تادیم

ہے وہ بستان سرا تیری کہ تعریف
ہے جس کی برتر از احصائے ترقیم

۲۵

کہے جو جو کو اُس کی دیکھ اک خلق
کہ ہذا خلد و ہذا فیہ تسخیم

کرے تجھ سے کی کیا مدحت کوئی ، ایک
کچھ اک احوال تھا شایانِ تنظیم

سو کرتا ہوں آئے معروضِ خدام
بس از تبلیغِ صد آداب و تسلیم

خداوند! میں ہوں وہ جوہر پاک
ملائک پر ہے واجب جس کی تکریم

- ۳۰ جو طیب خو کا میری آشنا ہو
کل جنت سے گزرے غیر تسیم
کہوں گر میں حسابش (کذا) کو نباتات
مرزہ شربت کا دے مطبوخِ جلِ لم
تعالِ عرش جو دھوا کروں میں
کرے روح الامیں تصدیق و تسلیم
کروں سجدا نہ مسجد میں میں زہار
نہ تا محراب خم ہو پھر تعظیم
پہ تیرے لطف کا میں ہو کے مرہون
کیا ہے قصدِ خدمت جی میں تصیم
- ۳۵ نہ ہو ایسا کہ بعد از چند ایام
گروں رتبے سے جوں پارینہ تقویم
وہ چشم لطف سے مجھ پر نظر رکھ
کہ ہوں محسود وضعِ چرخِ درخیم
یہ قصہ مہر کا تیری مرے ساتھ
رہے لت شہرۂ چندیں اقلیم
بس اب قائم یہ کب تک ہرزہ بازی
آٹھا دستِ دعا ہر وضعِ تسیم
الہی ! تا لشیانِ جہاں ہر
ہمیشہ شاق ہو بذلِ زر و میم
کفایتِ خرچِ یک روزہ کو تیرے
نہ ہو ہرگز خراجِ ہفت اقلیم !
- ۴۰

در مدح نواب ہزبر جنگ

ہے نفع اپنی جنس سے زیر فلک محال
 کھولے گہرہ نجوم کی کب لائنِ ہلال
 کیا اعتدالِ جاہ پر اس دہر کی کہ مہر
 چنچے ہے جب عروج کو ہو موسمِ زوال
 ناسازیِ ہوائے فلک لیکوان سے دیکھ
 ہے روئے گلِ طباغیۃ بادِ صبا سے لال
 مرغِ آمیدِ خلق ہو کس طرح پر فشان
 ہے شاہِ بازارِ آفتِ ایام رہِ زوال
 کیا پرورش کی چرخِ سیہ کاسہ سے آمید ۵
 مشقِ گیہا دے کے جو کھینچے برہ کی کھال
 پس جائے کیوں کہ اس کی نہ گردش سے آک جہاں
 ظالم کی آسیا سے مشابہ پڑے ہے چال
 نقصانِ بدر سے ہے یہ روشن کہ ان نے یاں
 رکھا ہے اک اترار پہ دے کر کسے کمال
 کرتا ہے خاص کر کے یہ مجھ سے وہ راہ و رسم
 ناگفتہ جس کو آئے ہے خاطر پہ انفعال
 لیکن کرے نہ نالہ وہ مجروح کس طرح
 پہلو میں جس کے بند ہو تیرِ ستم کی بھال

- ۱۰۔ کچھ ربط ہے کہ ایک دل اور اس قدر ستم ؟
 کچھ دخل ہے کہ ایک سر اور اس قدر وہال ؟
 آخر نہ میں گیاہِ سرِ رہ ہوں اے سفیہ
 کب تک کرے گا مجھ کو تو پاؤں میں ہانمال
 کس گلخنِ خسیس پہ اُس کو کیا تو سبز
 کرتا تھا نازِ سدرہ و طوبائی پہ جو نہال
 یاں کے کسی ہنر سے جو دیکھے ہیں کچھ بھی
 جورِ پندر تھا پاکہ معلم کی گوشال
 القصہ چرخ سے تھی مجھے شب یہ گفت گو
 میں ہرزہ باغِ نالہ و وہ ہر سرِ جدال
 ۱۵۔ ناگا، ہیر عقل نے آ اک طریق سے
 دیکھے ہیں جیسے مردم مصلح کے تیں خصال
 با صد لیا ز و عجز کہا ”کلمے خردور آہ !
 کرتا ہے کس کسمینے کی تو بات پر خیال
 کیا چرخِ سفلہ جس سے گلا تو کرے ، کہ کب
 خاطر پہ کوہ کی ہو ہر گاہ سے ملال
 گو عرف میں کہاں کو کہیے نقیض نقض
 واقع میں ہو ہے چہرے پہ کب نقض سے کہاں
 لیکن سفاہتوں سے تو اس کی اسی قدر
 پاتا ہے گر مزاج میں اپنے کچھ اختلال

۲۰۔ اک عرض ہے بسج رضا گر کرے تو کوش
ہر چند مجھ کو آئے ہے کہتے تو انفعال^۱

اُس در پہ جا لہ جس کا کہیں سنگ آستان
مشرِ محک ہے دھرم میں معیار ہر کمال،

سو آ کے اب حضور میں پہنچا یہ روسیاء
یہ کہہ کہ بیٹھے صدر میں یا در صفِ نعال

تجہ سے کے کفش کن میں بھی جس کو ملے مقام
ہے اُس پہ رشک عرش معلیٰ کا احتیال

تو ہے کہ دیکھنے میں ترا ارتفاعِ قدر
ہاتھوں سے لیں ملائکہ نے پکڑیاں سنبھال

۲۵۔ کہیے ہزار جنگ نہ کیوں کر ترے تئیں
ہیں نت ہزار، جنگ میں تیرے کم از شغال^۲

دستِ کرم ترا ۵ و جہاں زرفشاں تو وان
یکساں ترے حضور کم و بیش کا ہے حال

جوں کل ہمارے ہاتھ جو یک مشت زرکویاں
تو دوں سے اشرف کے کرے تو آئے نہال^۳

۱۔ نسخہ ہائے الذیلا اُس ، وامبور و الجمن میں ہیں شعر ہے ، لیکن نسخۃ
ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کے بجائے اور نسخۃ الجمن کے حاشیے پر
یہ شعر درج ہے :

حق میں ترے یہ مجھ کو نظر آئے ہے صلاح
جوں ہوئے اس دیار سے تو کر کے انتقال

۲۔ نسخۃ وام بور میں یہ شعر نہیں ہے ۔

۳۔ یہ شعر نسخۃ ایشیاٹک سوسائٹی میں نہیں ہے ۔

نشو و نما دی کس کو نہ ہاں جود نے ترے
جز بھر وکان کہ شومی سے اپنی ہیں ہانمال
کیسے سے زر نکال کے جب سے ہسانِ آب
بہر بہر کے طاس و جام کیا تیں سیلِ مال

اہل خزانہ کون ما باقی ہے زیرِ چرخ
غجالت سے تر ہوا نہ جو حمام کی مثال

۳۰

نواب قیری تیغ کی برش کہوں میں کہا
دہشت سے جس کی رستم دستان ہوئے ہیں زال

مانا میں یہ، عدو ہے ترا کوہ سے دو چند
آوے جو کہ سپہر کی لئے کر وہ منہ پہ ڈھال

مارے جو اس کو کو تو کرے اس طرح دویم
تڑپھے جگر کہیں کو پڑا اور کہیں طحال

ٹہری چھری کی اور تو میں کیا کروں ثنا
ہاں سے ہر اس کے حسن کی خوبی تو کر خیال

جب دیکھتا ہوں اس کو کمر کے تری میں زیب
جی میں سرے بھی آئے ہے اس کا کروں سوال

۳۵

جب سے ترے خدنگ کا زیرِ فلک ہے سہم
منہ پر سے آفتاب کے ذرہ ٹلی نہ ڈھال

بازی سے گر عدو کے تو گھیرا کرے صحیح
ہو بند استخوان میں جھڑوں کے سبب جو بہال

بھکی لہو سے ہو وہ ہر پشت یوں نمود
دیکھے ہے ہاں کہا کے کوئی جونِ زباں نکال

مقبِ فلک پہ رکھے ترے حلم کا جو بوجھ
شہتیر کہکشاں کا لچک کر یہ ہوئے حال

- ۴۰ جیسے کہاں نرم کو دے دے کے خوب کند
ادبیچ سے اکھاڑ کے دیہے زمیں پہ ڈال
لک خلق کا ترے ہو اشارہ تو عنکبوت
رکھے ہزار پیل کو اک تار سے سنبھال
اصلاح میں ہے دھڑ کی تا معدلت تری
ہوں کم زیادہ جزو عناصر، یہ کیا بجال
خاشاک خشک، شعلے پہ گرواں رکھے ہے ہاتھ
ہاتا ہے نبض شاعری آتش میں اعتدال
دل میں رکھا ہے حق نے ترے رخس کے وہ تاؤ
شعلے کو جس کی گرمیِ خو سے ہے النفعال
لوہ کو آس کے لعل کے لیے کر اکر لہار
گھڑ کر بنائے پیکر مرغِ شکستہ بال
ہل مارتے نظر سے وہ اڑ جائے اس طرح
پہنچے نہ جس کو وہم سبک سیر کا خیال
لیکن جو کچھ کہ وصف ہیں آس کے حقیقتاً
آس کا بیباں ہو مجھ سے، نہایت ہے یہ محال
پھینکے تو آس کو شرق سے کر غرب کی طرف
ڈپٹے تو یا جنوب سے آس کو سوئے شمال
یوں جائے ہے لکل وہ کہ آتے میں آس کا رنگ
ملتا ہے آس سے راہ میں باہیں گلے میں ڈال
اتنی ہی غیریت تھی کہ یک رنگ تھا وہ اس
تبدیل ورنہ فشقہ سے ہوتے کفل کے خال

- خوبی پہ سونڈ کی ہوں ترے پیل کی میں مست
 دانتوں نے جس کے شوق میں باہیں دہاں نکال
 دیکھوں کھڑا جو آس کو تو ہے آہاں کا ڈول
 بیٹھا نظر پڑے تو کروں کوہ کا خیال
 لیتا کجک کے واسطے آس کی ، پہ کیا کرے
 نیچا بہت ہی دست مہابت سے ہے ہلال
 دیکھے جو آس کی جلّ طلا دوزیہ کہے
 دن کو کہاں سے چرخ نے تارے لیے نکال
- ۵۵۔ اس عظیم و شان پر ہے یہ ہائل کہ وقت رو
 عاشق کی جیسے جائے ہے گزری شہر وصال
 آئی ہے جب سے رائے مبارک تری ادھر
 سوقوف ہو جہاں سے مناہی کا اشتغال
 ڈھولک پہ ہر طرف ہے خلائق طبائع زن
 نھر ست دے ہے خلقِ طنبورے کو گوشال
 یہ چند شعر مدح جو تیرے کہے ہیں میں
 کیجوں کہ اس سے حرفِ خوشامد کا تیں خیال
 قائم نہیں وہ شخص کہ جوں شاعرانِ دوں
 ہووے کسی طمع پہ کہیں جا کے ہرزہ مال
- ۶۰۔ کتنی ہے یہ متاعِ فرو مایہ جہاں
 جس کے لیے قبول ہو یہ تنگیِ سوال
 سو بار مجھ کو چرخ تو دیتا تھا عزو جاء
 سن سن پر آس کی بات کو میں ہی دیا ہے ٹال

مرجاؤں گر میں پیاس سے دیکھوں نہ اس طرف^۱
 حیوان سے ہو جو پاس رکھا شربتِ زلال
 لیکن نہ ہوں میں کیوں کہ تری مدح کا حریص
 توہی پہ کہہ کہ ہو ہیں کہیں تجھ سے باکال
 لاولیٰ نہ ایک تجھ سا بشر پہ وجود میں
 ساریں جو چرخِ گنبدِ گردان ہزار سال
 ۶۵ یا رب! ہو جب تلک کہ زمانے کے باغ میں
 کلی سر پہ اک جہان کے، اور خار ہائمال
 عزت تری ہو مایہٴ تذلیلِ دشمنان
 دایم بہ فضلِ داورِ دادار بے ہمال

(۱۳)

در مدح نواب نصر اللہ خاں (سلطان تخلص، م ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء)

ہے لگاؤ دیدہ حق ہیں پہ تیری سب عیاں
 غیب میں جو راز تھا چشمِ ملائک سے نہاں
 ناصرِ دینِ بدحق ہووے نہ تو کیوں کر، کہ ہے
 نام تیرا آخرش نواب نصر اللہ خاں
 بے سبب کیوں گردِ گیتی رات دن پھرتے ہیں پہ
 گر نہیں ہوتے بلا گردان ترے پر آہاں

۱۔ نسخہٴ انجمن اور انتخابِ بلکراسی میں بھی مصرع ہے مگر لفظ ہائے
 انڈیا آفس، ایشیاٹک سوسائٹی اور رام پور میں یہ اس طرح ہے :
 مرجاؤں گر پیاس سے دیکھوں نہ میں آدھر

رائے نور کر تری روشن کرے جوں سپر
ہوئے شپر کا نہ غیر از سپر ہرگز آشیان

تار و بود معدہ ٹوٹے ہم دگر سے ہو کے سست ۵
گر نہ ہووے جود تیرا رزق عالم کا ضاں
کم ہم پہنچا ہے تجھ سا یاں خلق جب سے کہ ہے
ازدواجِ آسماتِ خاک و آبائے زمان
اللہ قصر کی تجھ قدر کے رفعت، کہ وہم
ہام تک اس کے لہ پہنچے تا لہ ڈھونڈے لردیاں
ہے شمیم خلق تیری جب سے طیب افزائے خلق
عنبرِ تر سے مشابہ ہے یہ سارا خاک دان
ہے زہاں زد خلق کے جب سے کہ تیرا عدل و داد
رکتھے ہے حکم فسانہ قصہ نوشیروان

بسترِ راحت یہ تا سویا وہ پھر سہلا نہیں ۱۰
ہے عجب فتنے کو تیرے عہد میں خواب گراں
ہو سراپا گوہرِ سودار ترا دشمن تو چرخ
ژالہ کردے اس کو تا دیکھے وہ ہر دم اک زمان
طبعِ نور کی تری مدحت رقم کرتے ہوئے
طرحِ ماہِ نو کی روشن ہوئیں کاتب کے ہنات
چیز کیا گردوں، لہ خواہش پر تری مارے جو چرخ
کیا بلا انجم، لہ جن پر حکم ہو تیرا روان
ہیں کہ جمعیت دی بخشش نے تری عالم کے تئیں
نہیں 'پریشان کوئی جہاں میں غیر زلفِ مہوشان

۱۵ مرغِ فکرت و ہمِ دور اندیش کا پہنچے نہ وان
طائرِ ہمت کا تیرے جس جگہ ہے آشیان

رفت گردوں کو تیرے جاہ سے نسبت ہے کیا
اس میں اور اس میں تو ہے فرق زمین و آسمان
اللہ اللہ تُغْیِیْر اَجَلال کا تیرے شکوہ
جس کے ہر ہر برج میں ہے وسعت کون و مکان
عرض و طول اس کا نہایت کم و گہرہ آستر
اس کے یجویہ کا کسرتی اطلس نہ آسمان

لہزہ بازی بیچ جب دیتا ہے تو نیزے کو بیچ
ابر میں خجالت سے اس کی برقی ہوتی ہے نہاں

۲۰ کیا لکھوں میں روزِ ہیجا اس کی دشمن ہر لشک
کیا کہوں میں زورِ بازو کی ترے تاب و توان

لختِ دل کب اس طرح مڑکاں میں ہوں عاشق کی بند
سینہ اعدا پرو لیتی ہے جوں اس کی سناں

جبذا تجھ رغش کا ہاکوں کے لہنے میں جال
جوں پر انشان ہوئے مستی بیچ طاؤسِ چناں

اس میں کر تک کرم ہو آیا تو بس اک ہل کے بیچ
یاں نظر آیا تھا یا پہنچا یہ آن سوئے جہاں

لیک یہ بھی ہے کوئی سرعت کا اس کلکوں کی وصف
دو قدم ہے جس کے آگے وسعت کون و مکان

۲۵ رو میں اس کے جی میں راکب کے اگر آوے یہ قصد
دیکھیے اس کو کہ پہنچا کس جگہ سے یہ کہاں

تا لکھ آس کی کرے عرصے کو مڑکان کے نہ طے
 طے کرے یہ عرصہ چندیں زمین و آسمان
 کیا کہوں تجھ تیغ کی ہرش کہ گر قبضے کو تول
 تو آسے گردوں پہ مارے ہر سہل امتحان
 کاٹ کر ارض و سما کو اس طرح گزرے وہ صاف
 گاؤں کے تن میں رہے باقی نہ تسے کا نشان
 غط سے غط تک فرق ہے آخر شناسا کے حضور
 کیوں کہ تجھ غط سے مشاہد ہوئے غطِ مہوشان
 خامہ^۱ یا ہے جو لکھ کر ڈال دے کاغذ پہ تو
 ہو قیامت تک وہ رشکِ سرِ نوشتِ مہبلان
 سخت حیران ہوں میں اس گھر کی مدیجہ میں کہ ہے
 مدح آس کی برتر از احصائے مدح شاعران
 باب کی ہمت کہوں تیرے میں یا دادے^۲ کا جود
 ہے کرم ابنِ کرم اول سے تیرا خاندان
 خوش ہے تو جس سے ، قضا آس کی خوشامد میں مدام
 جس پہ تو نا مہربان ، آس پر فلک نا مہربان
 قبلہ گاہا ! وقت آنے کے میں خدمت میں تیری
 جی میں یہ سوچا کہ کیا لے جاؤں یاں سے ارمغان

۱۔ نسطرہ رام پور میں یہ قصیدہ (اور دیوان) یہیں ختم ہو جاتا ہے ۔

۲۔ دادے : دادا ۔

نے کچھ اسبابِ جہاں سے ساتھ جز دستِ تھی
 نے متاعِ دھر سے کچھ پاس غیر از نیمِ جاں
 ہاں مگر لکھ لوں کچھ اک ایاتِ بے معنی و مست
 سو وہ یہ خواری کہ تیری مدح کے قابل کہاں
 ہے تُو اس فن کا بھی یہ ماہر کہ وقتِ حرف و گفت
 گنگ ہے اہل سخن کی رو برو تیرے زبان
 کیا میں زبرے کو کروں ارسال کرمان کی طرف !
 کیا میں بھیجوں تحفہ طوطی سوئے ہندوستان !
 عقل کل آن کی سماعت سے ہے حیرت میں اسیر
 جن سرائر کا کہ تیرا لفظی کسرتا ہے یہاں

رو برو تیرے سخن کا اپنے دینا شرح و بسط
 عرضِ حکمت کا ہے یہ پیشِ فلاطون زمان
 ہے تو خوبی کا سری بھی ہر طرف بازارِ گرم
 پر نہ آس جاگہ جہاں یوسف کا ہووے کارواں
 کیا میں اور کیا شاعری میری کہ خدمت میں تری
 اس متاعِ کم بہا کے ساتھ ہوں رطب اللسان
 پر ترے الطاف سے رکھتا ہوں اتنی چشمِ داشت
 ہو نہ تو اس گفت کو کوسن کے عجب سے سرگراں
 کیوں کہ وہ مرغِ چمن کس طرح سیرِ آہنگ ہو
 ایک مدت جس کو گزری ہے گرفتارِ خزاں

۳۵۔ بس کر اب طول سخن سے ہاتھ اٹھا قائم کہ یاں
 ہے درازی بات کی اکثر طبائع پر گہراں
 گردشِ گردونِ دون سے جب تلک بالائے چرخ
 ہوئے سعد و غمِ انجم یسج باہم اقتران
 لت ترے طالع رہیں ، یا رب ، سعادت سے قریں
 ہوں محوست سے ہمیشہ جنت اعدا توامان !

حکایات

(۱)

سلف کے زمانے کا تاریخ دان
یہ لکھتا ہے احوال وارفتگان

کہ ملک عجم کا تھا اک پادشاہ
خداوندِ دیہم و تخت و کلاہ

قضا کار وہ والی نام دار
ہوا درد قولنج سے بے قرار

طلب کی اطبا نے تجویز سے
طبیعت کی تلئین پرہیز سے

۵ ہر آس کو نہ ہوتا تھا کچھ سودمند
ہر اک لحظہ تھا درد آس کا دو چند

دوا سے نہ دیکھی جب آن نے فلاح
کی ارکانِ دولت سے اپنے صلاح

کہ دست دعا کیجیے گر طلب
بہ نسبت دوا کے مناسب ہے اب

کئی مل کے یہ اک قلندر کے پاس
کیا واقعہ آس سے سب التماس

کہا دست دعوت کروں میں دراز
اگر بادشاہت کرے وہ نہاڑ

۱۰ سنا شاہ نے جب گدا کا سوال
کیا دل میں اپنے یہ آس دم خیال

کہ جب جان ہی ہاتھ سے جائے گی
تو کس کام بھرو سلطنت آئے گی

اور ہے واقعی بھی جو سمجھے تو بات
کہ وابستہ تجھ سے ہے سب کائنات

غرض لکھ کے اقرار اک فرد پر
دیا بھیج آس مرد کامل کے گھر

رکھا آس کو، اور کر کے آن - وضو
دعا اس کے حق میں کی ہو قبلہ رو

۱۵ جو مسدود تھی رنج رود کے بیچ
ہوئی دفع کھلتے ہی سکہ کا بیچ

غرض پائی جس وقت آن نے شفا
لگا کرنے وعدے کو اپنے وفا

کہا مرد درویش نے کالے عزیز
اے چاہیے شخص پر بے تمیز

۱- نسخہ اشہالک سوسائٹی میں اس شعر کی بجائے دو شعر درج ہیں :

جو رود میں تھا السداد رباح
ہوئی دفع سے آس کے پاں تک فلاح
کہ گویا نہ تھا کچھ مرض کا خیال
طبیعت تھی پہلے سے بہتر بحال

یہ دونوں شعر نسخہ انجمن میں بھی عارضے پر پڑھائے گئے ہیں -

کہ خواہش میں اس سلطنت کی دے جان
جو وابستہ اک گوز پر ہے ندان

غرض یہ جہاں جاے یک چند ہے
عبث دل ترا اس جگہ بند ہے

۲۰ نہ کر فکر دنیا کہ باطل ہے یہ
نہ آلودہ کر دل کو باں ، دل ہے یہ

اگر ہے گدا یاں و گر بادشاہ
ہے دونوں کی زیرِ زمیں خواب گاہ

مصمم ہوا پس جو ہونا ہلاک
چہ برتھت مردن چہ بر روے خاک !

(۴)

سنا ہے کہ یک مردِ آزادہ طور
جز اپنے نہ رکھتا تھا اسباب اور

جہاں تھا وہاں فارغ البال تھا
ہر اک حال کے بیچ خوش حال تھا

کہا اس سے اک شخص نے کیا بعید
اگر ہم بھی خدمت میں ہوں مستفید

کوئی دن جو اس جا پہ کیجے معاش
معین کہیں ہوئے یک جاے باش

۵ کہا گرچہ یہ بات ہے بے وصول
ولے خوب ، خاطر سے تیری قبول

لے آیا یہ اس کو بہ طیب تمام
 دیا خاص کر اپنے گھر میں مقام
 یہ جب تک کہ اس گھر میں کرتا ائند
 در خانہ رکھتا سدا قفل بند

وگر واں سے جاتا کہیں ہر بہ کار
 کھلے چھوڑتا اس جگہ کے کواڑ
 کھلی جب کہ ہمسائگان ہر بہ بات
 سبب کردہ سائل ہوئے اس کے سات

۱۰۔ وہ ہم پر بھی کیجے اس عقدے کو صاف
 ہے وضع جہاں کا^۱ یہ کیا برخلاف؟

کہا غیر کہا اس میں اشکال ہے
 موافق تمہیں سے تو یہ چال ہے
 محافظ اسی گھر کے ہیں سب عزیز
 جہاں ہے کچھ اجناس یا نقد چیز

ہے پس کون سا یہ مرا اختراع
 کسی کے ہے کچھ، میں ہوں اپنی متاع
 غرض یہ کہ جو عارف اللہ ہیں
 وہ کیا ہے کہ اپنے سے آگاہ ہیں

۱۵۔ جو غافل تو کچھ سمجھے اپنے تئیں
 کوئی چیز یاں توجہ سے بہتر نہیں

سوا تیرے جتنے کہ اسباب ہیں
 خیالات بے ہودہ در خواب ہیں^۲

۱۔ جہاں کا : جہاں سے ۔

۲۔ لفظ رام پور ۔

(۳)

مے ہوں یاد وحشت کے عالم کی بات
کہ گزری تھی درد و تألم سے رات

سحر دل میں ہوئی خواہش سیر باغ
کہ ہووے اسی طرح دل کو فراغ

بہر حال جا کر جو پہنچا میں واپس
نظر آ گیا مجھ کو اک باغ باں

لے ہاتھ میں تیغ دیوانہ وار
درختوں سے کاٹے تھا وہ شاخ سار

۵ کہا میں کہ اے شخص کیا حال ہے
علی الرغم تیرے سے یہ چال ہے

مے لازم تجھے پیڑ کا ہالنا
نہ یک بارگی قطع کر ڈالنا

لگا کہنے ہنس کر کہ من اے فہیم
نہیں غالی حکمت سے فعلِ حکیم

نہ کیجئے اگر قطع یہ شاخ سار
نہ اشجار لاویں کبھی برگ و بار

شجر کو ترق ہو بڑھنے میں کم
نہ کیجئے اگر شاخ اس کی قلم

۱۰ مے منظور اس کاٹنے سے یہ حرف
کہ ثبوت کما کی نہ ابدھر ہو صرف

غرض آس کا سمجھا جو مطلب میں اور
معاً دل میں گزرا یہ کرتے ہی غور

ہے انسان بھی اس باغ میں اک شجر
علائق ہیں جنوں شاخ باہم دگر

کشاں ہے جو شے اس کو سوئے غلو
ہے اس طرفہ اشجار کی وہ سمو

کرے قطع جب تک نہ یہ شاخ سار
ترق اس عالم سے ہے سخت کار

۱۵ غرض ہیں تعلق ہی بے حاصلی
جو پیوند ہا بگسلی واصلی

(۴)

منا جانے ہے اک مہتوس کا حال
کہ رکھتا تھا نت کیمیا کا خیال

یہ کچھ کر کے دل بیچ اپنے قیاس
کیا ایک درویش کامل کے پاس

رہا آن کی خدمت میں تا چند سال
کیا ایک دن وقت پا کر سوال

اگر کیمیا آپ کو یاد ہو
تو بندے کو بھی اپنے ارشاد ہو

۵ کہا، ہے یہی گھر ترا مدعا
تو بہتر ہے دیتا ہوں تجھ کو بتا

یہ اجزا ہیں اس کے، تو جا کر لے آؤ
یہ ترکیب ہے، اس طرح سے بناؤ

غرض طور جب کر لیے سب یہاں
کہا اس میں اک شرط ہے دوہیاں

یہ نسخہ تو جس وقت لے کر بنائے
کہیں دل میں بندر کا خطرہ نہ آئے

کہا اس نے یہ بات ممکن نہیں
جو خطرہ ہو دل میں وہ جاوے کہیں؟

۱۰ تمہیں اس کا دینا جو منظور تھا
تو اس حرف کا کون مذاکور تھا

نہ سمجھا غرض اس کے رمز و نکات
کہ پردے میں تھی مردِ عارف کی بات

تو جب دل کو خطرے پہ قادو کیا
تو پھر ہشم ہے خطرہ کیسیا

(۵)

سنا ہے کہ دو شخص باہم تھے یار
ہوا آن میں سے ایک کو اقتدار

رہا دوسرا اپنی حالت میں تنگ
کہ پُوہیں ہیں نیرنگ دلیا کے رنگ

پکے را دھد تاج و گنج و سریر
برد دیکرے را پوزنداں اسیر

کیا یہ گدا اُس ٹونکر کے پاس
رفاء اپنی حالت کا کر کے قیاس

۵ قضا کار پہنچا یہ جب اُس جگہ
کہ اُس وقت مشغولِ طاعت تھا وہ

بدستور معبود بعد از نماز
کئے دست دعوت جب اُن نے دراز

تاسف سے اُن نے کہا، مے ستم
سمجھ کر غنی اس کو آئے تھے ہم

سو آپ ہی اسے پاں تو پایا گدا
کرے گا یہ کیا اپنی حاجت روا؟

غرض یہ بھی کہتا ہے جس سے کہ حال
جو کیجئے گا اب تو اُسی سے سوال

۱۰ وہی دے کہ دینے سے جس کے ہو کام
مے معلوم ساق کو ہر اک کا جام

تعیین لگانا ہے تیرا یہ قید
کہ آج عمر دیتا ہے، کل مجھ کو زید

اسی دام میں تیں گرفتار ہے
لجے حرصِ باطل سدا خسار ہے

وگر ہو کے مضبوط لک بیٹھ جائے
 یہ کیا معنی جو کچھ ہے آنا نہ آئے

بجز جس کے جینا تجھے شاق ہے
 ترا تجھ سے زیادہ وہ مشتاق ہے

۱۵۔ ہند قائم کے مانند اے بے خبر
 تنک اوکھے پڑنے میں اتنا نہ ڈرا

(۶)

ہے یوں یاد اک مرد عالی مقام
 رکھے تھا پسر، لیک سرف کمام

پریشانی نے اس کو دی تھی شکست
 ز بس زلف کی طرح تھا باد دست

غرض یہ کہ آمد جو معبود تھی
 معاش اس کی کچھ اس سے افزود تھی

بہر حال آن کس بیاید گریست
 کہ پیدا کند نوزدہ، مخرج پیست

۵۔ پدر نے جو حال اس کا پایا تباہ
 لگا کہنے اک دن نصیحت کی راہ

کہ اے جانِ باہا تو اپنا اگر
 رکھے دخل اور خرج مد نظر

تو کا ہے کوپاں تک ہو آشفته حال
 کہ اب زندگانی ہے تجھ پر وبال

ہے لازم ہو انسان کو جب عز و جاہ
رکھے روزِ درماندگی کو نگاہ

کرے کم نہ دولت میں اپنے تئیں
کہ یہ وقت خوش آج ہے کل نہیں

۱۰۔ میں سمجھا جب اس کے سخن کا مزل
کہا ذہن نے اس طرف انتقال

کہ اپنی بھی ہستی جو موعوم ہے
ثبات اس کا جتنا ہے معلوم ہے

بہت خوب ہے آج ہم بھی اگر
نہ ہوں کل کے احوال سے بے خبر

کریں حاصل اس زندگی بیچ وہ
کہ جس حال میں یہ نہ ہو، وہ تو ہو

دلا، بات قائم کی تیں گوش کر
کہ ہیں یہ خذف بہتر از صد کسر

۱۱۔ نہیں زلف و کاکل سے اس کا کلام
کہ وحشت کا ہر ہو الہوس کی ہو دام

ہر اس کو سننے جو یہ سمع قبول
ہے ممکن کرے کچھ سعادت حصول

نہیں اس میں گو شاعرانہ تلاش
یہ ہیں جمع باہم معاد و معاش^۱

(۷)

سکندر نے اک دن ارسطو کے ساتھ
کہا کائے شناسائے چند ہیں نکات

جو عالم میں پیدا و ناپید ہے
ترے بازارِ ادراک کا صید ہے

مجھے اس سخن میں ہے حد اضطراب
کہ رتے میں ہے پیر بہتر کہ باپ

کوئی دم تو جوں شجہ ساکت رہا
طرح گل کی پھر عنس کے آس سے کہا

۵ کہ ظاہر تو رتے میں دونوں ہیں ایک
بڑا تفرقہ ہے حقیقت میں لیک

یہ لطفے کا ہے باپ کے سب ظہور
کہ عالم بڑا اصل اپنی سے دور

ہوئی یاں گرفتاریِ قیدِ تن
نہ رُوے رہائی نہ راہِ وطن

وہ شہبازِ تجرید، جوں عنکبوت
ہوا پھنس کے جالے میں محتاجِ قوت

جب اس حال میں پیر نے کی نظر
کہ عیسیٰ وحل میں ہے مانندِ خر

۱۰ پریشان ہیں دو گوش، ڈالے ہے دم
ہے لرزاں ہر اک عضو اور ہوش کم

تکال اُس حقیضِ ہلا سے سلیم
کیا پھیر اوجِ فلک پر مقیم

غرض ہے جو منظورِ تہہ کو یہ حرف
کہ ہو موجِ زن بارِ دیگر یہ برف

تو کر فیض کا پیر سے اکتساب
کہ ہستی تری بچ ہے ، وہ آفتاب

(۸)

ہے یوں یاد مجھ کو کہ پیش از گمیز
رکھے تھا میں مٹی نہایت عزیز

پدر نے جو اک روز دیکھا یہ حال
دی مٹی کچھ اک لا کے گھر بیچ ڈال

پھر اس مرتبہ تلخ کی تھی وہ سب
کہ کڑواہٹ اُس کی زباں پر ہے اب

کچھ اُس سے جو لے کر میں کھائی کہیں
لہ دیکھا کبھو پھیر سوے زمیں

۵ نہ کرتا وہ یہ فکر گر اس طرح
تو مجھ سے یہ خو چھوٹی کس طرح

ہے تہہ سے یہی صحبتِ روزگار
کہ نادان ہے تو اور وہ دانائے کار

رکھا چاہتا ہے تجھے جس سے باز
کرے ہے ترے کند دندانِ آز

یہ تلخی ہے آس کی تو مت پھیر سر
کہ شیرینیں اس میں ہیں مستر

بخور ہر چہ آید ز دست حبیب
نہ بیمار دانا تر است از طبیب^۱

(۹)

حکایت ہے یوں ایک مشفق سے یاد
کہ تھے بین کاری میں وہ استاد

اک عالم کا مرجع تھا آن کا مکان
قضا را وہاں آئے اک نوجوان

کوئی دم تو آتے ہی وقتا کیا
بجائے کا پھر بین سروا کیا

انہوں نے جو دیکھے یہ اطوار خط
کہا، کچھ سمجھنے سے ہے تم کو ربط ؟

۵ لکھے کہنے ہنس کر یہ ہے کون حرف
میں اس کام میں کی ہے اک عمر صرف

چناں چہ فلانے جو تھے استاد
مجھے آن سے اک دل سے تھا اتحاد

سرے گھر بلا ناغہ آتے تھے وہ
میں کہتا تھا جو کچھ بجائے تھے وہ

اس صلح سے تھا سر حرف وا
کہ لے بین اک شخص وارد ہوا

۱۔ نسخہ ہائے رام پور و انجمن اور انتخاب بلکراسی (۸ شعر)۔

وہیں کر کے یہ آن سے قطع کلام
لگے کہنے اس ساز کا کیا ہے نام

۱۰. کہا اس کے دو نام ہیں سہریاں
سو کرتا ہوں خدمت میں دونوں بیان

اے بین بھی کہتے ہیں بعضے آوت
نہیں ہے یہ جھوٹے کے ماموں کی...

غرض ہے یہ اس نقل سے اے عزیز
کہ سمجھے تو رکھتا ہو گر کچھ تمیز

جو دعویٰ کہ واقع میں ہے بے اصول
نہیں غیر خفقت کچھ آس سے حصول

(۱۰)

منا ہے کہ اک سردِ عیار تھا
لپٹ ٹاک چوٹی گرفتار تھا

۰ کیا غیر صحبت میں یہ ایک روز
کہیں دب کے صادر ہوا آس سے گوز

یہ آنکلی سے ملنے لگا اپنی ڈھال
کہ ہو اس کی آواز کا احتال

کی اربابِ مجلس نے اس میں نگاہ
لہ بولا ہی اک شخص شوخی کی راہ

۵ صدا سے صدا تو ملائیں گے آپ
مگر ہو کو لٹا جلائیں گے آپ ؟

سو پنہاں کسر آس راز کو اے عزیز
 ہو قابل جو پوشیدہ ہونے کے چیز

نہیں جس کو جانے تو ہوگا یہ فاش
 نہ کسر آس کے اخفا کی ہرگز تلاش

کہ بشریت اس میں تو ہے عذر خواہ
 ہر آس میں گدھا بن ہی ہے خواہ ناخواہ^۱

(۱۱)

حکایت ہے اک زن سے یوں یادگار
 کہ تھی سخت اویاش اور ہرزہ کار

کیا اپنی آچا سے آن نے سوال
 کہ ہیں مرد ہر چار عورت حلال

ہے کیا قہر چار عورت اور ایک مرد ؟
 کہا آن نے سن اس کو بھر آہ سرد

خدا اور پیغمبر جو تھا مرد تھا
 ہمارا وہاں کون پُر درد تھا^۲

۱۔ نسخۂ انجمن اور تذکرۂ عشق و مبتلا میرٹھی و تذکرۂ بے جگر میں صرف
 پہلے پانچ شعر ہیں ؛ بعد کے تین شعر نسخۂ رام پور سے ماخوذ ہیں ۔
 ۲۔ نسخہ ہائے انجمن و رام پور ۔

مختصر مثنویات

(۱)

در ہجو کاذب

آہ کیا ہو گئے وہ لیل و نہار
کہ کہہ و مد کو جھوٹ سے تھا عار
راستی کو کچھ اس قدر تھا فروغ
جھوٹ کو بھی لہ بولتے تھے دروغ
جھوٹا ہوتا بھی تھا کوئی جو کہوں
تھا سک و خوک سے وہ زشت و زلیوں
یا اب اک وقت یہ الٹھا ہے
جو ہے اس وقت میں سو جھوٹھا ہے
۵۔ سہا اس گروہ کا سردار
جس کا ما محن فیہ ہے تکرار
ہے وہ ابلیس یہ کہ نت شیطان
جھوٹ سے جس کے مانکتا ہے امان
جھوٹ سے عشق ہے اسے یہ ہلائے
جھوٹ کتنے کی بھی ہو تو کھا جائے
ہے وہ جھوٹا غرض یہ تقم حرام
جس کو ہر دم ہے جھوٹ ہی سے کام
جھوٹ سے اس کہ ہے مزا پاتا
جھوٹے یاسن نہیں یہ دھلواتا

۱۰۔ نہیں یک ہل بھی اس کی چشم کوچیں
کہ نہ مارے کسی سے جھوٹے میں

ظالم و بے حیا و نا انصاف
کاذب و مفتری و وعدہ خلاف

اک گھڑی تو ہے اس کی دیر کمال
اب کہے جس کو اُس گزریں سال

اور کل جس کسی کو ان نے کہا
ہے وہ فردا تو وعدہ فردا

خلفِ وعدہ میں یہ وہ آفت ہے
اس کی سب جھوٹوں کو خلافت ہے

۱۵۔ کیوں نہ شائع خلاف ہو وس کا
گھر ہے دار الخلافہ میں جس کا

ہے یہ وہ جھوٹ بولنے والا
جھوٹوں کا سب جہاں کے ہے سالا

گر کسی سمت کو یہ فتح و ظفر
جھوٹ کو یہ کرے ہے قصد سفر

نوکر اس کے ہزاروں چھکڑے اور اونٹ
لا د کر بھیجنے ہیں آگے جھوٹ^۲

جھوٹ کا اس کے کیا کہوں لیکھا
ایسا جھوٹا تو میں نہیں دیکھا

۲۰ میں تو لکھا تھا جھوٹ کا دیوان
ان نے کائے سرے بھی جھوٹ کے کان

جھوٹ نہیں بولتا جہاں میں کون
لیکن ایسا کہ جیسے آئے میں لون
سچ کا دیکھا نہیں میں یہ کھاٹا
جھوٹ اس کا ہے لون میں آٹا

ہے وہ ناپاک ونس و شوم ولعین
جھوٹے ہاتھوں نہ مارے سگ کے تئیں

ایک کرتا ہوں میں نہ اس پر طعن
نص سے ثابت ہے کاذبیں پر لعن

۲۵ جھوٹ سے خوار ہو نظر میں عزیز
سب معائب میں جھوٹ ہے بد چیز

آری جھوٹی کو اعتبار کہاں
جھوٹی قالی سے ہے یہ بات عیاں

کون سا بات میں سری ہے دروغ
صبح کاذب میں کس جگہ ہے فروغ

ہوئے کیسا ہی خوش نما موق
جھوٹے کی قدر کچھ نہیں ہوق

باقی اب اس میں کیا معا ہے
ہاتھ جھوٹا جو ہو لکھا ہے

۳۰ اور سن اس کے چھوٹ کی اک بات
کہ دلائل سے جس کا ہے اثبات

اک مصاحب سے اس کے دو شہنہ
پوچھا میں کہ اے عجب دہرینہ
مجھ کو احوال سے ہے اس کے عجب
جھوٹا ہونے کا اس کے کیا ہے سبب ؟

کچھ میں سمجھا نہ اس سخن کو ہنوز
جھوٹ کیوں بولتا ہے یہ شب و روز

مجھ سے ان نے کہے ہیں جو اقرار
سیکڑوں ہی ہیں کیجیے جو شمار

۳۵ ایک ہے یہ زبان کا کچا
ایک دیکھا نہ ان سے میں سچا

بس نہ دلیا و دیں کو ہو جو مفید
وہ عمل اہل ہوش سے ہے بعید
بولا ، کہتا ہے بات تو کس کی ؟
بولنا جھوٹ ارث ہے اس کی

اک نہ جھوٹا یہ آپ ہی ہے لئیم
تھے یہ سارے کریم ابن کریم

باپ اس کا جو تھا بڑا نواب
تھا وہ نسلِ مسلمہ کذاب

۳۰ باپ کا تو سنا تیں اس کے نسب
حال ماں کا کہیوں ہوں اس کی میں اب

تھی وہ مشہور جگہ میں چاروں کھوٹ
کہ یہ چنگو ہے سب جہاں کی جھوٹ

جب کیا تھا یہ آن نے زشت عمل
جس عمل سے رہا تھا اس کا حمل

گرچہ نطفے کا رحم تھا جاذب
لیک تھی اشتہا اسے کاذب

درد زہ اس کو جب ہوا تھا شروع
صبح کاذب کا تھا وہ وقت طلوع

۳۵ جمع کذب اٹنے جس جگہ ہوں تمام
کہیوں کہ کاذب لہ ہو یہ تخم حرام

سارے اس گھر کا جھوٹ پر ہے مدار
کرم ہے یاں یہ جھوٹ کا بازار

کل ہی زبور جو اس کا ٹوٹا تھا
خوب دیکھا تو سب وہ جھوٹا تھا

روپے کے جو عصا رکھیں ہیں غلام
جھول کا ان یہ سب ہے جھوٹا کام

ہے جو کوٹا و گھر کناری ہے
جھوٹے کی اس کو خواستکاری ہے

۵۔ کفش زردوزی پہرے ہے یہ اگر
ہے وہ جھوٹا کلابتوں یک سر

ایسے جھوٹے کی باتوں پر تو نہ جا
ہو جو رخصت ہی پاں سے تو ہے بہ جا
لیکن اتنا سرا ہے تجھ سے سوال
کیوں کہ ہوتے ہیں شاعر اہل کمال

منہ سے کہتے ہیں جو یہ خوب و زیوں
ہے اجابت سے وہ سخن مقروں
وقت چلنے کے پاں سے پھر خدا
در پر اس کے کھڑا ہو کہتا جا

۵۵۔ کہ اے خداوندِ آسمان و زمیں
یہ دعا باز و مفتری و لعین

کب تلک خلق کو خراب کرے
بھنی راستاں شتاب سرے !

(۲)

در ہجو طفل پتنگ باز

ایک لوٹا پتنگ کا ہے کھلاڑ
ڈور میں اس کی ... ہیں ہزار

جس کو جانے ہے کچھ لکوں والا
اس کے پیچھے ہے آپ پنچھالا

کسی سے ان نے منہ نہیں موڑا
کل سرا نام کو نہیں چھوڑا

جس کا پورا نظر پڑے ...
کھائے وان گھرنیٹی ' یہ سو سو بار

۵ شوق کا کیا کہوں میں اس کے ڈھنگ
آپ یہ ہو گیا ہے شکل ہتک

ٹھنڈا ... ہے اس کے پیٹے میں
خواہ بیٹھے میں ، خواہ لیٹے میں

... کا ہے ... میں یہ کندنا
جون لٹکتا ہو ہندے میں پھندا

لام پروانہ کا سنا ہے ہتک
شمع داں ... ہو تو کیا اسے لنگ

چاہے جس دم ہتک آڑاوے یہ
اور مطلق ہوا نہ ہاوے یہ

۱۰ کسی بو ہائے سے وہیں جا کر
باد پیدا کرے ہے ... کر

مونڈھوں ہر ارکجا ملے ہے یہ جب
زرد اس کو دوبار کہتے ہیں سب

... کی ہے جہاں پر ان نے سبیل
اس سے جو لگ چلے نہیں اسے ڈھیل

گوڈ میں جس کی جا یہ ذرہ^۱ لیٹ
کھول پنڈے کو اور دکھا کر بیٹ

لینے فرصت نہ دے تنک اس کو
لوٹ لے سر سے ہانوا^۲ تک اس کو

۱۵ ... کو یہ جب کھجاتا ہے
یہ کشا ، وہ کشا ہتاتا ہے

کوئی کیسا ہی اس سے کٹیائے
آخر اس کو یہ بیچ میں لائے
اپنا عاشق یہ جس کو ہاتا ہے
آنکلیوں پر اسے بچاتا ہے

گاہ میٹھے کی چاٹ دے اس کو
گاہ کڑوا ہو کاٹ دے اس کو
بیچ میں اس کے جو کوئی آ جائے
ٹھیک یہ تب ہو اس کا جب سر کھائے

۲۰ کسی دننگل میں یہ ...
کہیں چپ آئے^۳ اس کو کیا امکان

کوڑے کس کس کے کھائے ہیں ان نے
ٹوبی والے آڑائے ہیں ان نے

۱- ذرا -

۲- ہاؤں -

۳- قائم کے نسخوں میں ”کہیں چپ آئی ہو“ ہے جس سے صریح
ساقط الوزن ہو جاتا ہے ؛ تصحیح قیاسی کی گئی -

یہ مزا کھر بہ کھر ہے جانے کا
جانہ پھرے' ہے چار خانے کا

نہیں جس ... کے پاس ازار
اس کو سمجھے ہے یہ لنگوٹیا ہار
لے دے جو تھاں اسے الاجے کا
وہ ہی محرم ہو اس کے ہاتھ کا

۲۵ شکر کرتا ہے اس کا جس تس سے
خوب کھاتا ہے جس سے یہ کھٹسے

عات قالوں میں گر رکھو اسے مولد
یہ چھمیا ہو اس جگہ سے بھی بولد
ہے بڑا ہی سیولیا یہ میاں
اس کا کاٹا چیا نہیں کوئی یاں

کرے لیجے سے جھوٹ کر وہ دم
تا نہ ہیچ اس سے کیجیے دھرم
جب یہ رکھتا تھا بدھی اور چوٹی
... لکھتا تھا پتلی اور سوٹی

۳۰ پاس کے آدمی کا یہ جی لے
خوب کئے نہ ہوئیں تا ڈھیلے

سوئے کچھ گر کسی کا کھتا ہے
اس کو دیکھے ہے اور یہ ڈھلتا ہے

دیکھا ان نے کہاں تنہا ہے کھڑا

کہ یہ واں کندے جوڑ جا نہ پڑا

آپا ہے اینچ کھینچ میں اتا

ہڑ گئی چھٹی ... جوں کتا

دیکھ اے صبر ہو سکے کس پر

دل ہو پتھر کا بھر بھرا اس پر

۳۵۔ سست ہو نک جو کام میں کوئی مرد

دیکھ کر اُس کو یہ کہے ہے بدرد

سچ ہے کیوں کر کھڑا ہو وہ تن کر

... جس کے لیے ہوں لولنکر

بیٹے بندے کو اپنے جوڑے ہے

منہ کھلاڑی ہے کب یہ موڑے ہے

اس کی باتوں کے کیا کہوں میں لکھاؤ

سیکڑوں یاد ہیں اتار چڑھاؤ

کس میں یہ کام ہیں کوئی کہہ دے

یار کو کالے ، غیر کو شہ دے

۳۶۔ دو سے آنکھ اس کی جس جگہ لڑ جائے

باپ بیٹے ہوں تو گرہ پڑ جائے

نک جو ڈھیلا کسی کو ستا ہے

سر کھڑا اُس کے گھر پہ دھتا ہے

... گو پھٹ کے چار پارہ ہو
تب ہی رہے یہ جب دو دھارا ہو

ہم غریبوں سے کس طرح یہ ٹہسے
جال یاں وہ نہیں کہ جس میں پھسے^۱

غوط دے ہے جو ہم کو دن دو چار
نہ کہو ہے ... سے بے زار

۴۵۔ بلکہ ثابت ہوئی ہے اس پہ یہ بات
ہکے کی مارے ہنکھ ہی ہیں بات^۲

... جس کا ... ہو اور وہ دہنگ
آسے کے دامن میں مارتا ہے یہ چنگ

ہم سے لشیے کی کیوں نہ ہو پھکڑی
لکڑی کے ناچتی ہے ہل مکڑی

اے دل اتنا نہ آس کے بیچھے کہہ
وہ تو ہر ... پہ کھائے ہے جھپ

بس نہ قائم زیادہ بات بڑھاؤ
جوں ہو سر رشتہ سخن کو گھٹاؤ

۵۔ جس کا زخمی کہے ہے آپ کو تو
اب بھی دیکھا ہے تو نے آس کو کہو

آدھے تختے پہ وہ ... ہے
ایک تکل پہ خرچی جاتا ہے

۱۔ پھسے ۔

۲۔ ہکے کی ... ، ہنکھ آئیں بات (سلسلۂ انجمن) ۔

ٹکڑا شیشے کا دو جو اس کے ہات
بھیر مانیہا چڑھاؤ ساری رات

یہ بھی اک طور کا کھلاڑی ہے
ہر کھلاڑی نے اس کی ... ہے

وہ جو معلم ہے لونگوں کا ہوا
دے گیا اس کو کل ہی کتکوا

ایسے کی ہجو کا ہو در بے تو
جانے بھی دے بہ ... مادر او

۵۵

(۳)

در مذمت گوزی

یاں جو کوئی غنی ہے یا محتاج
چاہے بہ کہ جانے قدر اناج

ہے یہ دانہ وہ گوہر نایاب
جس کی خاطر ہے اک جہان خراب

ہیں سدا چرخ میں یہ چرخ کیبود
اس لیے غا اے کسریں موجود

ابر لاتا ہے اپنے دوش پر آب
تا رکھے کشت خلق کو سیراب

ج چاند سورج کو رات دن ہے سفر
ہوئے تا پختگی سے اس میں اثر

برق یا باد جس کو دیکھے تو پاں
ہے اسی واسطے وہ سرگرداں

بس جو ان خواربوں سے ہو تیار
کیوں ، چوہل ہو یا وہ ماش ، جوار

کہا ہر اک جنس کو بدل کے سدا
تا ہر اک کے لیے ہوشگر جدا
نہ کہ اس طرح جوں بڑے لالہ
ہو ہڑائی کا ان کی منہ کالا

۱۰ اک نری ماش ہی یہ کھاتے ہیں
پاد کر خلق کو سڑاتے ہیں

بیٹھ دلترا یہ جب یہ ماریں پاد
ہوں کچھری میں منتشر افراد
گوڑ کو ان کے ہامے کر نہ خیال
بلکہ ان کی خورش کا دیکھ کے حال

جس طرح ہے طریقہ بے داد
... کرتی ہے رات دن فریاد
اُس ہوائے غلیظ کے مارے
ڈھے کٹے وان کے کنگرے سارے

۱۔ نسخۃ الجبن ، رامپور اور انتخاب بنکراسی میں یہ مصرع اس طرح ہے :

برق اور ہوا جو کوئی ہے یہاں

۱۵ بس کے پادے ہے متصل یہ مدام
... کی مہری گھس گئی ہے تمام

شش چہت میں جو کچھ بھری ہے یہ پاؤ
ہے سب اپک اس کے گوز کا پھیلاؤ

ہوئے جب یہ جہان کا احوال
کیوں نہ عالم کہے خلا کو حال

گر اسی طرح ہے یہ گوز بسیط
ہوں گے جوں باد سب جہاں کو محیط

بس ہیں جتنے جہاں کے اہل دول
دیکھ کر ان عفوتوں کا خلل

۲۰ عود و عنبر کی بُو ہے ہوں گے آداس
مجمروں میں جلے گا نت کرباس

اب تو پادے ہے جس جگہ یہ ہلشت
خاک ہی آڑ جا ہے واں کی پک دوہلشت

ہر جو کچھ دن بوہیں گذشت ہوئے
... ہے یہ تو کھود دیں گے کوئے

پادے کا زبس ہے اس کو مزہ
کشک حداد کی طرح سے سدا

منہ کوں جوں لٹاؤ کھول کر یہ لٹیم
ہر طرف سے کرے ہے جذب لسم

۲۵ تا کسی طرح کر کے قرض و ادھار
بادنے سے نہ ہو جسے بے کار

کیا کہوں اس کے بادنے کا میں شور
کس قدر بادنے کرے ہے یہ زور

شور سے بادتا ہے یہ یہ ہلا
... بڑ جا ہے جون پڑے ہے کالا

راہے تو کب اس کا جوڑا ہے'
یہ عجب طرح کا ہڈوڑا ہے

بیچتی تھی وہ ایک کوڑی گوز
مفت لاکھوں یہ دے ہیں سرھر روز

۳۔ کل کہے تھا کوئی یہ نادر بات
کہ کہیں تھے یہ اک مہوس سات

کیا کرے گا تو مشک اور دہیں؟
ساری باتوں کو ایک بس ہیں ہمیں

کیا ضرورت کہ جا کے پیش سنار
ایسا اک راز تو کرے اظہار

تھوڑے سے کولے^۱ ہوں جو آمادہ
دھونکتا پھونکتا ہے بھر زیادہ

۱۔ نسخۂ رامپور و انتخاب بلگرامی میں یہ مصرع اس طرح ہے :

راہے کب انہوں کا جوڑا ہے

۲۔ دہیں (نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی)۔

۳۔ کولے : کولے ۔

کو سہاگے کی کرج مت ڈالو
میر تانا تو مجھ سے گلا لو

۳۵۔ جوں سنا ان نے یہ کلام لطیف
ہنس کے کہنے لگا وہ مرد ظریف

واہ لالا جی تم میں یہ گن ہیں
بل بے وہ... جس کی یہ دھن ہیں

پیٹ ہے یا یہ پاؤ کا صندوق
... ہے یا سرریک کی صندوق

کیا کہوں اس کے گوز کی میں صدا
منہ کہاں جس سے ہو وہ صوت ادا

گاہ طوطی کا دے ہے چہکارا
کہہ یہ شدت کہہ گونجے گہر سارا

۳۶۔ گاہ اک ڈول پر دراز صفیر
کہہ اک آواز تند لیک قصیر

گاہ کھرتا ہے جہر ہر طرف
کہہ جو آپ ہی منے وہ ذکر غفی

۱۔ انجمن اور رام پور کے نسخوں میں یہ شعر اس طرح ہے :

گاہ کھرتا ہے جہر گاہ غفی
گاہ اثبات و گہہ کرے ہے نفی

دے ہے ہر وقت اک نئی آواز
گ... ہے یا یہ بلبلی شیراز

ہے جو قائم تہیے کچھ عقل و خبر
آ اب ان باد ہندیوں سے گزر

کیوں کہ آگے بھی پاں تھے اہل قنوں
کن نے باندھا ہے پاد کا مضمون

(۴)

در ہجو حجام

اب جو حجام اپنے ساتھ ہے پاں
سو یہ بھڑوا پلشت و کندا دھان

بولتے اس کے منہ سے آئے جو باس
گویا کھولا دھانڈ سنڈاس

اس کی بو مار کر کرے ہے ہلاک
موندے ہی موندے جب تیں کوئی ناک

کپڑوں میں سے جب آنے اس کے بھیک
پھر ہے کیا فاحشہ کی بھی خستک

۵۔ تن کی بوش کا اس کے بوجہ نہ حال
جیسے تیل کے کھنے کا دسہال

شوم و منحوس سوک سے بھی ادھر
زشت و مکروہ خوک سے بھی ادھر

شکل و صورت تو یہ لطیف و نکو
پس حجامت، سو جانتا ہی ہے تو

ہاتھ سے اس کے جس کے سر پہ ہے کھال
پللیے آنب ' کا سا ہے کچھ حال

اک اذیت نہ اس سے ہے ہم کو
کھا گیا مونڈ کر اک عالم کو

۱۰ اس کی قینچی کے کھولوں کیا پترے
گدڑیا جیسے بھیڑ کو کترے

چوٹیں رکھ کے مونڈے جس کا یہ سر
باق منگوانا گدھا ہی ہے پھر

سو تراشی کو جس کسی کے یہ آنے
آسترا سر پر اس طرح سے چلانے

درد کے مارے ہووے یہ احوال
ہگے بھوڑے سے جیسے کوچے ہال

غرض اک دن تھی میری کم بختی
جانے کیدھر نصیب کی سختی

۱۵ منہ سے نکلا کہیں سرے یہ کلام
خط میں بناؤں ، ہو اگر حجام

چوں ہی^۲ کوئی اسے ہلا لایا
لوگ بولے کہہ ہائے وہ آیا

نہ کہ بیٹھا یہ خیمے میں اک راست
خلق را مومے بر بدن برخواست

جہانکشا آیا آسمان و زمیں
چوں سور پہرے بن کھنڈی میں کہیں

زائو تہ کر کے پھر جو آ بیٹھا
دل میں اک میرے ہول سا بیٹھا

۲۰ ہر کہا سخت کر کے دل کو میں دوست
سر نہادم بر آئچہ خاطر اوست

جب کلوند ان نے باندھ دیا
پھر تو گویا گلے میں پھاند دیا

۱- الجمن اور رام پور کے نسخوں میں یہ شعر اس طرح ہے :

ساتھیوں سے کہا میں اپنے تمام
لائیں اصلاح کو مری حجام

نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی میں یہ شعر ہے جو نسخہ الجمن میں بھی ہے :

میں کسی سے کہا اک آدمی جائے

کسی حجام کو کہیں سے لہائے (لہائے = لے آئے)

نسخہ الجمن و ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کے بعد ایک شعر اور ہے
جو باقی دونوں نسخوں میں نہیں :

ہے حجابت کا آج جی میں خیال

باز دل کا ہے گر چہ سر پہ ہوں بال

۲- جوں ہیں (انڈیا آفس) جو ہیں (الجمن ، رام پور ، ایشیاٹک سوسائٹی) ۔

نہ اس آفت کے دیکھنے کو فقط
جمع مردم ہی تھے مڑے کے محط

اس مصیبت پہ تا کریں وہ نظر
نکل آئی تھیں 'چشم بھی باہر
روک کے دم' بولتا تھا ہجرہوں
جیسے دمڑی کی لڑکے کی چوں چوں

۲۵ میں جو دیکھا نہیں، کچھ اب چارو
آج اس بیٹی ج... نے مارا

اک گلے پر تھا ایک سر پر ہاتھ
ہو کے مضطرب تھے اس کے میں ساتھ

ہاھا آستا جی شرط ہم تم میں
بس کر اس بار اگلے اب جمیں"

لیک وہ بھڑوا کوئی مانے تھا
ہائیں ہشم اپنے کس کو جانے تھا
کو مرے با جیسے کوئی کچھ ہو
رحم آتا نہ تھا ایسے سر مو"

۱۔ آئیں تھیں (الہیا آس) ، آئی تھی (ایشائیک) ، آئیں تھیں (رام یور) -

۲۔ رو کے دم (بلگرامی) -

۳۔ جمعہ -

۴۔ نسخہ رام یور و انجمن اور انتخاب بلگرامی میں یہ معرکہ اس طرح ہے :

کام ہے اپنے کام تھا اس کو

۳۰ آڑے ہاتھوں جو ان نے سر کو لیا
سر لوشتِ ازل کو میٹ دیا

آلسو گرتے تھے جب وہ دے تھا فشار
گویا دالے تھے اشک و سر تھا انار

دیکھ کر میری یہ کچھ حیرانی
شرم سے آگندہ بھی تھا پانی

نہ کٹھوری کی ایک چشم تھی تر
سر بہ جیب آسترے بھی تھے پکسر

شالہ منہ سے رہا تھا انگلیں^۱ جوڑ
یعنی ہا ہا جگی جگی ، اسے چھوڑ

۳۵ موجنا اپنے ہالہ کر کبھی ہاتھ
حال میرا کہے تھا اُس کے ساتھ

کبھی پکڑے تھا منہ میں بال سے تن
کہ نہ مارا اس کو جی سے آج کا^۲ دن

زخموں کی زیادتی جو تن پہ ہوئی
ہر جگہ ہر چھپکی اُن نے روئی

بس کہ تن پر ہوا روئی کا وفسور
تھا روئی میں چھپا میں جوں انکور^۳

۱۔ انگلیاں ۔

۲۔ آج کے ۔

۳۔ لسخہ^۲ وام پور و انتخاب ہنگرامی میں یہ مصرع اس طرح ہے :

ہولی کا تھا یہ روسیہ لنگور

ہو چکیں سر پہ جب یہ آئیں سب
چاہا اُن نے کہ رخصت ہو جے اب

۴۰ قصہ جانے کا چپ لگا کرنے
حق خدمت طالب لگا کرنے

میں نفرت سے کہا ”ہے جو معناد
دے وہی چار پیسے کم نہ زیاد“

جوں یہ حرف آشنا ہوا لب کا
کہ وہ کافر تو پھر ما بھکا

بولا ”بس یہ بھی مسطری ہی ہوئی
اس سے دوڑنے کی تو لگی ہے روئی

یہ جو معناد آپ دلوئی
ہوتی نہیں جھ... کی بھی منڈوائی

۴۵ خوب اک شخص سے لیا نہ لیا
مفت ہی اپک سر میں مونڈ دیا“

میں جو دیکھا ہکاڑ کا اسلوب
جی میں سوچا کہ ہے مصالحہ خوب

تیں اگر اس کو اب نہ ڈالے گا
پھر یہ وہی آسترا نکالے گا

اب نہرنی کے گر دکھاوے کن
سر کھجانے کو پھر کہاں ناخن

جندری سے لاکتے تھے جو کافر^۱
وہی جھپکتے ہی^۲ قینچی بھی حاضر

۵۔ پھر نہ جانے کہ ہوئے کیا احوال
اب تو چندیا پہ ایک بھی نہیں بال
جوں توں راضی کیا میں اُس کے تئیں
کہ ٹلے سر سے یہ بلا تو کہیں
جیسے اے دافع ہلائے جہاں
خیر گذرائی اس بلا سے تو یاں
اب مثل سے بوجھیں تو اس کو نکال
جائے تا سر سے دوستوں کے وبال

(۵)

در ہجو خارش

خارش کی ہے اس ہوا میں یہ دھوم
چوٹا ہے ہر اک بہ شکل مجزوم^۳
لے خورد سے تا بزرگ سارے
مرتے ہیں اسی مرض کے مارے

۱۔ اس مصرع کا مفہوم اور عبارت سمجھنے سے قاصر ہوں : لفظوں میں اسی طرح لکھا ہے ۔

۲۔ وہی چمک نے ہی (لفظہ رام پور 'چمکتے کا' یہی املا ہے) وہ جھپکتے ہی (ایشیاٹک سوسائٹی) وہ جکتے ہی (انجمن) لفظہ انڈیا آفس میں 'وہ جھپکتے ہی' لکھا ہے ۔ پھر حال اس مصرع کا یہ حصہ بھی مشکوک ہے ۔

۳۔ قائم کے لفظوں میں 'مجزوم' ہے ۔

گر شاہ زمانہ ور گدا ہے
ہر یکہ اسی دکھ میں مبتلا ہے

کھجلی سے ہر اک ہے اب یہ مجبور
کھجلائے کا سر نہیں ہے مقدور^۱

۵ لچھن سے سبھوں کے جھڑ رہے ہیں
سر پاؤں سے مارے سڑ رہے ہیں

ہے پھنسیوں سے بدن کا یہ ڈول
آپا ہے گویا آب کو مول

سوچن چڑھی ہے ز بسکہ ساری
سر سے بھی ہوئے ہیں خ... بھاری

دو شخص جہاں ہیں گرم گفتار
کرتے ہیں یہی وہ ذکر و اذکار

چوٹ نہ قنط پھس رہے ہیں
چلے بھی تمام آپس رہے ہیں

۱۰ ہے پوست بدن پہ اس طرح سے
آپا ہو پرند جس طرح سے

پھوڑوں پہ ز بس کہ بالہ ہے ہیں لیر
ہر شخص ہے مثال^۲ (چتھڑیا) پیر

۱- نسخہ رام پور میں یہ شعر نہیں ہے اور نسخہ انجمن کے حاشیے پر ہے۔
اشعار کی ترتیب نسخہ انڈیا آفس اور ایشیاٹک سوسائٹی میں تو یہی ہے
لیکن نسخہ ہائے انجمن و رامپور اور تذکرۃ مجمع الانتخاب میں تیسرے
چوتھے اور پانچویں شعر کی ترتیب میں فرق ہے۔

۲- مثل (رام پور و انجمن) -

ہیں جلد بہ خطِ ریم یک سر
سانا بہ نقوشِ بھوج پتر

آلت بہ ہے پھنسیوں سے یہ گت
خنجر کا ہو دستہ جوں منبت^۱

مکھیوں کے هجوم سے ہو مضطر
جوں مکھی ہر ایک پٹے سے سر

۱۵ ہر کیا کسریں آڑی وہ نہیں ہیں
یک دم جو آڑیں تو پھر وہیں ہیں

اب مکھیوں میں یوں لدے ہیں مارے
جیسے کہ ہوں شہد کے ڈنکارے

ہیں^۲ لاحقِ حال طرفہ حالت
کہہ خ... کہجا ہیں^۳ گاہ آلت

یٹھے ہیں اور خالہ یوں چلے ہے
جوں ہوشی ہوست کو ملے ہے

مت جان تو چرخ پر یہ تارے
مڑتا ہے وہ پھنسیوں کے مارے

۱۔ نسخہ^۱ انجمن و رام پور میں یہ مصرع ہے :
جوں دستہ خنجر منبت

۲۔ ہے (رام پور) -

۳۔ کہجائیں (انجمن) -

۲۰۔ کھجلا سکے ہر ہلال سے کد^۱
 یک ناخن و آبلہ پہ بے حد

خشکی سے ہے ہوست کا یہ احوال
 جیسے کہ پرانے ہاتھی کی کھال

آنہتی ہے بدن پہ جب کیہو^۲ چل
 پھر ف.. بھی اُس جگہ ہے کیا^۳ مل

یوں کرق ہے قصہ گوشت ہر پور
 جوں وقتِ د... کیجیے زور

اک مچھی چھوٹے سے سو اس بھالت
 جوں سوئے میں کوئی چاہے ہے دالت

۲۵۔ پہلے ہی تک بھلی کٹے ہے
 پھر آخر کار تو بھٹے ہے

ہے دیر سے بس کہ جگ پہ یہ ہرج
 جو اس کی دوا تھی^۴ ہو گئیں خرچ^۵

۱۔ کب -

۲۔ نسطوں میں 'پھر' ہے - نسخۃ الجمن ، ایشیاٹک سوسائٹی اور لاکر
 مجمع الانتخاب میں یہ شعر نہیں ہے -

۳۔ نہیں -

۴۔ خرچ -

کھبرا کے کہیں ہیں اب پساری
چھوڑیں گے یہ ہم دوکان داری

کوفی کہے لائیں ہم کہاں سے
مہاب تو آؤ گیا جہاں سے^۱

نے رال رہی نہ لایا تھوٹھا
سب خرچ ہوا کھروں میں جو تھا

۳۰ گوگرد جو سرخ چاہو، تیار
پیدا نہیں لیک آدولاسار

حاکم کے تو جائیں ہم پکارا
شاہد کرے لیاؤ وہ ہمارا^۲

بر اس لیے وان سے ٹل رہے ہیں
کیوں آپ بھی^۳ وہ تو کل رہے ہیں

گر وہاں بھی دوائی^۴ کی طلب ہو
تو کیسی طرح کا یہ غضب ہو

ہیں سب سے زیادہ وہ تو محتاج
مشکل ہے جو ہوئے کوڑے میں کھاج

۱- نسخہ^۱ ابشیاٹک سوسائٹی میں اس کے بعد ایک شعر اور ہے جو نسخہ
الحین میں حاشیے پر درج ہے :

گو چھروں سے چو کو یا زگھوروک (کوچو؟)
مٹا نہیں ہم کو منسل اور چوک

۲- نسخہ الحین و ابشیاٹک سوسائٹی اور تذکرۃ کمال میں یہ شعر اس
طرح ہے :

حاکم سے تو ہم کریں یہ فریاد
شاہد کہ وہ اس ستم کی دیں داد

۳- ہی ؟

۴- دوا ہی (الحین) :

۳۵ قائم ہے مگر یہ کہے احوال
کہہ سن کے وہ کاٹے گا یہ جنگال

دل جمعی ہر اُس سے کب ہے بالکل
اُس کی بھی تو ہے زبان میں 'چل

(۶)

در ہجو کیچڑ "یسولی"

اے غائبہ یہ کہہ تیری ہے کیا فکر
کیچڑ کا یسولی کی ہے یہ ذکر

ہمراہ ہے ضرور اس سفر کو
ٹک باندھ کرہ سے تو کمر کو

ہے چوب تو اور میاں سب جوف
گو آب ہو غرق کا نہیں خوف

ہر صبح و مسا تو اے قوی ہاے
جھیلے ہیں دوات کے گل ولاے

۵ تنہا نہیں مجھ کو تاب و طاقت
ایسے میں ضرور ہے رفاقت

یہاں کیچ کا اس قدر ہے ہنگام
خشکی کا سنا نہیں کہیں نام

ٹکٹے ہے کوئی جو کھر سے ناگاہ
ڈھونڈے^۱ ہے وہ ہل صراط کی راہ

تک اس میں کیا جو پاؤں نے فرق
بک بار ہے سر سے پاؤں تک فرق

رستوں میں ہے خلق اس طرح خوار
جوں شہد میں ہوں مگس گرفتار^۲

۱۔ جاتے ہیں جو ان دلوں میں دوبار
اس طرح سے ہیں ذلیل اور خوار

اک خلق کا اڑدھام ہے ساتھ
پکڑے ہے کوئی کمر کوئی ہاتھ

کہتا ہے کوئی کہ ہل بناؤ
بولے ہے کوئی کہ ناؤ لاؤ

ڈھونڈے کوئی بارکش سے باری
دیوے کوئی چوٹڑوں میں جاری

اس میں بھی نہ لبھ سکی تو ناچار
بچھ کر کہیں رہ گئے وہ سر مار

۱۵۔ ہر چار طرف نفر کھڑے ہیں
کیچڑ میں میاں اندے پڑے ہیں

مت جان، ہے ہالکی جنھوں پاس
ہرگز نہیں کچھ آنھوں کو وسواس

۱۔ ڈھونڈے۔

۲۔ یہ شعر اسفند ایشیاٹک سوسائٹی میں نہیں ہے۔

آن کے بھی گئے ہیں کیچ سے ہوش
پہرتے ہیں ہمیشہ خالہ بردوش

رتھ میں جو کوئی سوار ہو یاں
وہ سب سے زیادہ خوار ہو یاں

چلتے کا کرے جو یک قدم میل
پھر چہے ، نہ رتھ ، نہ آپ ، لے بیل

۲۰ یاں تک ہیں چار زمیں کے گہرے
تا تختِ ٹرا کہیں نہ ٹھہرے

جو کلورِ زمیں کہیں ہیں مردم
سو بیل پہن ہوا تھا وہ گم

ٹھوڑا ہو جو اونٹ کا سا بوتا
سو کھی وہ جگہ میں کھائے غوطا

اور خم ہو زمین جہاں کم و بیش
ہاتھی کو ہے واں تو فکر در بیش

اللہ رہے شدتِ یکل و لائے
رہنے ہے جہاں خیال کا پائے

۲۵ اس راہ سے بھول کر کبھو آئے
بکری کی طرح سے شیر مہائے

خشکی سے ہوئی ہیں راہ یہ فرد
ونڈی جو رکھے ہے یاں کوئی سرد

دیکھ آس کو حواس جاگے ہیں چل
جس راہ چلے ، تمام دلدل

اوپر تو ہے جھیل اور تلے کو
آتی ہے ہر اک طرف سے تل رو

چھینٹوں کا زہن و فور ہے یان
کھڑے ہیں ہر اک کسی کے نشان

۳۰ دو چار جو بیٹھتے ہیں مل پاس
ہوتا ہے عجب مزے کا اجلاس

کیچڑ میں ہیں شور و شور اسے
چہلے میں بڑی ہو بھینس جیسے

ہر سمت جے ہے موت اور گم
ہر راہ ہلاکت و عفن و مکروہ

منتے تھے جو حفرۂ جہنم
سو گلیں^۱ ہیں یان کی آس سے کیا کم

قائم نہ سخن کو دے بس اب طول
نک سوچ کے کر تو فکر معقول

۳۵ آس جا کا کلا ہے تہہ سے زیبا
رہتا ہو ہلاس رائے^۲ جس جا

۱۔ گلیاں ۔

۲۔ ہلاس رائے سے متعلق بحث حواشی میں ملاحظہ ہو ۔

۷

در حجور شدت سرما^۱

سردی اب کے برص ہے اتنی شدید
صبح نکالے ہے کالپتا خورشید

چرخ کی اطلسی قبا پہ ہمیش
نہیں یہ کہکشاں، ہے دائد کیش

جتنا عالم تھا کاشمیر ہوا
بلکہ کہیے کہ زمہریر ہوا

ان دلوں چرخ پر نہیں ہے مہر
گود میں کانگڑی رکھے ہے سپہر

۵ کمر پڑنے کو کہتے ہیں سب یار
ٹھنڈے ہے جہاں کے دل میں غبار

لیک دیکھا جو غور کر کے میں آپ
لکھے ہے منہ سے آسمان کے بہا پ

دیں ہیں پوشِ زمیں کو باتوں سے جھاڑ
پا بہ دامن ہیں جس قدر ہیں پہاڑ

پانی پر جس جگہ کہ کافی ہے
سیز وہ شال کی رضائی ہے

۱۔ یہ مثنوی بھی غلطی سے سودا کے نام منسوب ہو گئی ہے اور کلیات
سودا (جلد دوم، ص ۹۴ تا ۹۵) میں شامل ہے۔ مطبوعہ کلیات میں
نسخہ قائم سے چار شعر کم ہیں۔

اس کہ یخ بستہ بحر بیچ ہے آب
برف کی ہے رکابی ہر گرداب

۱۰۔ عکس پانی میں یوں ہوا شکل پذیر
رہتی ہے زیر شیشہ جوں تصویر
نہیں ہے نہر باغ میں اس دم
جھڑ بٹ بھی بچ بچہ سے کم^۲
آب سے دل کو اس قدر ہے فرار
لہر پانی کی ہے گویا تلوار^۳
جب سے جاڑے سے بڑ گیا ہالا
سرد ہے داغِ عشق جوں لالا
اکڑے جاتی ہے دیکھ سنبل کو
کٹھری ہوئی جا ہے گل کی غنچہ میں بو

۱۵۔ دیکھ گل پر صبا نہیں برد
بھرتی بھرتی ہے ہر طرف دمِ سرد
یات جھڑ، شاخیں ہو گئیں لٹ لٹ
رہ گئے اینٹھ اینٹھ ڈنڈ سے ڈنڈ

۱۔ ہے۔ (سودا)

۲۔ تذکرۂ کلّواری ابراہیم اور کشن ہند میں یہ شعر اس طرح ہے :
ندی بر آ کے بیٹھے جو ہکلا برفوں سے اپنے اوڑھے ہے دکلا
۳۔ انڈیا آفس اور ایشیائیک سوسائٹی کے نسخوں اور تذکرۂ شاہ کمال میں یہی
شعر ہے ، رامپور اور کلیات سودا میں اس طرح لکھا ہے :
تغ سے کالتا ہے اب وہ چند آب میں اس قدر ہوئی ہے کزند
نسخۃ الجہن اور تذکرۂ شاہ کمال (اس تذکرے میں دونوں شعر یعنی
"آب سے دل" اور "منہج بھی کالتا ہے" الخ - ہیں) میں پہلا
مصرع اس طرح ہے :

منہج بھی کالتا ہے اب وہ چند

(نسخۃ الجہن میں 'بھی' محذوف ہے)۔

گر پڑے برگِ ناک جھڑ کے تمام
بیلیں سر سر رہیں اکڑ کے تمام

صبر صبر صبح جان کھوتی ہے
تیر سی دل کے پار ہوتی ہے
باد سے برگ کھڑکے ہیں اس بھانت
کسے تو باجئے ہیں دانت سے دانت

۲۰ جس طرف اب نگاہ جاوے ہے
جو ہے جوں بید تھرتھراوے ہے

کالتے ہیں درخت و ارض و جبال
موسم دے ہے یارو یا بھونچال
آگ بھی ٹھنڈ سے ٹھٹھرتی ہے
گودوں کے بیچ چھتی پھرتی ہے

بے حرارت ہیں سردی کے مارے
طرح نباتات کی اب انکارے
ہے بہ آفت چراغِ نک در ہے
لو ہے^۲ یا کھربائے شمعہ ہے

۲۵ جاڑا لگنے کا بج قلک ہے حرف
لٹی رہتی ہے تمدوں ہی میں ہرف
دیں ہے برباد ٹھنڈ سے یک دست
جو کوئی ہے سو آفتاب پرست

۱۔ گلشنِ ہند اور گلزارِ ابراہیم میں یہ شعر ہے :

باد "چلتی ہے بس کہ تند اور سخت
روز (و) شب کالتے رہے ہیں* درخت
["ہاؤ (گلزار) - "ترہیں ہیں (گلزار)]

۲۔ اصل متن "کو" ہے معنی ہے ۔ "ہے" تصحیح لہاں ۔

کفر کی مے سے مست ہے جو ہے

مرضِ آتش پرست ہے جو ہے

گر کسی مہروش کو دیکھے ہے

شیخ بھی اپنی آنکھیں سیکے ہے

دن کی کشتی ہے دھوپ میں اوقات

کالے کبیل میں رات کالے ہے رات

۳۰ رعد سردی کے ہاتھ گرم غروش

ابر، دوش ہوا پد بالا پوش

برف نہیں پڑتی ہو فلکِ نِداق

بھرے ہے واسطے زمیں کے لحاف^۱

شب جو رخشندگی پہ برق آوے

ابر میں یوں ٹھٹھر کے رہ جاوے

کیا کروں اُس کے حسن کو تقریر

چوں کسوٹی پہ سونے کی ہو لکیر

ہے گرفتارِ حال، ہے جو شخص

نہیں مل سکتے گرم ہو دو شخص

۳۵ گر کسی شخص کو مرض ہے اب

تو وہ جاڑے ہی سے کرے ہے تب

فرط سرما سے دیکھے جس کو

دست زیر بغل ہے مثلِ سبو

۱۔ گلشنِ ہند میں یہ شعر اس طرح ہے :

برف کوچوں میں یوں پڑی ہے صاف

چوں کہ آڑا ہے پتہ نِداق

کرے ہے ان دنوں جو کوئی سیاہ
 ماس سرے کے آگے رو ہے سیاہ
 بڑا سکڑے ہے نے کنار و نہ بوس
 زانو آغوش میں ہیں جاے عروس
 عیش کا دل میں کیوں کہ آئے خیال
 ٹھنڈے سے خ . . . چڑھ گئے ہتال^۱
 ۳۔ ہیں جو اب خانہ ہائے اہل دول^۲
 ہیں پڑے پردے، دھکے ہیں متقل^۳
 ایسی جاگہ^۴ نہیں کوئی خالی
 جس میں کدنا نہ ہوئے پا قالی^۵
 چرے^۶ ہیں سمور اور قائم
 سر سے لے پاؤں تک ہیں پشم میں کم^۷
 تس پہ^۸ جاڑے سے ہے یہ آن کا حال
 لاک سے چھوٹا نہیں رومال

-
- ۱۔ مطبوعہ کلیات سودا میں یہ شعر نہیں ہے۔ ہتال = ہاتال۔
 - ۲۔ متعموں کے گھروں میں آج اور کل (سودا، انجمن اور رام پور)۔
 - ۳۔ تذکرۂ کاشن ہند میں یہ شعر اس طرح لکھا ہے :
 - گر چہ سرما سے خاص و عام ہیں شل
 بر کپوں کیا میں حال اہل دول
 - ۴۔ جاگہ = جگہ۔
 - ۵۔ قالی = قالین ؛ کلیات سودا اور نسخۂ رام پور میں یہ شعر نہیں ہے ،
 نسخۂ انجمن میں بھی حاشیہ پر ہے۔
 - ۶۔ چرے = چرتے۔
 - ۷۔ ٹھنڈے سے بھینچے ہیں، ہم سودم ، (نسخۂ انجمن و رام پور) کہتے ہیں
 (سودا)۔
 - ۸۔ تس پہ = اس پہ۔

ریزشِ لرلہ ہے زس کہ عموم
رکھے ہیں منہ پہ رینٹ سے خرطوم^۱

۴۵ جھپکنا جاڑے کا جو جھینکیں ہیں
یک سخن ہے تو لاکھ جھینکیں ہیں

کوئی اب جا سے ہل نہیں سکتا
گھر سے باہر نکل نہیں سکتا

بھر جو کوئی لدان نکلے ہے
ٹھنڈ کے مارے جان نکلے ہے

لپٹے رہتے ہیں روٹی میں مجبور
جس طرح ناشپاتی و انگور

اہل حرفہ کو کیجیے جو نگاہ
کاروبار آن کا ہو گیا ہے تباہ

۵۔ پیٹ کمر سر کہتے ہے ہتھارہ
ہائے اب کیا کروں میں بے چارہ

صرف ہیزم کیا میں سب سامان
گرم ہوئے تنورِ خ... کہاں^۲

سقا بولے ہے بھر کے آنکھوں میں اشک
”ہارو پانی نکالو چیر کے مشک

آہ قنّاد بھر کے ہوں بولے
”بہی تھی نقد ہو گئے اولے“

دیکھو حلوائی کو جو بیٹھے کہیں
اُردی چھٹ کچھ دکان میں آس کی نہیں

۱۔ کلیات سودا میں یہ شعر نہیں ہے۔

۲۔ (گرم ہو پر تنور کاخ . . . درام پور و البین)

نوٹ۔ مصرع ثانی میں قافیہ نہیں۔ اس لیے ”کہاں“ تصحیحِ لباسی ہے۔

۵۵ لکھے ھے مرنے اب جو بے چارہ
یہی کہتا ھے ”ٹھنڈ نے مارا“

معرض ایسی ہی کچھ بڑی ھے ٹھنڈ
مٹ گیا زمہبر کا بھی گھنٹ

قائم ! آخر ھے سردی کا مذکور
شعر بھی گر خنک ہوں رکھ معذور

آگے جاتا نہیں ھے اب بولا
ہو گئی ھے زبان بھی اولا

(۸)

در ہجو اکول

اکب حافظ ہم سے آشنا ھے
کھانے کا وہ جی سے مبتلا ھے

ہر لحظہ ھے اس کو پیٹ کی فکر
کچھ کھانے ھے یا ھے کھانے کا ذکر

۱۔ سودا۔ (کلیات سودا)

۲۔ کلیات سودا اور قائم کے تینوں نسخوں میں یہ مصرع اس طرح ھے۔

نسطہ الذیا آفس میں ساقط الوزن ھے :

شعر بھی گر خنک ہو تو رکھ معذور

کاشن حد میں یہ شعر اس طرح ھے :

قائم اب سردی کا ھے یہ مذکور

شعر ہو گر خنک تو رکھ معذور

بھوکوں سے نہیں ہے اب آئے ہوش
دیکھا تھا جو کچھ ہوا فراموش

سب حفظ قرآن دے کے برباد
اک رکھی آید ”کلو“ یاد

۵ یا بھوک کی جھالچھ ہوئے ہر گاہ
ہر انتڑی پڑے ہے قل ۛوا لله

بلوائے کوئی جو اس کو مہیاں
کھراہے ، تو مفت کا ہے احسان

موقوف طعام پر مدارات
کچھ اس کی نہیں ہے گھاس یا ہات

جو آگے تم اس کے دھر دو کھا جائے
پکڑے کی طرح سے منہ چلا جائے

کچھ کھانے کو جب تک ہاتھ آوے
ہاتھوں ہی کو توڑ توڑ کھاوے

۱۰ حتیٰ کہ جو وقت کھانے کے آئے
کھانا نہ ملے تو مار ہی کھائے

از بس کہ یہ پیٹ کا ہے بندہ
کھانے ہی کا لت آئے ہے دھندا

جون آرسی لاوے جس طرف رو
دکھلاوے ہے پیٹ ہر کسی کو

کھانا اسے صبح و شام ، کچھ ہو
کھانے ہی سے اس کو کام ، کچھ ہو

ممکن نہیں جوں حباب چین آئے
گو بہول کے ہیٹ، دم نکل جائے

۱۵ فالوں سے زمیں رہے ہے مضطر
موت اپنی یہ سالگتا ہے اکثر

ہر شرط کرے ہے یہ خدا سے
مرے بھی تو دردِ امتلا سے
حسرت سے غرض کہ بھر کے وہ آہ
پڑھتا ہے یہ شعر گاہ و بے گاہ

خوش زیست بسر وہ کر گئے ہیں
ہیضے^۱ سے جو لوگ مر گئے ہیں
دیکھے ہے اگر کہیں بھری مشک
کھاتا ہے یہ بکریوں پہ واں رشک

۲۰ کہتا ہے خود شا نصیب ان کے
مر کر بھی بھرے ہیں ہیٹ جن کے

کاش اپنے گلے پہ بھی چھری ہو
ہر کیوں ہی شکم کی تو بُری ہو
جاتا ہے جو نان ہز کے پہ گھر
واں بیٹھے ہے جوں تنور کڑ کر

کھاتا ہے اگرچہ واں پہ بہ ذات
آٹے کی طرح سے 'مکی' اور لات

۱۔ تمام نسخوں میں اس کا املا 'ہیضے' ہے۔

ہر اس پہ وہ مار سب ہے اہوں
جاوے نکل اس میں گو ہلتن^۱

۲۵ ہو آتش معدہ دوفی برہائے
جوں آگ پہ جتنی لکڑیاں^۲ کھائے

کیا جانے اس کو کیا بلا ہے
کس مرتبہ صاف اشتہا ہے

جوں آئندہ قت شکم کے اوپر
ہاندھے ہی میں دیکھتا ہوں پتھر

دیتا ہے زہی کہ بھوک سے جان
لب کاٹے ہے بوجھ کر لبِ لال

ہوتا ہے کبھو جو کچھ میسر
ہوں ہوئے ہے اس کو کھائے مضطر

۳۰ چاہے ہے کہ وہیں سب نکل جائے
گو دست و دھان کچھ ہی جل جائے

آیا منہ میں سو پیٹ کے بیچ
الذہا ہگلا سے نکلے ہے کچھ^۳

۱۔ انڈیا آفس اور ایشیاٹک سوسائٹی کے نسخوں میں جی شعر ہے لیکن
نسخہ "الجمن" و رام پور اور انتخاب بلکراسی میں اس طرح لکھا ہے :
- ہر چھوڑے ہے روٹی کی یہ کب دھن
گو نکلے ہے مار سے ہلتن

۲۔ لکڑیاں (الجمن) -

۳۔ نسخہ "رام پور" میں یہ شعر نہیں ہے اور نسخہ "الجمن" میں حاشیے پر پڑھایا
کیا ہے -

قد سے بھی غرض کے کچھ دوہالا
جون چیلٹی آٹھائے ہے نوالا

دیکھ اس کا سلوک ہانڈی کے ساتھ
نت زیر زلیخ ہے ڈوٹی کا ہاتھ

شیریں یہ طعام دیکھے ہے گر
فرہاد کی طرح چیرے ہے سر

۳۵۔ جو علم کیا تھا ان نے تحصیل
سو بھوک میں ہو گیا وہ تحلیل

اب دے جو نظر میں نظم چلوا
پڑھتا ہے کہہو یہ نان و حلوا

کرتا ہے جو فنِ شعر میں غور
بھاتا ہے اچھے حلیم کا طور

گر آپ کرے ہے کچھ وہ تمیز
سو روٹی ہی ٹکڑے کی ہے تعریف

جب خوبیٰ ناں کرے ہے تکرار
پڑھتا ہے یہ مثنوی کے اشعار

۳۶۔ کالے' حضرت آفتاب روٹی
عالم ز غم تو لوٹ ہوئی

ہیں کشتہ ترے ہزاروں عشاق
گردن پہ ہے تیری خون ہوا اسحاق

آدم یہ ہو کیوں نہ قافیہ تنگ
دیکھے سے ترا یہ گندسی رنگ

ہکتے جوں لکے سے تہہ کو چتی
کب خال میں کیفیت ہے اُتی^۱

سکتے میں کنارہ بھولے سے جب
اس لطف سے کب ہو سبب غیب^۲

۴۔ القصہ یہ ہے وہ عاشقِ ناں
اک ٹکڑے پہ درے جو لاکھ ہو جاں

کھانے کو یہ کھائے گو کہ اک دیر
دوزخ کی طرح نہ ہوئے ہر سیر

بس قائم اب سخن سے کر بس
کیا اور تو کہے گا خاک یا بھس^۳

یہ وہ نہیں قصہ جو لیڑ جائے
غیر اس کے کہ تھک کے تو ہی غم کھائے

۱۔ اتنی (رام پور) -

۲۔ نسخۂ رامپور میں ۴۔ واں شعر نہیں ہے اور اس کے بعد کے باقی چاروں شعروں کی بجائے یہ شعر ہے :

آدم یہ ہو کیوں نہ قافیہ تنگ
دیکھے سے ترا یہ گندسی رنگ

۳۔ بے ہودہ زباں کو مت گھس (الغبن) بے ہودہ بویں زباں کو مت
گھس (ایشیاٹک سوسائٹی) نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی کا یہ مصرع دراصل
انڈیا آفس والے مصرع کی اصلاح شدہ صورت ہے ۔

(۹)

در ہجور بنگی

تھے اک بنگی لیکن سوآسوز ہے
کچھ افرات افروں نے کی ہر روز ہے

ہوا جب نشے کا نہایت طلوع
پریشان خیالی کی دل نے شروع

لگی سوجھنے ان کو ہستی و اوج
ہیں جیسے کہ مشہور بنگی کی موج

کہیں جس جگہ پر یہ بیٹھے تھے وہاں
تحائف کا ہر صنف کے تھا یہاں

۵ جو کھجلیوں کا آیا بنارس کے ذکر
اکے کہنے پہ کر کے دل بیچ فکر

کہ کھجلی یہ کس شکل سے کھائیے
مگر کتوے بنے اور آڑ جائیے

چلے یاں سے آڑتے یہ اس نہر میں
کتے بارے کوئے ہو آس شہر میں

آتر کر افروں نے ز روئے ہوا
لیا وہاں جو وہیں منہ میں کھجلا آٹھا

۱۔ نسخۃ واسپور میں یہ مثنوی نہیں ہے۔

۲۔ کہ موجی ہیں اس ہر اخضر کی موج (نسخۃ النہجین و اشیا ایک سوسالٹی)
یہ مصرع نسخۃ الدبا آفس والے مصرع کی اصلاح شدہ شکل ہے۔

کی حلوائی نے ان پہ جھپے کی چوٹ
یہ قین دینی کر^۱ ہو گئے لوٹ لوٹ

۱۔ زس زار و مجروح پایا الہیں
احبا نے مل کر آٹھایا الہیں

یہ گودی میں تھے دوستوں کی نڈھال
کرے تھا ہر اک ان سے تفتیش حال

یہ^۲ ثابت ہوا بعد چندیں درنگ
کہ آج آپ نے پی تھی تھوڑی سی بنگ

سو اس بات سے ہے یہ مطلب سرا
کہ لیں بنگ سے ہوج کوئی نسا

جو رکھتا ہے کچھ بھی تو عقل و حواس
تو مت ہو گدھا کھا کے ہر ایک گھاس

(۱۰)

در توصیفِ ہولی

دلا آج سچ کہہ تو، ہے کیا سبب
کہ جوں گنچہ ہر دل ہے عوِ طرب

نہ کل ایک بھولا ساتا نہیں
بہم لب کلی کا بھسی آتا نہیں

۱۔ یعنی قین سے کر کے ۔

۲۔ متن میں ”نہ“ انتخاب بلکراس میں ”یہ“ ہے ۔

آبھرتا ہے مستی سے مے کا حباب
ہے بالیدہ شادی سے موج شراب

نہیں آج حالت سے مستی کی دور
کہ جوں غنچہ آہلے دلوں سے سرور

۵ ہے لب ریز مستی چمن یاں تلک
کہ لوگس کی گردن کٹی ہے ڈھلک

ہزارا لیسے جام ہے انتظار
کھڑا ہے دکھے سر پہ خم کو کنار

کہ گر محاسب کا ہوا بدھر^۱ مرور
ہلاویں^۲ آسے یک دوساغر بہ زور

آترنے کا ہے کیف ، لالہ کو بیم
منے سرخ میں گھولتا ہے انیم

جہاں ہاتھ میں گل کے دیکھا ہے جام
طلب میں ہسارا ہے غنچے نے کام

۱۰ زس اہل عالم ہیں محو شراب
ہے ممنوع اس دور میں صرف آب

لہ جوں شیشہ اک تن کو دیکھے گاتو
کہ ہووے لہ مے سے وہ پُر تا کلو

۱۔ ایدھر ۔ ایدھر ۔

۲۔ 'ہلا دیں' بھی پڑھا جا سکتا ہے ۔

۳۔ دوکان کی بجائے 'دکان' کا وزن ہے جیسا کہ عربی میں مستعمل ہے ۔

ہے مستی سے یہ حالِ عالم تباہ
کہ سلا نے گم کی ہے مسجد کی راہ

جو وصلہ کہ زاہد کے ہاں خاص ہے
ہے دوکانِ خمار میں رہنِ مے
جو اب ذیر کی راہ سے آئے ہے
دبے پاؤں قاضی لکل جاٹے ہے

۱۵ ہم رند و زاہد مے آشام ہیں
مگر یہ کہ حول کے ایام ہیں

خوشا موسمِ عیش و عہدِ نشاط
کہ عالم کو ہے یاں تلک انبساط
جو بڑھیا غم قوت سے تھی خرف
بھاتی ہے دن رات چلتی سے دف

ہے کیا ان دنوں تنگ دستی سے عار
اک عالم کا ہے فائدہ مستی شعار
اگر حالِ دریا بہ کیجے خیال
عجب کچھ ہے واں کے اعزہ کا حال

۲۰ کھلا رہ گیا ہے دھانِ صدف
لب جو سے جاری ہے مستی میں کف

جو تر کر کے بھاگی آئے موجِ آب
ہے بچھے لیے قمتے کو حباب

یہ غالب ہے گرداب پر وجد و حال
کہ جز رقص بھولا ہے سیدھی وہ چال

عجب کیا جو یہ حالتیں ہوں ہدید
نہیں عالمِ آب سے کچھ بعید

دُنوں کا زمیں شور ہے ہر طرف
ہر اک کان باجے ہے مانندِ دف

۲۵۔ نہ تنہا زمیں کو ہی زلزال ہے
یہی آہاں کا بھی احوال ہے

ستاروں نے ہر سمت کھینچی ہے صرف
بغل میں لیے ماہ بھرتا ہے دف

لہ اک زہرہ ہے محو خنیاگری
بجاتا ہے مریخ بھی خنجری

ہے خوشے سے پروں کے روشن یہ بات
کہ اکٹھا ہوا چوٹی کا یہ سات

جہاں گھر سے باہر ہو مہرِ منیر
ملے صبح چہرہ کو اُس کے عبیر

۳۰۔ نہ مشرق کا گوشہ شفق سے ہے لال
ہے جھولی میں افلاک کی یہ گلال

جسے چرخ و انجم کہیں ہیں عوام
ہے اک خوانِ بُر قلموں سے تمام

۱۔ نسخۃ الدیاء آئیں میں یہ شعر نہیں ہے۔ باقی قیون نسخوں میں موجود ہے۔

ہر اک سمت عالم میں ہے شور و شر
 ہے ہر باخبر آپ سے بے خبر

نہ واعظ کو مسجد کے منبر سے کام
 نہ مسجد میں اب مقتدی، نے امام

ہے کتوال شہر اس قدر بے وقار
 کہ نت آس پہ بھٹیاریوں کی ہے مار

۳۵ زاس ہر گلی میں ہے لڑکوں کا شور
 ہے کیچڑ میں ہر راہرو شور بھر

جو با آہرو یاں ہے، دو لاپ وار
 نت آس کے گلے میں ہے جوئے کا ہار

لیسے ہاتھ پھکاریں^۲ خوب رو
 دکھیں ہیں ہر اک سمت چندیں غلو

کسی ہر کوئی چھپ کے پھینکے ہے رنگ
 کوئی قلعوں سے ہے سرگرم جنگ

کسو نے لگائی ہے کوئے میں کہات
 کہ بازی میں خلوت کی ہیں لاکھ بات

۱۔ نسخۃ الشہانک سوسائٹی میں اس کے بعد ایک شعر ہے جو نسخۃ انجمن
 میں بھی حاشیے پر بڑھایا گیا ہے :

اک عالم کا از بس ہے خر ہر جلوس
 ہے لایاب بستی میں چوہری کو بھوس

۳۴۔ نگاہیں کسو کی ہیں یاں حرف جوش
 ہے ابرو سے کوئی اشارت فروش
 کسی کا کوئی کھولتا ہے نقاب
 کوئی محو بازی میں ہے بے حجاب

ہے ڈوبا کوئی رنگ میں سر بہ سر
 ققط آب میں ہے کوئی تر بہ تر
 زہں رنگ کی ہر طرف مار ہے
 جہاں یک قلم زعفران زار ہے
 دعا پر کر اب قصر قائم یہ حرف
 کہ طول سخن تجھ سے ہے بس شگرف^۱

۳۵۔ الہی ہے جب تک کہ یہ شور و شر
 ہو عالم میں عولی سے باقی اثر
 کنور کے سبب چاند پور میں مدام
 رہے برج سے چوگنی دھوم دھام

-(۱۱)-

در توصیفِ ہندوق^۲

جہاں میں جس قدر ہیں آلتِ حرب
 ہر اک میں رکھی ہے اک شکل کی ضرب
 لگے ان میں سے جس کا زخم کاری
 ہو جینا رستمِ دستان کو بہاری

۱۔ یہ شعر نسخۃ رام پور میں نہیں ہے۔

۲۔ یہ مثنوی صرف نسخۃ انجمن میں ہے۔ اس کا عنوان خود میں ہے
 قائم کیا ہے۔

غرض گذرے ہیں جتنے اہل ایجاد
ہر اک اُن سے تھا اپنے فن کا استاد

ہے جو اُن کا عمل عالم میں جاری
رہا اک نقشِ بہر یادگاری

۵ کہہ دیں اُس کی ضرور دیکھ کر داد
کہیں وضع کو اُس کی آفریں باد

خصوصاً وضع کی ہے جن نے ہندوق
بنایا ہے عجب صورت کا معشوق

کہ جب چاہتی ہے کوئی اس کو لگاوے
شم اعدا سے جی تسکین پاوے

مشہاس اس کے لبوں میں ہے یہ رکھی
اڑے پھر بیٹھ کر جس پر نہ مکھی

ہے سرتاپا وہ یہ محبوب جان کی
نہ اُنھے چشم جس سے دیدہ باں کی

۱۰ ہدف نے جب سے کچھ اس کو ہے جانا
کیا اس کا نہ اک دل ہے نشانا

ہے یاں تک اس کا وہ ہر دم رضا جوے
نہ پہیرے منہ اگر غربال سب ہوے

ہے یہ وہ دل ہر آتش طبیعت
کہ آتشِ خصم ہے جس کی حیت

لپٹی 'اگر نہ جرات سے وہ اس سانہ
قضا پر بند تھے محمودی کے کیوں ہاتھ

ہے گل داں اس کا اس صورت کا گل ہو
کہ لہجہ رکھے^۱ اگر اس میں تو گل ہو

۱۵ اگر ہے باغ کا جنت کے بھی خار
ہو^۲ کیا ممکن ہو گل اس سے نمودار

مگر کانٹے کا ہے اک اس کے معمول
چہیے^۳ یہ جس جگہ واں سے جھڑیں پھول

یہ ظاہر گرچہ وہ محبوب و ش ہے
یہ عاشق کی طرح نت نالہ کش ہے

کہ جب کھینچے یہ آہ شعلہ الدود
نہ ٹکے منہ سے کچھ جز آتش و دود

ہے طوطا اس کا پاں تک فتنہ ایجاد
کہ دے طوطے سے ہدایت کے وہ یاد

۲۰ کہے یہ جھک کہ جس کے کان میں بات
رہے نسبت نہ اُس کو صبر کے سات

کرے یہ آتشیں نالہ وہ اک بار
کہ ہو آواز اس کی چرخ کے بار

۱- رکھے ؟

۲- ہے ؟

۳- متن میں 'چہیے' ہے ۔

کبھو یہ بن کے بازی گر کی صورت
کرمے قنڈاق کو لکڑی کی صورت

کہ اکلا تنکا جوں گولی ہے دستور
نہ اُس کی پشت سے مکھی رکھے 'دور

جہاں بھونکے یہ اپنا آتشیں دم
کرمے جمعیتِ اعدا کو درہم

۲۵ نہ ہو کیوں کر یہ اس کا رتبہ عالی
ہے جو سرتا بہ پا ہستی سے خالی

۷ ہوتے اس کے کیا اعدا سے وسواس
ہے دارو قتل کی دشمن کے اس پاس

نت اس کی نال و کوٹھی کیوں نہ ہوں بار
خزانے سے جدا ہوتا ہے کب مار

کرمے یہ جس جگہ امداد کم زور
ہو روکش پیل سے اک لائواں مور

ہوا ہے جب سے اس کا گرم بازار
ہوئے ہتھیار^۲ سب عالم کے بیکار

۳۰ جو آوے منہ پہ اس کے ہو کے گستاخ
کہاں میں ہے بھلا ایسی وہ کیا شاخ

سمجھ کر کچھ ز راہِ پیش بینی
کہاں داروں^۳ نے لی گوشہ نشینی

۱- رہے ؟

۲- متن میں 'ہتھیار' ہے ۔

۳- متن میں 'کہا داروں' ہے ۔

نہ ہے پشت کہاں اس رشک سے خم^۱
 بیجے ہے خوںِ دل سوارِ ہردم

کروگر چشم سے الصاف کی غور
 نرالا اس کا سب عالم سے ہے طور

ہے ایسا کون سا عالم میں ہتھیار
 ہمیشہ ہو جو کل کانٹے سے تیار

۳۵ کروں کیا کنہ کا اس کی میں اظہار
 کہہ ہے کس سرائے یہ کرم بیکار

صفِ اعدا جہاں اس کو دکھائی
 گویا باروت کو آتش لگائی

کرے جس پر کہ یہ آتش فشان
 جو روئیں تن ہو تو سالکے نہ پانی

یہ کڑکے صاعقے کی طرح جس آن
 تو موندے کہکشاں سے آساں کان

دھواں^۲ اس کا جہاں ہو ابر پرواز
 ہے رنجک برق وان اور رعد آواز

۳۰ کرے ہارش کا یہ جس خاک پر میل
 ہے ہر چار سو وان خون کی سیل

ہو بان ہر چند کیسا ہی شرور بار
 یہ لوڑے کا ہے آس کی جان کے خار^۳

۱۔ متن میں 'چشم' ہے ۔

۲۔ متن میں 'دھواں' ہے ۔

۳۔ متن میں 'خوار' ہے ۔

نہ سووے کر کے منہ رستم پھر اس اور
اگر دیکھے بھجوں کا اس کے وہ زور

اٹھا کر کیجے اس کو راست جس دم
ہے دل ہاتھی کا اک کاغذ سے وان کم

ہلے کیسا ہی بادل ہو تومند
رہے ہے صافقہ اس میں کوئی بند

۳۵ ہمیشہ دے ہے گز اس کا خبر یہ
کہ اس سے تا فنا ہے ایک گز رہ

ہے یوں نال اس کی نیک سے نمودار
گویا ہالی میں سوتا ہے پڑا مار

ہے اٹنے واسطے یہ کندہ بر پائے
کہ روز جنگ پاؤں اس کا نہ ڈھل جائے

جسے اس خاک دان میں کچھ ہے مقدور
دھویں^۱ سے کب وہ اس گندھک کے دور

نہ ہووے کیوں کہ بہ مقبول آفاق
کہ ہو ثواب اتنا جس کا مشتاق

۵ کہ جس کسب ہنرمیں آن نے کی غور
کچھ اک دن میں ہوا وہ کام کچھ اور

ذکا سے اپنی آن نے بے توقف
کہے اس کام میں کیا کیا تصرف

نہ کسرتا وہ جو اس کا حفظ ناموس
تو ہے حاصل تھی۔ سب سعی و دو و دوش^۱

جو تدبیریں کہ اپنی اس میں کیں^۲ صرف
وہ سمجھے احمد زبھی ، یہ کیا حرف

جو دیکھے دفتیوں کو اس کی نقان
تو پکڑے لے کے اس کا نام وہ کان

۵۔ ہوا ہے اس سے ہالا کار بندوق
کیا آوازہ اس کا تا بدعیوق

زاس صید افکنی کا اس کی ہے شور
گئے ہاتھوں^۳ سے آڑ طاؤس کے مور

جہاں میں ہر طرف کیا وحش و کیا طیر
لت اڑ کر^۴ مالگئے ہیں اپنی سب خیر

نہ چیتل کے گئے اک دست و پا بھول
گئی ہرنوں کو ڈر سے چوکڑی بھول

دردوں کو کیا ہے ان نے یہ زہر
کہ رویہ^۵ سے نہیں اب فرق تا شیر

۱۔ متن میں ' سعی دو بدوس ' ہے ، تصحیح قیاس کی گئی ۔

۲۔ متن میں ' کی ' ہے ۔

۳۔ متن میں ' ہاتھوں ' ہے ۔

۴۔ متن میں ' اٹکر ' ہے جسے ' اٹھ کر ' بھی پڑھا جا سکتا ہے ۔

۵۔ رویہ : رویہ ۔

۶۰ کرے جس سرزمین پر جا کے یہ گشت
گوزن و گور سے خالی ہو وہ دشت

نہیں قابلِ ہیاں کے قبل کا حال
گئے چڑھ ڈار سے خائے آن کے الحال^۱

زبس مضطر وہ ہر صبح و سہا ہے
نہیں دانت ان کے وہ دست ہلا ہے

ہوئے مشہور جب سے اس کے یہ ڈھنگ
نہیں ہے منہ میں باقی لوج کے رنگ

کہیں شیر آج اگر بچ جائے جیتے
تو کیسے ہوئیں اپنے من کے جیتے^۲

۶۵ کرے اس سے جو رم کر گر کنار
جو سچ ہو چھو ہے آہو کیا چکار

کرے گر شیر پر نوڑے کو یہ شیر
تو لا کہوں شیر لڑ جیتے سے ہوں - بیر

نشانے کا کہوں میں اس کے کیا حال
کہ چیرے یہ شب دیہور میں بال

افسا بھی گرجہ ہے اس فن میں ممتاز
یہ ہے کاہے کو پاں تک قادر انداز

۱- متن میں ”گئے چڑھ جو ڈار سے اون کے ۔ ۔ ل“ ہے ۔ ”چڑھ“ مشکوک ہے اور خالی جگہ کے حروف باریک کاغذ پر چسپاں ہونے کی وجہ سے پڑھنے میں نہیں آ سکتے اس لیے تصحیح قیاسی کی گئی ۔
۲- متن میں ’جستی‘ اور ’جستی‘ ہے ۔ تصحیح قیاسی کی گئی ۔

کرے یہ جس جگہ ہر قصد بہرہ راز
کہے تو بڑی ہے اولوں کی بوجھاڑ

۱۔ کہوں کیا اُس کا میں اس کام میں زور
جہاں میں اُس کی ہے ہندوق کا شور

جسے کہتا ہو اک عالم بہ کثرات
ہے کیا حاصل وہ کہنا مبتذل بات

خموشی ہے دھن کو^۱ دیجے اب ڈاٹ
کہ آگے شاعری پیالہ گئی چاٹ

بس اب قائم نہ ان قصوں میں وہ ہند
آٹھا دستِ دعا، یہ قصہ تا چند

الہی جب تلک ہاں ساز آفاق
مہِ نو سی رکھے کیسے میں چٹاق

ہو مثل مہ ترا کیسہ^۲ ہر از زر
جلیں^۳ آتش میں اعدائے بد اختر

(۱۲)

مثنوی قضا و قدر^۴

رات اک فقیر بے سرو پا
کہتا تھا یہ حال عبرت افزا

یعنی کہ میں پیش ازیں کئی سہ
گذرا تھا دکھن کی سمت ناکاہ

۱۔ متن میں 'کو' محذوف ہے۔

۲۔ متن میں 'جلیے' ہے۔

۳۔ تسطیۃ الذی افس میں اس کا عنوان "مثنوی دوستی" ہے۔ یہ عنوان

نسخۃ رام پور سے ماخوذ ہے۔

اک دہائیں جو کی میں ایک دن شام
 رہنے کو ملا مکانِ حُجّام
 تھا اہلِ مکانِ زمیں ہا خلاق
 دی آن نے شبانہ دادِ اشفاق^۱

۵۔ خدمت سے ہوا لہ میر اک آن
 تھا صبح نلک مطیع فرمان
 جون آئینہ ہا رخ کشادہ
 تھا پیش نظر وہ استادہ
 اس میں جو ہوئی سحر نمودار
 رخصت میں طلب کی اس سے ناچار
 بولا کہ بغیر ہے ، یہ کیا بات ؟
 اک رات کی بھی ہے کچھ ملاقات ؟
 کرتا ہوں میں آج گرم حمام
 دھو گرد سے واہ کی تو اندام

۱۰۔ تبدیل لباس اگر ہو مقصود
 جا چاہیے اس جگہ ہے موجود
 خوب ، آج کا دن تو کمر نہ انکار
 کل صبح جو ہووے ، ہے تو مختار
 دیکھا جو میں اس سے لطف لے حد
 سوچا کہ ضرور کیا ہے اب کد

۱۔ جا (نسخۃ الیمین و ایشیائیک سوسائٹی) ۔

۲۔ نسخۃ رام پور میں یہ شعر نہیں ہے ۔

اُس دن میں کیا مقام اُس چاہے
جس طرح تھی اُس عزیز کی رائے

کیا تجھ سے کہوں میں اس کے اشفاق
کم ایسے سنے ہیں حسنِ اخلاق

۱۵ اس طور سے محوِ دل رہائی
گویا تھی کبھو کچھ آشنائی

میں اُس کے کرم کا شب کے ممنون
سرگرم کرم وہ شب سے اغزون

القصد وہ روزِ خسوش ہوا شام
کیا شام ، کہے اجل کا پیغام

وحشت کا کہوں میں اُس کی کیا ڈولہ
خاطر میں ہے جس سے اب تلک ہولہ

تھی تیرہ و تار بس کہ وہ رات
سوچھے تھا لہ ہاتھ کے تئیں ہات

۲۰ کرتا تھا لہ ہاتھ منہ فراسوش
بھولے تھا سخن بھی کوچہ گوش

اُس شب تھا جو خضرِ راہِ مردم
جون طفلِ کرے تھا آپ کو گم

یاں تک تھی فضاے دھر بے نور
گویا ہے سپرِ دُخمہ کور

اس سب پہ علاوہ ابر اور باد
توہا آفتِ جہان آدمی زاد

رہنے کو جو اس کے ہاں دو گھر تھے
سو گور سے زیادہ مختصر تھے

۲۵ اک گھر میں تو تھا میں اور وہ حجام
یک پوست میں جون دو مغز بادام

حسامیہ ، زن اس کی اور سہ فرزند
قیدی سے تھے دوسری جگہ بند

ناگاہ کسو نے کی یہ آواز
جلدی سے آٹھ ، اور در کو کر باز

اس وقت رئیسِ دیہہ کے ہاں
آئے ہیں کسی طرف سے سپاہ

سو کرنے کو بہ غرضِ خانگی کام
مطلوب ہے جو ہو یک دو حجام

۳۰ جاگہ سے آٹھا وہ مرد ناچار
لیکن بہ خفا کہہ جی سے ہزار

عورت سے کہا کہ گویا چل ساتھ
ہے کام میں شرط دوسرا ساتھ

لڑکوں کے نہیں ہے گویا کوئی پاس
محفوظ جگہ میں کیا ہے وسواس

سوئے دے انہیں یوہیں تو باہم
جز خورد ، کہ ہے بہ عمر میں کم

بہتر ہے جو اس کو لے چلیں سات
کیا جائیں ابھی ہے کس قدر رات

۳۵ شاید ہو جو ہم بغیر بیدار
کھینچے نہ سفارت سے آزار

القصد کواڑ دے کے مضبوط
کنڈی کو کیا رسن سے مربوط

پھر چلتے ہیں کر کے اس طرف رو
بولے مجھے ، نک کو جاگتا سو

آئے ہیں شباب ہم بھی پھر کر
تنہائی سے ہو جیو نہ مضطر

اس جنس سے کہہ کے ایک دو بات
باہر کو گئے وہ مرد و زن سات

۳۶ کچھ جاگنے کا نہ تھا جو اسباب
کوئی دم میں مجھے بھی لے گئی خواب

ناکھ دو گرگ آدمی خور
بس تیرہ درون و مردم آزار

رحم آن سے اجل کی طرح مفقود
وان آ کے ہوئے کہیں سے موجود

ڈھونڈیں تھے ہر اک طرف سے وہ راہ
مانندہ صرصر سحرگاہ

تا کھر میں در آ کے بے شامل
کر جائیں وہیں چراغ سے کلی

۴۵ ہر جب لہ بنی کچھ اور تجویز

پنجوں سے نقب دی پائے دھلیز

کر راہ سے خاک اک کرانہ

دونوں وہ دھنسیے میانِ خانہ

تھے خواب میں وہ گل طرب زاد

جون غنچہ غمِ خزاں سے آزاد

تا چشم ہو باز، پا سے تا فرق

جون لالہ ہوئے لہو میں سب غرق

کھا پی کے انہیں وہ کرگ اک دیر

جس وقت کہ خوب سے ہوئے سیر

۵. جیسے کہ ہے مقتضائے راحت

دونوں نے وہیں کی استراحت

اس میں وہ زن اور مرد باہم

آئے سوئے خانہ شاد و خرم

کچھ جی میں نہ تھا زبکہ و سواس

اس حال سے کچھ کیا نہ احساس

لڑکے کو بٹھا کے پیر دھلیز

کی کھولنے کی کواڑ تجویز

ہر کہ کہ وا ہوا کچھ اک در

آئے وہ دو کرگ گھر سے باہر

۵۵ اس طفلِ سیوم کو بھی لے یک بار
دیوار سے پھاند کر ہوئے ہار

تا، لے یہ انہوں سے ڈھولکھ کر، بے
کٹی تیر انہوں نے راہ کی طے
ہر چند یہ ہر طرف بھر آیا
ہر آن سے کہیں نشان نہ پایا

آخر کو آسی طرف، سر راہ
کہتے ہیں کہ اک عمیق تھا چاہ
تھا آتشِ دل سے بس کہ بے تاب
جوں دلو گرا نیالے آب

۶۰ سیراب ہوا یہ تشنہ جب خوب
جوں دلو گیا آس آب میں ڈوب^۲

جب زن نے سنا یہ حالِ شوہر
یاں ان نے کیا چہری سے جوہر
جتنے کہ اہلِ خائے تھے وان
یک شب میں ہوئے یہ خاک یکساں

کل جوں غنچہ و گل تھے ہم شاد
آج آپ نہیں انہوں سے ہے یاد
آرے، ہیں سپر کے بھی ڈھنگ
ہر جلوے میں اس کے ہیں کٹی رنگ

۱۔ لڑکے کو اٹھا کے منہ میں یک بار (نسخۂ رام پور)۔

۲۔ نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کی بجائے یہ شعر ہے :

کچھ تھا نہ رھائی کا جو اسلوب
نا چار گیا آس آب میں ڈوب

۶۵۔ یک دم تو کرے ہے شاد و خرم
 مغموم رکھے ہے دوسرے دم
 وہ مرد ہیں اس جہاں میں سرور
 اس ٹھک کے جو ہیں فریب سے دور
 شادی ہی یہ ملتنت ہیں جو کم
 کالے کو ہوں وہ نشانہ غم
 قائم جو نہیں تو عقل سے دور
 کیوں نعمتِ دہر پر ہے مغرور
 جو مہر تو جانتا ہے ، ہے قہر
 بیٹھا تو کہے ہے جس کو ، ہے زہر

۱۔ نسطرہ رام پور میں یہ اور اس کے بعد کا شعر دونوں غلط ملط ہو گئے ہیں۔
 قائم جو نہیں/ تو جانتا ہے ، ہے قہر
 بیٹھا تو کہے ہے جس کو ہے زہر

طویل مثنویات

(۱)

مثنوی رمز الصلواة

ہنام طرازندہ جسم و جان
کہ دکھتا ہے ہر تن میں حکمِ رواں

یہ عالم ہے سب اک معین وجود
وہ ہے بود اس کی، یہ محض اک نمود

۱۔ یہ مثنوی مختلف سبب آسوز حکایات پر مشتمل ہے۔ حکایات کے نسخوں میں ان حکایات کی تعداد میں فرق ہے۔ الذیہ آفس اور ایشیانک سوسائٹی کے نسخوں میں ترتیب و تعداد یہی ہے لیکن باقی دونوں نسخوں میں اختلاف ہے۔ نسخہ انجمن میں ایک آزاد مرد (شعر ۱۳۶ تا ۱۳۹) والی حکایت ایک مرد دانائے راز (شعر ۱۵۰ تا ۲۲۰) کے بعد ہے۔ نسخہ رام پور میں آخر الذکر حکایت ہے ہی نہیں۔ ان ہی دونوں نسخوں میں 'ایک مرد اہل طریق' (شعر ۲۲۱ تا ۲۳۳) اس مثنوی سے علیحدہ حکایات والے حصے میں ہے اور نسخہ رام پور میں تین شعر (۲۳۰ - ۲۳۲) بھی کم ہیں۔

اس کے خاتمے پر ایشیانک سوسائٹی اور الذیہ آفس کے نسخوں میں یہ عبارت زائد ہے :

تمام شد مثنوی مسمیٰ بہ رمز الصلواة من تصنیف فقیر ہد قائم۔

تھی^۱ نفلے میں پناہاں یہ شکلیں تمام
ہیں جو عضو و اعصاب و عضل و عظام

یہ^۲ دل تھا نہ واں آرزو مند ہوش
نہ رکھتا تھا پروا ساعت کی^۳ گوش

۵ کیا شخص نے صاب سے جب ظہور
ہوئیں سب اضافاتِ جسمی ضرور

دیا انہیا^۴ (کذا) کو طبیعت کا کام
کہ تا ان^۵ سے ہو اس بدن کو قیام

اسی طرح سے جو تو دیکھے ہے ہاں
ہے مامور اک کام ہر سب جہاں

دریں پردہ یک رشتہ بے کار نیست
سر رشتہ ہر ما پدیدار نیست

تو کرتا ہے پاؤں سے سر کی تمیز
ہیں اپنی جگہ سر سے پاؤں عزیز

۱۰ الا اے خردمند ہاکیڑہ دیں
ہے تو بھی کسی کام پر ہاں تعین

یہ ادراک و تمیز^۶ و عقل و خبر
دل و دہدہ و نطق و سمع و بصر

۱- تھیں (انتخاب بلکراسی) -

۲- یہ (الجنین) -

۳- سے (الجنین) -

۴- انتہا (اسطیٰ الجنین و الانتخاب بلکراسی) -

۵- آس (بلکراسی) -

۶- تمیز : تمیز -

نہ تو جان اک رالکان بات ہے
کسی کام سے یہ کنایات ہے

چنان چہ ہے ادراک سے یہ مراد
کہ بے حس نہ ہووے تو مثلِ جاد

کرے حاصل اپنے سے اک آگہی
کہ حاصل ہے ہوئے سے تیرے یہی

۱۵ نہیں تجھ سے بہتر ہیں خشت و رخام
کہ اکہ وقت آویں مزاہل میں کام

اسی طرح دل جس کو کہتا ہے 'تو
بنا ہے وہ اتنے لیے جوں سبو

کہ دے اپنی حالت سے تجھ کو نشان
کہ ہے بادۂ عشق کا یہ مکان

یہ غفلت سے تیری وہ ہٹکے ہے سر
کہ اے وائے تجھ سے یہ مے مستر

اسی طور پر 'بوجہ باقی تمام
کہ ناشی ہے ہر عضو سے اک پیام

تذبیہ

۲۰ اک آپا ہسر صبح پیش ہدر
دیا ان نے منگوا کے اس کو تبر

کیا سوئے صحرا وہ دانائے کار
کہ تا چپر کر لائے ہبزم کا بار

کہ حرکت نہیں پیر کی ہے سب
مگر کی ہے ہیضم کی مجھ سے طلب

سو یہ عضو تیرے جو ہوتے ہیں خم
سر و دست و زانو و پشت و شکم

ہے اس سے یہ مطلب کہ اے مردِ راہ
گوسپ تن سے ساجد ہو پیشِ الہ

۲۵ ہے جیسے مقرر طریقِ نماز
کرے جان و دل سے غضوع و نیاز

نہ ہوں جس طرح بے تمیزی سے ہم
کہے راست ہوتے ہیں اور گاہ خم

میں شب کنج مسجد میں تھا سر بہ حبیب
سیسے دیدہ و دل بہ انعام غیب

کہ یاروں نے وان کی یہ قیل و مقال
کہ زائل ہوا اہلِ خلوت سے حال

کہے تھا اک ان سے کہ وقتِ نماز
ضروری ہے اس مرتبہ امتیاز

۳۰ کہ سمجھے کو اتنا، ہے اب وقت کیا
میں بڑھتا ہوں یہ فجر، یا ہے عشا

کہا دوسرے نے کہ دل کا حضور
ہے اتنا ہی، نیت ہے کرنی ضرور

بہر آگے فقط صوت ہے یا نوا
زبان چاہیے ، دل سے مطلب ہے کیا ؟

اسی طرح تھی گفتگو ہم دگر
کہ کہینچا سخن نے سوئے بحث سر

کیا آخر الامر مجھ سے خطاب
کہ تیں دیکھ اس میں خطا و صواب

۳۵ جو کچھ مجھ کو معلوم تھا نیک و بد
کیا تھا میں خدمت میں دل کی سند

کہا سو سو اس جاعہ کے سات
کہ پوشیدہ کیجئے نہ طالب سے بات

زاس نقشہ گفتار تھا دل پذیر
ہوئے محو سننے سے ہر لہا و ہیر

کوئی دم جو منظور تھی وان نشست
میں ساقی تھا اور یار اس سے سے مست

کیا اس میں اک دوست نے یہ سوال
کہ اے نبیہ سے آباد ملک کہاں

۴۰ جو ایدھر سرا آئے تھوڑا سا عزم
سہولت سے ہو جائیں یہ بات نظم

کہ موتی کھلی دُرج میں ہوں جو ہر
تو اس سے یہ بہتر کہ ہو سلکِ دُر

نہ تھی بس کہ کہنے سے اس کے گریز
لکھا میں یہ احوال عبرت پذیر

فراہم ہوئے جب وہ سارے نکات
رکھا نام اس کا میں رمزالصلوات

طریق اول

سن اب اس طرف اے خداوندِ راز
کہ ہے کئی طرح پر جہاں میں نماز

۴۵ ہے اول تو اک طور خاص و عوام
کہ جس کو نہیں کچھ خدا ساٹھ کام

جو دیکھا کہ یہ فعل کرتا تھا باپ
اسی رسم و عادت یہ چلتے ہیں آپ

جو دے نفع ان کو رکوع و قیام
تو اتنا کہ حرکت سے ہضمِ طعام

کریں طرح مطلوبی کے ذکرِ اللہ
یہ ذکرِ زباں کو نہیں دل سے راہ

۴۶ ہے ہر چند ظاہر میں یہ فعلِ نیک
یہ واقع میں کرنا نہ کرنا ہے ایک

۴۷ بہ تقلیدِ اللہ بیٹھ کرتے ہیں سب
نظر میں نہ مطلوب ہے نے طلب

کرے بوزنہ گو کہ انسان کے کام
یہ جو فعل اس کا ہے سو نا تمام

مہاکو کا گل بھی ہے کہنے سے گل
یہ وہ مارے گل کے مغائر ہے گل

سراب ارچہ ہے موج زن مثل آب
یہ ہے آب سے تفرقہ تا سراب^۱

ہو تانبے پہ کیسا ہی سونے کا جھول
یہ صراف کب لے ہے سونے کے مول

حکایت

۵۵ اک آڑو کی کٹھلی یہ کہتی تھی رات
جو آئی وہ اک مرد نادان کے ہات

کہ ہادام مست جان میرے تئیں
جو سمجھا ہے تو نے ، وہ مجھ میں نہیں

عبث کیوں کرے ہے مری احتیاط
کہ مجھ سے نہیں کام و لب کو نشاط

سو یہ بے سعادت وہ مزدور ہیں
کہ خدمت کی اور مزد سے دور ہیں

طریق ہوم

طرح اہل ظاہر کی ہے دومیں
کہ کمرے میں ہوجے ہیں بت کے تئیں

۱۔ یہ شعر صرف نسخۂ رام پور و الجین میں ہے ۔

۶۰. کھڑے ہوئیں جس وقت بہر نماز
کریں سو طرح سے خضوع و نیاز

تراشیں تخیل میں اپنے خدا
وہ حاضر ہو جوں بندہ نظروں میں آ

کہیں دل میں اس کو یہ معبود ہے
ہیں ساجد ہم اس کے یہ مسجود ہے

رکھیں سر زمیں پر جو بہر سجود
تصور میں دیویں خدا کو وجود

کہ یہ سر ہے پاؤں سے اس کے قریب
ہمارا سر اور پشت ہائے حبیب

۶۵. ہوا کیا جو کہیں سینکڑوں فکر و غور
نہ سمجھا جو کچھ تھا سمجھنے کا طور

یہ سمجھے ہیں دیں جس کو ہے کفر لاش
ہیں آذر کے مانند سب بت تراش

یہ خود ہیں ہیں ہرگز خدا ہیں نہیں^۱
سدا آپ پہنچے^۲ ہیں اپنے تئیں

جہاں تک ترا وہم کھینچے ہے صف
خدا اس احاطے سے ہے اس طرف

۱- یہ خود ہیں ہرگز خدا ہیں نہیں (نسخۂ رام پور و الجمن اور انتخاب بلگرامی)۔

۲- یوحی (نسخۂ رام پور و الجمن اور انتخاب بلگرامی)۔

حکایت

سنا ہے کہ اک مرد بے پا و سر
عبت سے رکھتا تھا یک جا نظر

۴۔ دن اُس کے لیے خوار تھا سو بسو
تھی ہر رات اُس کی اسے جستجو

کہیں سو گیا ایک دن بے خبر
سو آیا اسے خواب میں وہ نظر

ہم گرم صحبت تھے یہ یک زماں
کہ چونکا یہ اس خواب سے ناگہاں

جو دیکھے تو خالی ہے گھر بار سے
ہوئی وحشت اس کو اس آثار سے

کیہو تن پہ کرتا تھا جامے کو چاک
کبھی متصل سر پہ ڈالے تھا خاک

۵۔ کہ اسے واسعہ سمجھا تھا جس کو میں وصل
وہ احوالِ باطل نہ رکھتا تھا اصل

اسی خواب کا سا ہے تیرا بھی حال
رکھے ہے تجھے شاد تیرا خیال

جو اس خوابِ غفلت سے چونکے گا تو
تو سمجھے گا کس سے تھی یہ گفتگو

طریق سوم

سوم اہل تحقیق کی ہے نماز
حقیقت کا در، جن کے منہ پر ہے باز

کہ جب سدرۂ قرب سے ہوں دوچار
نہ چہرہ دل کو صبر ہی کا ہو بار

۸۰ سنے فاخلع النعل اسی وہ نشید
کہ ہستی تری یاں ہے کفشِ پلید

جو چاہے ہے اس بارگہ میں خرام
ہرے رکھ، کہ جوتی کا یاں کیا ہے کام

سنے کوشِ دل جب یہ قانونِ راز
ہو تارِ نفسِ خود بہ خود نغمہ ساز

کہ یا رب! تجھی سے ہے توفیق و بس
کہ پانی سے ہے جنبشِ مشتِ خس

جو سنا ہمارا ہے ہا دیکھنا
ہے اک کل سے مربوط یہ دیکھنا

۸۱ نہیں مطلقاً آپ کو اختیار
کہ دوشِ ہوا پر ہے سیرِ غبار

مرے ہاتھ گھوڑے کی گو ڈور ہے
یہ میں لاتواں اور وہ منہ زور ہے

وہ چاہے ہے جیدھر کو کرتا ہے سیر
نہ میں شر بہ قادر نہ مختارِ خیر

ہوا کیا جو روشن ہے جرمِ نکاح
ہے بے لور خارج کب اس کا لباح

اعانت نہ ہو مہر سے جب تہیں
ہے گو دیدہ بینا، یہ دینا نہیں

۹۰ جو پردہ میں استاد کھینچے صغیر
ہے طوطی کو اس نطق سے ناگزیر

حکایت

میں کاغذ کی پتلی سے ہویچا یہ رات
”کہ اے پرچہ کاغذ بے ثبات !

یہ کیا شعبہ ہے کہ اس طرح تُو
یہ بازی ہر اک سمت لاتی ہے رو

بجاتی ہے یوں گھونکرو متصل
کہ ہوں جس سے رقصِ عالم نجل

نہیں ایک جاگہ یہ تجھ کو قرار
بھرے ہے یہ قدرتِ یمن و یسار“

۹۱ ”کہا“ اے کج اندیش ، واڑوں گاں !
مجھے دیکھ ہرگز نہ تیں درمیاں

ہے پردے سے شب باز کی سیاوری
کہ آتی ہے مجھ سے یہ بازی گری

نہ ہو ہاتھ اس کے جو میری زمام
تو کیدھر میں اور کس طرف یہ خرام“

ہیں ہم بھی وہی ہیکر ناٹوان
کہ تائیدِ حق سے ہیں ہر سو رواں

پھراتا ہے جیدھر وہ پھرتے ہیں ہم
سمبھالے لہ پک دم تو کرتے ہیں ہم

۱۰۰۔ ہو جنبش اگر آستیں کے تئیں
ہے وہ جنبشِ دست، نے آستیں

جو ہاویں عبادت پہ توفیقِ کار
ہے لازم کریں شکر پروردگار

کہ ہم کو تھی کب خیر پر دسترس
توانا ہے مطلق وہ اللہ و بس

کریں اس طرح سیر کوئے و داد
کہ آوے نہ اپنی تکلف سے یاد

یہ جایی کہ سایہ ہے آثارِ مرد
ہوالی^۱ رہے ہے بکھولے کے گرد

۱۰۵۔ وگرنہ نہیں خاکِ قانی کا کام
کہ ہو ذات میں اپنی اس کو قیام

پڑھیں رُو بہ قبلہ ہو جس دم قرأت
ہوں اس طرح سے نحو دریائے ذات

نہ تمثیلِ اس کو کرے عقل و ہوش
کہ یہ موج یا بحر کا ہے خروش

فرو لائیں جب سر برائے رکوع
سوئے آبِ قطرہ کی سجھیں رجوع

کریں سجدہ ہر گاہ مثلِ حجاب
ہوں سر تا قدم شرمِ ہستی سے آب

۱۱۰ کہ گر ہو نہ یہ تہمتِ حرفِ بود
یہ تنقیدِ اسمی ہے مطلق وجود

حکایت

چنانچہ سنا ہے میں یہ حرفِ راز
کہ جب حضرتِ شاہ پڑھتے نماز

زبس آتشِ شوقِ ہوق تھی گرم
تن پہاک جون موم ہوتا تھا لرم

کیا ابنِ ملجم نے اک دن سوال
برائی کا دل بیچ رکھ کر خیال

کہ ”اے پیشواے زمین و زمان
فدا تم یہ میں بلکہ سارا جہاں

۱۱۵ سب کیا ہے اس کا کہ تیر و تبر
بہت تم یہ ہوتا ہے کم کارگر“

ہنسے وہ رضا جوئے ابزدِ تعال
کہ تیرِ قضا سے ہے چھپنا محال

کہا ”اور جس وقت کیجے نظر
مرا تن ہے فولاد سے سخت تر

مگر جب کھڑا ہوں میں پھر نماز
ہر اک عضوِ جون موم ہو ہے گداز“

رکھی ان نے یہ بات مدِ نظر
کیا حربہ اک روز وقتِ سحر

۱۲۰ ہے جس طرح مشہور ہر خاص و عام
کیا کام اس شاہِ دیں کا تمام

ہیں اس سے یہ پیدا ہے حرفِ صواب
کہ یوں چاہیے ہے عبادت کا داب

کہ ہو اس طرح بحرِ معنی میں غرق
کہ مشکل ہو اپنا ایسے آپ فرق

ہے جب تک کہ تُو آپ سے با خبر
تجھے اس سے اے بے خبر، کیا خبر؟

یہ بہت اولاً آپ سے کسر جدا
کہ ہو جلوہ گر تجھ میں نورِ خدا

۱۲۵ کہ تا با خودی در خدا راہ نیست
وزیں نکتہ جز بے خود آگاہ نیست

حقیقت میں ہے سرخ مہندی کا ہات
پہ بے سحتی رنگیں نہ ہووے گا ہات

جو سمجھے کونادان تو اک بات ہے
لفی ہی تری اُس کا اثبات ہے

ہے دو چیز کی اس جہاں میں نمود
ہے ابدھر عدم یا کہ اودھر وجود

سو یہ جان جو کچھ کہ ٹھہرا عدم
کہیں کس طرح اس کو کچھ چیز ہم

۱۳۰ نہ باقی رہا یاں مگر اک وجود

آسی کی ہے ہر مرتبے میں نمود

کہیں نیشکر، گڑ، کہیں قند ہے

کہیں منبسط اور کہیں بند ہے

کیا ہے بتدریج جیسے ظہور

وہیں کر کرے تر اضافات دور

نہ باقی رہے کچھ، مگر نیشکر

کسے قند کہتے ہیں، گڑ ہے کدھر؟

وہی اصل اعداد تھا اک الف

ہوئیں صفر سے صورتیں مختلف

۱۳۵ جو منفک ہوں اُس سے یہ شک کے نقط

رہے پھر وہی ایک، تھا جس نمط

حکایت

سنا ہے کہ دائم اک آزادہ مرد

بہ وضع سیاحت تھا صحرا نورد

۱- نسخۃ النہن میں حاشیے پر یہ شعر ہے :

کہیں ہے وہ جلاپ شہری سرشت

کہیں ہے جلاپ، کہیں در بہشت

۲- نسخۃ النہن و ایضاً ایک سوانحی میں یہ مصرع ہے :

کہیں تو ہے سابل کہیں بند ہے

کسو نے یہ مذکور اس سے کیا
کہ دہلی عجب شہر ہے دل کشا

چلا وان سے ہو کر یہ مشتاق سیر
پس از دہر مقصد کو پہنچا بغیر

جو آ کر کے وان ان نے پوچھا مقام
سنا اور ہی ہر محلے کا نام

۱۳۴۔ ہوا سخت اک جی کو اس کے الم
کہ یہ وہ نہیں جس کے طالب تھے ہم

عبث آ کے کھینچا یہ سب دردِ سر
جو دیکھا غمِ راہ و رنجِ سفر

یہ اس سے کسو نے کہا التماس
کہ اے عینِ امید میں غرقِ یاس

وہی جا ہے یہ جس سے تجھ کو ہے کام
یہ دہلی ہے پیارے ملا کر تمام

اسی طور سے جو تو دیکھے ہے یاں
ہے مظہرِ آسی کا یہ سارا جہاں

۱۳۵۔ نظر آئے ہے تجھ کو جو برگ و ساز
ترا وہم کر لے ہے کچھ استیاز

ہے کہنے میں یہ یل ہونٹا وہ کل
یہ دیکھے جو تیں ایک قالیٰ ہے کل

حقیقت میں نے عمر ہے یاں نہ زید
تعمین کی تیرے ہیں ساری یہ قید

یہ کیا کہے تیرے تو یہ دل نشیں
کہ یہ آدمی ، وہ فلک ، یہ زمیں
وہی جانے جو اس سے آگاہ ہے
کہ جو کچھ ہے اللہ ہی اللہ ہے !

حکایت

۱۵۰ کہے تھا شب اک مرد دانائے راز
یہ راز محبت بہ طور مجاز

کہ پورب میں تھا اک جوان وجہ
وجاعت میں یوسف سے بہتر شبہ
جو کسوں سے دیکھتا یک نگاہ
نگہ بھر نہ کرتا سوئے مہر و ماہ

رخ اس کا کہ شمع شب افروز تھا
عجب چشم کا عید و نوروز تھا
کیا جس پہ اس تیغ ابرو نے وار
لیا شرط پر اس کو میدان میں مار

۱۵۱ نگہ کا کچھ اس کی عجب حال تھا
کہ جس سے دلِ خلق غربال تھا

قبضا کار یہ مدوشِ مہر سیر
کیا مثل مد جانبِ شہرِ غیر

تھی اس شہر میں اک زن خوب رو
کہ خوبی میں لے گئی تھی خوباں سے گو

کہیں وہ بہ اس روز ہنگامِ شام
چڑھی تھی بٹے سیر بالائے بام

ہوا اس جوان کا جو اودھر گذار
ہوئے چشم آپس میں ان کی دو چار

۱۶۔ زبس شکل دونوں کی تھی دل فریب
کیا یک نظر میں دو سو سے شکب

کوئی دم جو تھا اک جگہ اتفاق
ہوئی طاقت اور تاب دونوں کی طاق

سفارت سے نظروں کی با ہم دگر
دلوں کے ہوئے حال سے با خبر

بلے جس جگہ پر دلوں میں ہے راہ
خموشی میں نت حرف زن ہے نگاہ

یہ ہے اس سرشتے سے اس کو خبر
کہیں جس کا آجھٹا ہو تارِ نظر

۱۔ نسخۃ المبین میں یہ مصرع اس طرح ہے :

کہ خوباں سے لے گئی تھی خوبی میں گو

۲۔ قائم نے بعض موقعوں پر چشم کو مذکر باندھا ہے ، اس صورت میں

یہ مصرع یوں پڑھا جائے گا :

ہوئے چشم آپس میں ان کے دو چار

۱۶۵ غرض بعد آک دیر کے وہ جوان
ہوا چار و ناچار وان سے روان

یہ کہتا تھا گو جس میں، یاں سے میں جاؤں
نہ پڑتے تھے ہر وان سے آگے کو پاؤں

گیا جب یہ وان سے بہ چندیں عذاب
ہوا دل کو اس زن کے حد اضطراب

کہا اپنی دایہ کو ان نے بلا
کہ جا اور خبر جلد اس کی کو لا

کہ یہ ماہ کس شہر سے آئے ہے ؟
کدھر سے ہے اور کس جگہ جائے ہے ؟

۱۷۰ گئی طائق النعل یہ سایہ ساں
کیا ٹھیک اترنے کا اس کے مکان

منقح ہوا جب وہ جا و قہام
کہا آ کے احوال اس سے تمام

زیں طبع میں اس کی تھا اضطراب
نہ آئی ایسے درد فرقت کی تاب

کیا ہر میں دایہ کا ان نے لباس
گئی بن کے دلالہ اس کے یہ پاس

اس از عرض تسلیم و عجز و نیاز
کہا اس سے یہ قصہ جاں گداز

۱۷۵ کہ ”دیکھا ہے تیں جس کو ہالاسے ہام
کہا ہے تجھے ان نے بعد از سلام

کہ جب سے میں دیکھا ہے تیرے تئیں
مجھے ایک پہل صبر و طاق نہی

نہ جانے لگہ تھی تری یا خدک
کہ گذری مرے دل سے یوں بے درک

کہا ہے جو تیں مجھ کو صیدِ نظر
تو لے صید کی آ کے اپنے خبر

کہ ہے دلبری کے مخالف یہ بات
کہ کیجے نہ اشفاق عاشق کے سات“

۱۸۰ سنی ان نے جب اس سے یہ داستان
ہوا سوزِ سینہ سے رطب اللسان

کہ ”کہتی ہے تو اس سے جو کچھ کلام
ہے واقع میں احوال میرا تمام

جو کچھ اس کی دوری میں اپنا ہے حال
زباں اس کے کہنے میں مطلق ہے لال

کروں شمع شوق گر میں بیان
تو بیڑے ، نہ لکھے جو سو داستان“

۱۔ لسخۃ الجن میں اس کے بعد ایک شعر زائد ہے :
کہا ہے جو آن نے زبانی تری
حقیقت میں ہے سب کہانی مری

یوہیں تھا کوئی آن جواب و سوال
کہے تھا ہر اک درد دوری کا حال

۱۸۵ نہ ان نے جو کی اس کی صورت میں غور
نظر اس کو آیا کچھ عالم ہی اور

کہا ان نے تھی گرچہ وہ رشک حور
بہ ہے یہ تو خوبی میں اس سے بھی دور

رہی بات پہلی تو وہ اک طرف
ہوا تیرے نو کا یہ اس کے ہدف

ہوا بس کہ دل اس کا اودھر رجوع
کیا اختلاط ان نے اس سے شروع

پکڑ ہاتھ اس کا میانِ کلام
دیا ان نے پہلو میں اس کو مقام

۱۹۰ زس ایک بستر پہ دونوں تھے پاس
لگا ہونے باہم بدن کا مساس

ادھر سے تراوندہ ہونٹھوں کا لوش
ادھر خواہش بوسہ سرگرم جوش

زس دل میں شدت سے تھا اضطراب
بھرا آئے تھا منہ میں دونوں کے آب

کہہ چالکی دست سے ایک بار
کیا اس کا وا ان نے بندِ ازار

بہر آگے کہوں کیا میں شرح و بیاں
کہ ہو ہے حیا سہر لطق و زباں

۱۹۵ غرض جو کچھ ہونا تھا سو ہو گیا
یہ جیتا جو جیتا تھا وہ سو گیا

کھلی اس کی ہر گاہ چشمِ تمیز
کہا ان نے کلمے^۱ جاں سے بہتر عزیز

نہ ہو یہ کہ جا کر یہ راز نہاں
کرے اپنی بی بی سے کہیں^۲ کُتو بیاں

کہ گر یہ سنا تجھ سے ان نے فساد
لپٹ ہوئے گی مجھ سے بے اعتداد

کہا ہنس کے ان نے کہ ”اے بدگیاں
کیا ہے یہ اندیشہ تیرا کسماں

۲۰۰ کرے ہے کوئی اپنے اوپر یہ قہر
کہ اک بات کہہ کر ہو رسوائے شہر

”تو اس پند سے جی کو آزاد کر
میں بھولی ہوں جون، تو بھی مت یاد کر“

غرض کر کے رخصت یہ آس سے طلب
کئی گھر کو اپنے بہ چندیں طرب

یہ ٹھہری تھی باہم یہ ان میں صلاح
کہ حاضر ہو یہ زیرِ غرقہ صباح

۱۔ کلمے : کہ اے ۔

۲۔ کہیں ۔ کہیں ۔

اٹھا صبح جب خواب سے یہ جوان
وہ باد آیا قصہ اسے لاکھیاں

۲۰۵ کیا ان نے وعدے کو شب کے وفا
وہیں اس کے محلوں کے نیچے گیا

کہا ان نے دیکھ اس کو ”کلے‘ سادہ طور
نہ ہوگا کوئی تجھ سا ناداں تو اور

کہ یاں تو مری دل میں تیرے ہو چاہ
کرے چشم دلالہ پر تو سیاہ

یہ جانا میں ’تو آدمی سہل ہے
لیٹ پوچ و بے مغز و نا اہل ہے

نہ ڈالے خدا اس سبک سر سے کام
کہ سمجھے نہ وہ ننگ سے تا بہ نام“

۲۱۰ کیا ان نے القصہ یاں لک عتاب
کہ نزدیک تھا ہو یہ خجالت سے آب

جو کی ان نے احوال میں اس کے غور
کہا کیجے کیا اس کو شرمندہ اور

ہنسی ، اور کی تقصیر اس کی معاف
کہا کھول کر اس سے قصہ وہ صاف

کہ ”ناداں ’تو سمجھا تھا جس کو کنیز
فقط تھا وہ تیرا ہی نقصِ تمیز

وگرنہ وہ میں ہی تو تھی جو کہہ واپ

پیام اپنا کسرتی تھی تجھ سے یہاں

۲۱۵ یہ دیکھا جو یہ تو نے مجھ سے غضب

نتیجہ ترے وہم کا تھا وہ سب

زس تھا کچ اندیش تیرا خیال

نہ سمجھا تو واقع میں جو کچھ تھا حال“

سو ہو وا تری چشم حق ہیں اگر

بہ جز حق نہ آوے تجھے کچھ نظر

حقیقت میں ہاں کل ہے پیارے نہ خار

بہ صد رنگ ہے ایک جوش چار

نہ کہہ تو یہ شعلہ ہے اور وہ شر

ہے اک نور دونوں جبکہ جلوہ گر

۲۲۰ جو پیش آئے تیرے آسے بے گان

اسی ذات کا مظہر خاص جان

حکایت

منا ہے کہ اک مرد اہل طریق

نہایت ہی واقع ہوا تھا خلیق

۱۔ نسخۃ الجہن میں اس کے بعد ایک شعر زائد ہے :

جو مے جام میں پا کہ شیشے میں ہے

ہے واقع میں نادان وہی ایک ہے

صفت سے تواضع کی موصوف تھا

تأدب کے عالم میں معروف تھا

غرض چاہیے آدمی میں جو چیز

رکھیے تھا سبھی غویبیں وہ عزیز

چناں چہ جو صحبت میں ہوتا کہیں

اڑاتا نہ منہ سے مگس کے ٹٹیں

۲۲۵۔ کسی نے کیا اس سے اکہ دن سوال

کہ اس وضع سے کیا ہے تیرا مال

جو ہلنے میں ٹک ہاتھ کے ہوئے کام

تو حاصل اٹھانے سے تکلیف تام؟

کہا راستی ہے جو تو نے کہا

ولے اس سے یہ ہے مرا سدا

کہ جس حال میں دوں میں اس کو اڑانے

ہے ممکن کسی اور پر بیٹھ جانے

پس ہمت کے نزدیک ہے کیا بھلا

کہ میں اور پر نالوں اپنی بلا

۲۳۰۔ سو تو گر کرے چشم عبرت سے سیر

تری ہی تو ایذا ہے ایذاے غیر

ہے یہ بھی ترا بلکہ نادان کہاں

کدھر ہے تو موجود اور میں کہاں

مے جان کرچہ تن سے حقیقت میں فرد
یہ ہے دردِ جان جو کہ تن کا ہے درد

غرض جتنے گذرے ہیں اہل کمال
ہر اک کا سمجھتے تھے اپنا سا حال

تو کمز محنتِ دیگران بے غمی
نشاہد کہ نامت نہند آدمی

تذبیہ

۲۳۵ خوشا حالِ مردانِ راہِ خدا
کہ مشغول طاعت ہیں بے دست و پا

تو جانے ہے کشتی میں بیٹھا ہے مرد
وہ ہر لحظہ ہے آب سے رہ لورد

ترے کسب کا نام ہے یاں عمل
ہیں خطرے سے وان سو طرح کے خلل

مقرر ہے جو اس جگہ بندگی
ہے وان کفر و خذلان و شرمندگی

یہ یہ بات تک فہم سے دور ہے
نہ سمجھے اگر تُو تو معذور ہے

۲۳۶ کہ نکلے ہے جو کچھ بصیرت سے کام
ہے حسنِ بصر اس جگہ نا تمام

زبان کنگ کرتی ہے اس سے کی کیف
جو سمجھا سو سمجھا ، نہ سمجھا سو حیف

حکایت

آک اندھے سے پوچھا کہ اے گوشہ گیر
تو کھائے کا مطبخ میں پکتی ہے کھیر ؟

کہا، کھیر کے حال سے دے نشان
کہ عوق ہے کیسی وہ اے سہریاں۔

نہ سمجھا یہ اس کی جہالت کا بھید
کہا مثل بگلے کے ہو ہے سفید

۲۴۵ کہا ڈول بگلے کا ہوتا ہے کہا
کہ یہ نام ہے کان سے آشنا

کیا ان نے اک ہاتھ کو اپنے خم
کہ یہ سر ہے اس کا، وہ ہشت و شکم

لگا کہنے یہ کر کے اس کو مساس
کہ نکلی یہ جائے گی کب اپنے پاس ؟

سو وجدان ہے جس ماضیت کا بصیر
نظیر اس کی کہنا ہے اندھے کی کھیر

ہے قائم جو کچھ تجھ کو عقل و خبر
تو آ ان حکایات سے درگزر

۲۵۰ میں ڈرتا ہوں اس طولِ تئیر سے
نہ ہو جائے بگلا کہیں کھیر سے

زبان کو گرہ دے خموشی سے تو
کہ ناحق بڑھی جائے ہے گفت و گو

کہاں تک یہ بہودہ جوش و خروش
خموش ، اے خردمند نادان ، خموش

نہ باتیں یہ ناحق کی بیٹھا بناؤ
کہ سننے سے جس کے جگر میں ہوں کھاؤ

دکھی ہے دل اتنا^۱ بہ سختی نہ چھیڑ
تجھے اور کی کیا ہے ، اپنی نیڑ

(۲)

قصۂ نٹ ، مسخنی بہ حیرت افزا^۲

سزاوار حمد و ثنا ہے وہ اسم
کہ باندھا ہے جن نے فلک سا طلسم

چہ مہر و چہ مہ اس کے آگے تمام
کلا کھیلتے ہیں ہر اک صبح و شام

ہندھاوے کبھو مہ کو تیغِ ہلال
بھر آس تیغ سے کہ بناوے وہ ڈھال

نہ انسان کو گر آس سے ہو باوری
نو کب آئیں^۳ اس سے یہ بازی گری

۱۔ اپنا ؟

۲۔ یہ مشہور نسطرہ رامپور کے علاوہ باقی کینوں نسخوں (الجمین ، انڈیا آفس اور ایشیائیک سوسائٹی) میں شامل ہے ۔ اس کے حصے سے متعلق بعض باتیں مقدمہ و حواشی میں سلا حفظہ ہوں ۔

۳۔ آئیں : آئے ۔

۵ ہے قدرت اسی ایزد پاک کو
کہ کیا کیا سکتا ہے دی خاک کو

اک ایسا کیا خاص ہم سے بشر

کیا جن نے انگلی سے شق القمر

کبھو سیر کی ہے اہلاک کی

کبھو دی خبر مراکز خاک کی

رلایا کبھو معجزے سے حجر

کیا خشک لکڑی کو کہ نخل تر

نہ اک اس سے ایسا ہوا آشکار

کیے بلکہ اعجوبہ ایسے ہزار

۱۰ تنک سوچ اے سن کے اے بوالعجب

کہ یہ کھیل ہیں کس کھلاڑی کے سب

کہاں سے گذرتا ہے ہرچند تیر

یہ دیکھے کہاں کش سے چشم بصیر

لکھے جا ہیں گو حرف خامے کے ساتھ

یہ واقع میں لکھتا ہے کاتب کا ہاتھ

حکایت بر سبیل تمثیل

کیا پھلجھڑی سے میں اک شب سوال

کہ اے سفلہ! بارے ترا کیا ہے حال

جو اجزا ہوائی میں ہیں یک بہ یک

وہی سب ہیں تیرے ہلا رب و شک

۱۵ نہ ہووے جب آپس میں کچھ امتیاز
تو پھر کیا ہے وجہِ نشیب و فراز ؟

کہ وہ مائلِ مرکزِ قار ہے
تبھی خاک سے نت سروکار ہے

کہا رو کے آنکھوں سے آن نے وہ اشک
کہ ہر اشک جس کا تھا آتش کا رشک

کہ پُوہیں میں جلتی ہوں سرتا بہ پا
پہر اب کو جلوں کو جلانا ہے کیہ

کی اجزا بہ ظاہر کے تو نے نظر
پر اُس سرِ اوزان سے بے خبر

۲۰ کہ استادِ دانا نے روزِ نضت
ہر اک کو کیا اک طرح پر درست

نہ گل نے سنی ہے کچھ ہنسنے کی بات
نہ گریاں ہے شبنم کسی غم کے سات

تنگ غور سے دیکھ شانِ وجود
کہ ہے اک لٹی ہر جگہ پر نمود

کہاں ہے تو اے ساقِ بزمِ ہوش
رہوں کب تلک غم میں بے ناؤِ نوش

دے پھر پھر کے وہ سے مجھے بے بہ ہے
کہ ہے حاصلِ دین و دانش جو سے

۲۵ مگر پی نے وہ بادۂ خوش گوار
کروں ذکرِ نیرنگیِ روزگار

شروع داستان

شب اک مرد دانائے فرخندہ راے

کہے تھا یہ احوال حیرت فزائے

کہ تھا ہند میں پیش ازیں ایک شاہ

نہ شہ بلکہ خورشیدِ انجم سپاہ

یہ سائے میں آس کے زمانہ تھا شاد

کہ شادی نہیں وہ زمانے کو یاد

دیا تھا اسے بس کہ حق نے قبول

سب اسباب شادی تھے اس کو حصول

۳۔ جوان دولت و ہم جوان سال تھا

جوانی و دولت سے خوش حال تھا

جو کچھ چاہیے حشمت و عز و جاہ

سو رکھتا تھا موجود سب کچھ وہ شاہ

ہو غم عہد میں اس کے ، یہ کیا حساب

کوئی چشم ہستی مگر ہو پُر آب

تھی ہر علم و دانش کی آس کو طلب

ہر اک فن کا مشتاق تھا روز و شب

دل اس کا تھا ہرچند وحدت پسند

یہ نیرنگِ کثرت میں ظاہر تھا بند

۳۵۔ نہ تھا اس زمانے میں اہل ہنر
نہ ہو جس پہ اس کے کرم کی نظر

کف اس کا دمِ جود خورشید وار
یہ جنبش میں تھا جونِ کفِ رعشہ دار

جو پہنچا کوئی اس تک اہلِ سخن
ہوا پُر جواہر سے اس کا دھن

عجب وقت تھا اور عجب روزگار
کہ تھا اہلِ فن کا یہ عز و وقار

اک اس وقت میں ہم نے سیکھا ہنر
کہ ہے یاں ہنر عیب سے بھی پُر

۳۶۔ جو ہر بات میں اب جواہر ہوں پُر
نہ دے خاک کوئی، چہ جائے کہ دُر

غرض اہل ثروت کا جیسے ہے حال
کہ جز خوش دلی ایک دم ہے وبال

دیا عیش کو ان نے اک دن رواج
کہ ہو معتقدِ جشن کی بزمِ آج

ہیں اس شہر میں اہلِ فن جس قدر
سب اپنا وہ دیں آ کے عرضِ ہنر

ہو معلوم کچھ جس کو علمِ شریب
وہ اس در سے لے آ کے اپنا نصیب

۴۵ ہوئی اس کہ شائع پہ ہر سو خبر
ہوئے مجتمع واں سب اصل خبر

نہ تھا اس طرح کا کوئی کارواں
کہ آیا نہ ہووے وہ اس روز واں

دیا تھا زمیں خلق کو بار عام
تھی حد سے ادھر کثرت ازدحام

اک عالم کی تھی سوئے پردہ نگاہ
کہ کس وقت یاں سے برآمد ہو شاہ

نہ نکلا خبردار لے کر خبر
کہ دیواں کو آیا شہِ دادگر

۵۰ کہوں کیا میں پردے کا اس دم شکوہ
کہ جوں سہر تاباں کے حائل ہو کوہ

جدھر کی زمیں ان نے کی سرفراز
کیا خاک نے واں کی گردوں پہ ناز

غرض لے کر اس در سے تا بارگاہ
کوئی دم میں جب ہو چکا طے پہ راہ

لشیمین میں پیشہا شہِ مسلمین
صدا نکلی ڈنکے سے یہ دین ! دین !

ہر ایمان دولت نے بعد از سلام
کیا اپنے ہائے کے اوپر قیام

۵۵ زمیں تھا ہر اک ست رود و سرود
کئی چرخ سے اس طرف بالک رود

اڑے تھی یہ ڈھولک کی ہر سو بہن
کہ بڑی ہو ساون کی جیسے بہن

جو حاضر تھا اس بزم میں شیخ و شاپ
وہ جون چشمِ خوبان تھا مست و خراب

بہڑکتی تھی یوں دختر رز کی آنکھ
کہ کرتی تھی شیشے میں سو تاک و جھانک

طرحِ گردِ شہ اس قدر تھا ہجوم
کہ جون شمع پر ہو ہتنگوں کی دھوم

۶۰ جو کچھ علم و فن جس کسی کو تھا یاد
وہ دیتا تھا وان اپنے جوہر کی داد

نہ بازی کر اک آ کے حاضر ہوا
کھڑے ہو کے کی دور شہ کو دعا

کہ ”شاما ! ہے جب تک طلسم سپہر
شب و روز بازی میں ہیں ماہ و سپہر

ہو رشک فلک لت تری بارگاہ
رہیں زیر فرمان تیرے سپہر و ماہ

جو ہم چند کس ہیں کنیز و غلام
کم و بیش جانے ہیں بازی کا کام

۶۵ اگر اس ہو پشیر شاہِ زمیں
کریں عرض اپنا جو رکھتے ہیں فن

ہو گو جنس میں اپنی پکسر کساد
بہ تیرے کسرم سے ہے امیدِ داد

جو ہو لطف شامل گرا دست گیر
ہو یہ فن ناقص بھی عزت پذیر

کہاں ہے تو اے ساقیِ جامِ سے
دے وہ سے کہ تھی رونقِ بزمِ کے

مگر آج شاہانہ شادی کروں
پیوں بادہ اور کیقبادی کروں

بازی کردن ٹٹ

۷. عجب لوگ ہیں وے کہ جن کو مدام
نہیں ہے بجز خوش دلی اور کام

میسر ہے ہر وقت خواب کا دید
ہے ہر شب شبِ قدر و ہر روزِ عید

کسی زلف سے گاہ کرتے ہیں لہو
گہے نشہ سے میں رہتے ہیں محو

گہے ہوسِ لب سے کنایات ہے
گہ آنکھوں میں حریف و حکایات ہے

کبھو دے ہے وہ لاکھ زوروں سے جام
کبھو لے ہے یہ سو نہوروں سے کام

۵۔ کبھو سیر بھتی ہے آمدنگ کی
کبھو تھاپ لگتی ہے مردنگ کی

کبھو ناچتا ہے وہ مہوش حضور
کہ جوں برقِ رخشنہ پکسر ہے نور

ہے جنبش میں جس کی یہ سب تاؤ بھاؤ
کہ جوں شعلہ لپکے^۱ ہے جنے سے ہاؤ

چناں چہ ستاہندہ بزمِ شام
یہ کہتا تھا مجھ سے ستائش کی راہ^۲

کہ اول پس از رغبتِ شہر یار
ہوئی ایک زن آن سے سرگرم کار^۳

۸۔ لکے ہاجنے ڈھول گت ہر دو سو
ہوئی کچھ کے وہ رشکِ مہ روبرو

کروں کیا میں صورت کا آس کی بیاں
کہ ہر عضو آس کا تھا آشوبِ جان

تھی خلیقت سے اس آب و گل کی ہری
نہ جانے کہ تھی حور وہ یا ہری

جو تھا قد میں آس کے نکھلا ہٹاں
کہاں پائی برجھی نے ایسی سٹاں

۱۔ بھڑ کے (نسخۂ انجمن و انتخاب بلکرامی)۔

۲۔ یہ شعر نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی میں نہیں ہے۔

۳۔ نسخۂ انجمن میں اس کے بعد ایک شعر زائد ہے جو بعد کا اضافہ ہے :

وہ نکلی یہ سب زینب و زیور میں غرق
کہ نکلی ہے جس طرح بادل سے برق

نہ تھے ایک بال اُس کے جی کا وبال
لے جانے لہا دل کو چہرے کا خال

۸۵ دو چشم اُس کی دوست تھے بادہ نوش
لیے تیغ اہرو کی بالائے دوش

وہ دیکھے جسے اک نظر بھر کے سیر
میں لکھ دوں اگر سانس لیوے وہ پھیر

نہ اُس رو پہ تھا طرۂ مشک فام
ہوئیں تھیں ہم غلط صبح و شام

یہ تھی اُس بُناکوشِ صاف میں آن
کہ پکڑے جسے دیکھ موتی نے کان

کہوں کیا تبسم کی اُس لب کے ہات
گویا موج مارے ہے آبِ حیات

۹۰ زلیخ اُس کا وہ باغِ جنت کا سیب
نہ ہو دیکھ جس کو ملک سے شکیب

لگی جس کی آنکھ اُس کے سینے کے ساتھ
جسے جب تلک مارے سینے پہ ہاتھ

کُچ اُس کی کہ تھیں سب بدن سے اسول
بنائیں تھیں یہ دست قدرت نے گول

گویا وقتِ خوبی کی تعمیر کے
ڈھلی ہیں یہ سانچے میں تقدیر کے

تھی یہ صاف و لرم اُس ہری وشن کی گات
صفا کو کیا جن نے غفل کی مات

۹۵ بھر حال جس دم وہ رشک پری
 ہوئی مستعد بھر بازی گری

کی اول تو آن نے کئی اک کلا
 دلِ خلق کو اس طرح سے چھلا

پھر اک دو کیے ہائس میدان میں نصب
 کہ گردوں سے کرتے تھے رفعت کا کسب

کی مربوط سر پر طناب آن کے یوں
 کہ قطبین پر خطِ محور ہو جوں

تھی آس ڈور میں یاں سے لے تا بہ واں
 ہر اک چار انگشت پر اک سنان

۱۰۰ بھر افسوں کے دو چار پڑھ کر کے چھند
 نگاہیں وہ جب کر چکی سب کی بند

دکھی آن نے سر پر گھڑی پر گھڑی
 ہو کلیوں کی جوں موتیا کی لڑی

غرض دکھ کے بہ سر پہ ساری ہلا
 چڑھی ہائس پر یوں کہ جیسے ہوا

کسے تھا جو کرتا تھا آس پر نظر
 کہ شعلہ ہے یہ شمع پر جلوہ گر

کسی کو ہوا اس طرح اشتباہ
 کہ شاید ہے یہ چاہِ فحش کا ماہ

۱۰۵ کوئی ڈور پر دیکھ آس کو سوار
کہے تھا یہ تارا ہے دنبالہ دار

ہر اک سمت تھا شور و غوغا یہاں
ہر اک سو قیامت کا سا ماجرا

نہ ہو کیوں کہ محشر کا واں اضطراب
ہو ظاہر جب اک بالیٰ پر آفتاب

بہر حال جب تک کہ وہ دل رہا
ہوا میں ہری وار رکھتی تھی جا

نہ تھا تال پر ہاتھ بڑھنے میں نقص
ہر اک نوکِ خنجر پہ کرتی تھی رقص

۱۱۰ ساں تھا یہ واں ہر قدم آشکار
کہ جوں شعلہ رقصاں ہو بالائے خار

ہے جیسے کہ رقصندگان کا سبھاؤ
بجاتی تھی گھنگرو بتاتی تھی بھاؤ

غرض دیکھ کر رقص کا آس کے داب
ہوا زہرہ زہرہ خجلیت سے آب

جو بیٹھے تھے آس بزم میں یا کھڑے
کہنپی تھے یہی واچھڑے واچھڑے!

نہ اک آن میں کر کے آن نے حرام
کہا اس طرح آس رسن کو تمام

۱۱۵ کہ جون اہل ایمان بہ عیش و نشاط
کریں ہل میں ملے عرصہ ہل صراط

ہوا دوسرے ہانس تک جب گذار
رکھیں آن نے سر سے وہ گھڑئیں^۱ اتار

بہر اس ڈور سے جب وہ آتری تلے
کلا کھیل کرنٹ نے بازو ملے

کہ زن کا تو دیکھا یہ حضرت نے کام
یہ چڑھنا ہے اب ہانس ہر یہ غلام

نہ کی گرچہ ان نے بھی کچھ کوتاہی
یہ میں عکس اس کا کروں تو سہی

۱۲۰ کیا سر سے وہ ان نے خنجر بہ سر
ہو مسقت^۲ بہ جیسے معلق گنہر

رکھے تھا یہ سر نوک خنجر بہ یوں
کہ ہو اوس کی بوند کالٹے بہ جون

جو دو چارنٹ ساتھ اس کے تھے اور
وہ کرتے تھے سب اس کی بازی کو غور

کہیں اس میں ذرہ جو خنجر ہلا
کہیں تھے نہ مالیں گے^۳ ہم بہ کلا

۱- گھڑائیں : گھڑیاں۔

۲- مسقات ؟

۳- قائم کے نسخوں میں 'نہ مانے گئے' ہے۔

جہاں تک کہ تھی وہ مسافت تمام
لیا ہانوا کا آن نے تارک سے کام

۱۲۵ تھے اوپر کو ہالو اور نیچے کو سر
ہوا میں ہو کیلے کا جیسے شجر

جو حاضر تھے اس جا پہ خورد و بزرگ
کہیں تھے کیا ان نے کارِ سرگ

پھر آخر ہوا جب وہ عرصہ تمام
آکر کر کیا آن نے شہ کو سلام

الا اے خورد مند والا صفات
سمجھتا ہے تو ہے کہاں کی یہ بات

وہ نٹ کیا ہے اور کون ہے بادشاہ
کہ بازی پہ کرتا ہے نٹ کی لگا

۱۳۰ نہ قصہ مجھے اس سے منظور ہے
پہ کچھ بات قصے میں مستور ہے

تنگ چیت کی خواب غفلت سے جاگ
کہ اس ساز کا بچہ پہ ظاہر ہو راگ

میں کی ہے یہ رہ نعلِ واڑوں سے طے
دکھایا تو ہے آب اور پی ہے سے

جو تجھ کو سمجھنے پہ ہے دستِ رس
تو عاقل کو ہے اک اشارت ہی بس

تمثیل

خوشا ہمتِ سالکانِ سبیل
کہ اس رہ کے چلتے ہیں فرسنگ و میل

۱۳۵۔ یہی راہ شمشیر کی دھار ہے
یہی ہر قدم لیشر زار ہے

آسی شخص کو مرد ہوتے ہیں ہم
کہ اس رہ میں آکرے وہ ثابت قدم
کہ یک مو اگر پاں سے ہل جائے پاؤ
تو اس کوں اکہیں ٹھور ہے پھر لہ ٹھانوں

یہ کب آئے ہر بے ہنر سے یہ کام
کہ بازی ہے یہ شغلِ سندان و جام
رکھے پاں قدم اور نظر سوئے دم
خدا دے ہمیں بھی یہ دم اور قدم

۱۳۶۔ چناں چہ مجھے یاد ہے اک مثل
کہ اس بات پر ہے کواہِ عدل

حکایتِ برسبیلِ تمثیل

ہے یوں یاد احوالِ اک مردِ راہ
کہ گذرا بہ تقریبِ بالائے چاہ

ملی اس کو واں اک زن زشت خو
کئی سر پہ رکھے سب پر سب

جلی جائے تھی اپنے زمرے کے سات
یہ میں کیا کہوں خلق کی اس کے بات

کہو تن کی پوشش سے آئی تھی تنگ
کہو اپنے سامنے سے تھی گرم جنگ

۱۴۵ غرض خشم سے جب کرے تھی سخن
لرزتا تھا جوں بید سارا بدن

یہ جب واقعہ اس کو آیا نظر
رہا کوئی دم آپ سے بے خبر

پھر اس حال سے جب وہ آیا بحال
کیا اس کے موجب سے اس کو سوال

کہا ”اس کے دیکھے لہ تیں وقت خشم
تھے جنبش میں کیسے سر و دست و چشم؟“

ولے تھا جو دل کو سبوجوں سے راہ
وہ گرنے سے رکھتا تھا آن کو نگاہ

۱۵۰ جو ہم کو بھی اتنا ہو حق سے لگاؤ
کہ یاد اس کی ہو جائے دل کا سبھاؤ

کسی کام کے بیچ ہو اشتغال
لگا جائے اودھر ہی دل کا خیال

تو مردوں کی صف بیچ ماریں قدم
نہیں ہیں حقیقت میں اُس زن سے کم^۱

کہاں ہے تو اے ساقِ جان نوا
کر آزار کی دل کے سے ہے دوا

نکال ابرِ مینا سے خورشید کو
کہ روشن کرے جام جمشید کو

۱۵۵ جو اُس نور سے دل کو امداد آئے
تو پھر راہ بھولی ہوئی یاد آئے

رخصت طلب کردنِ نث از پادشاہ بہ جنگ
ملک الموت

لہ جانے ہے کیا ہم سے گردوں کو پیر
کہ آشوب جاں ہے ہر اک اُس کی سیر

وہ کافر ہے اس پیر سرکش کی چال
کہے جن نے لاکھوں جوان ہائمال

بویہی قتل باتوں میں دو چار کا
اک ادنا^۲ ہے یہ کھیل سرکار کا

وفاء کی نہ رکھ آسماں سے امید
کہ اول سے ہے خونِ انجم سفید

۱۔ بارہ اشعار پر مشتمل یہ حکایت (شعر ۱۴۱ تا ۱۵۲) نسطرۃ رام پور
میں بھی شامل ہے۔ اس مشنوی کا اور کوئی جز اس نسخے میں نہیں
ہے۔

۲۔ ادنا : ادنیٰ ۔

۱۶۰ کرم کا ہے اس عہد میں کیا حساب
ہے دریا میں ات خشک جامِ حباب

نہ چاہ اس کہنے سے دل کا کشاد
کہ مفقود ہے زہر گردوں مراد
کرے گا تو کیا بادۂ لعل گوں
لبالب ہے تا شیشۂ دل میں خوں

جو زور کی ہو خاطر میں تیرے ہوس
تو بہ زردیِ رو ہی تجھ کو ہے بس
وگر چاہیں کچھ تجھے لعل و دُر
تو کر اس طرح چشمِ آنسو سے اُہر

۱۶۵ کہ آس لٹ کا جوں دیکھ شہ نے ہنر
صلے میں دیے لعل اہر اہر سپر

آٹھائیں خزینوں کے سر پر سے بند
دیا زیادہ انعام سے لاکھ چند
کرامت کیا اس قدر گنج و مال
آٹھانا ہوا جس کا آن پر بحال

یہ داد و دھن شہ نے کر لی جو سب
کہا ”تم کہو اب جو کچھ ہو طلب“
کیا عرض لٹ نے ”کالے“ شاہ دیں
کوئی آرزو اب تو دل میں نہیں

۱۷۰ مگر اس صراحت^۱ پہ لاتا ہے لنگ
کہ جم سے کروں جا کے اک بار جنگ

کہ جو باپ دادے تھے بندے کے سب
سو مارے ہیں اس شخص نے بے سبب

اگر زیست ہے، لے کے اس سے میں ہر
کر آنا ہوں اک دم میں گردوں کی سیر

وگر مر گیا، خیر، میرا بھی پاس
وہیں ہووے گا باپ دادے کے پاس

کس و کو کا مطلق نہیں مجھ کو غم
کہ انعام سلطان انہیں کیا ہے کم

۱۷۱ یہ لٹنی جو میری ہے اس کے تئیں
امانت رکھے مجھ سے شاہِ امین

کہ ہوتے ہیں سلطان امینِ خدا
امانت کو ہے پیشِ حق مرگیا

جو رکھتے ہیں عالم میں کچھ دین و دھرم
انہیں ہو ہے ناموس عالم کی شرم

ترے گلشنِ عہد میں کیا خطر
ہے جوں گلِ کفِ دستِ عالم پہ زر

ہے کیا تابِ بلبل کے ہوجھے بغیر
کرے باد اب جا کے گلشن میں سیر

۱۸۰۔ جہاں کلی ہوا باغ میں جلوہ گر
کی نرگس نے دھشت سے نیچی نظر

تو ہزم امانت میں ہے مثل شمع
مری تجھ سے ہر طرح خاطر ہے جمع“

کہا شہ نے ”کالمے مرد بے ہودہ کو
یہ کیا بات ہے ہودہ کہتا ہے تو؟

کہیں بھی تری بات کا کچھ ہے ڈھنگ؟
کرے کس طرح جم سے انسان جنگ؟

یہ کی میں یہ تجھ سے امانت قبول
کہ تا اس فضولی سے ہو تو ملول

۱۸۵۔ جو ہوتا ہے دعوا^۱ خلاف خرد
وہ البتہ آتا ہے سامع کو بد“

یہ ٹٹ نے وہیں کر کے شہ کو سلام
کمر کس کے ہتیار باندھے تمام

نہ جانے کیا پھیر^۲ وہ کیا ہنر
کہ بازو پہ ظاہر ہوئے جس سے ہر

آڑا اور ہوا اس کے آڑنے کا شور
آڑے جس طرح مرغ وحشی بزور

کوئی دم تو آتا تھا سب کو نظر
کہ اوجر ہوا ہر یہ مارے ہے ہر

۱۔ دعوا : دعویٰ ۔

۲۔ پھیر : پھار ۔

۱۹۰ کیا آخر الامر جب کچھ بعید
نکاحوں سے سب کی ہوا ناپدید

سب اس طرح نگران تھے گردوں کی اور
گویا آڑ گئے ان کے ہاتھوں کے مور

نہ چلنے لگی یک بہ یک باد تند
ہوئی گرد سے چشم عالم کی دھند

تھی یہ روشنی دن کی عمو ہوا
گویا مہر کھڑیال کا ہے توا

کہوں کیا میں آویزش باد سخت
کرے جس کے صدمے سے لاکھوں درخت

۱۹۵ گرجتا تھا اس شور و شدت سے ابر
کہ دابے تھا دم ٹنگڑیوں میں ہزبر

گذری تھی جیدھر سے آندھی کی کھاڑ
آکھڑے تھے جاگہ سے اپنی پہاڑ

تھی یہ برق رخشندہ ہمالینِ مین
کسے تو کہ چلتی ہے گردوں پہ تین

ہوا اس قدر تیرہ گردوں کا جوف
کہ آوے جسے دیکھ کر دل کو خوف

۲۰ نسخۃ انڈیا آفس اور ایشیائیک سوسائٹی میں :

ہوئی شدت باد سے چشم عالم کی دھند

ہے جو ساقط الوزن ہے ۔ نسخۃ البین کے متن میں بھی مصرع ہے
لیکن کسی نے حاشیے پر ”ہوئی گرد ہے“ الخ ۔ بڑھا دیا ہے ۔

لگی کہنے لٹنی ”کالے بادشاہ
ہوا گرم واں عرصہ رزم کا

۲۰۰ جو چلتا نہیں چرخ پر تیغ و تیر
تو کیوں حال دوراں میں آیا تغیر“

اسی طور سے تھی یہ واں گفتگو
کہ ٹپکا کچھ اک آہاں سے لہو

جو لٹنی نے دیکھا وہ آنکھوں سے خون
گیا اس سے یک بار صبر و سکون

کہ اے وائے زخمی ہوا وہ جوان
کہ مانگے تھا جس سے فلک الاماں

نہ کہولوں گی اس ڈر سے اپنی ہلک
نہ جانوں مجھے کیا دکھاوے فلک

۲۰۵ کہے تھی کبھو، اے فلک یہ نہ ہو
کہ زیر فلک میں ہوں اور وہ نہ ہو

اسی ڈھب سے لالاں تھی وہ غم کے ساتھ
کہ ناگہ کرا آہاں سے اک ہاتھ

وہیں متصل سینہ و پا و سر
ہوا سے گرے غرقِ خون خاک پر

جو حاضر تھے سب کو ہوا یہ بقی
کہ مارا گیا لٹ بہ شمشیر کی

وہ لٹتی جو تھی درد سے سینہ چاک
ہوئی زیادہ اول سے اندوہ ناک

۲۰۰ دو کف بیچ وہ خون تازہ لیا

عروسانہ چہرے پہ غازہ کیا

تھیں ہوں خاک و خون بیچ وہ رشک ماہ

شوق میں ہو خورشید جیسے ہکا

روئی چشم سے طرح شبیم کی در

کیا سینہ چوں گل جراحت سے اُہر

کیا چرخ نے آس کو پامال غم

پڑا ٹوٹ کر سر پہ کوہ الم

زس منہ کی کوچی نہٹوں سے کھال

ہوا ایک مہ وقف چندیں حلال

۲۱۵ کبھی سینہ چیرا گریباں کے ساتھ

کبھی سر پہ مارے کبھی منہ پہ ہاتھ

بہر آس حال سے جب وہ آئی بھال

کیا شاہِ دوراں سے آٹھ کر سوال

کہ اے شامِ شاہانِ عالی نژاد !

مرے دل کو اس لٹ سے تھا اتحاد

جواک لحظہ آنکھوں سے ہوتا تھا دور

بدل غم سے ہوتی تھی بزمِ سرور

سو ایسا کیا چرخ نے اتفاق

کہ تا حشر دل پر ہو داغِ فراق

۲۲۰ میں اس زیست سے ہوں نہایت بد تنگ
مجھے اس طرح کے ہے جینے سے تنگ

جلوں کب تلک غم میں زار و نزار
سو پتھر ہے یہ جل بھوں ایک بار

کو اتنا مرے حال پر تو کرم
کہ ہوں ساتھ اس کے میں جل کر بھسم

کہا شاہ ے کالے 'مہ دل رہا
جو چاہے خدا اُس سے چارہ ہے کیا

کچھ اب اس میں بندے کو ہارا نہیں
بجز بندگی اور چارا نہیں

۲۲۵ غلط ہے یہ خاطر میں تیری کہاں
عبث دے ہے 'مردے کے اوپر' تو جان

یوہیں مفت تیرا بھی جی جائے گا
مرے سے ترے کیا یہ جی آئے گا ؟

جو کچھ چاہے تجھ کو مجھ سے سو چاہ
زر و زیور و حشمت و عز و جاہ

رکھوں سب سے زیادہ میں تجھ کو عزیز
دو اولاد ہر اپنی تجھ کو ہمیز

یہ دھو ڈال جی سے تو مردے کی پست
غلط ہے جو میت کو سمجھے تو میت

۲۳۰ کر اُس رو سے اب چشمِ دل آشنا

ہے بیگانہ جس رو سے چشمِ فنا

کہا زن نے کالمے شاہ عالی تبار

نہ چاہ اس سے آگے مجھے بے قرار

جلوں کا ہے آتش میں ہر دم مقام

نہیں غیر جلنے کے عاشق کا کام

سدا بسترِ گل پہ پاں جس کے سات

بصیرِ عیش و آرام کٹی ہوں رات

جو اک دن ہوں آتش پر اُس سے فریب

یہ کچھ عشق سے بات مشکل نہیں

۲۳۵ طہاں ہے دل خستہ مثلِ پتنگ

عبث ہے جلانے میں میرے درنگ

جو اک دم ہوئی اور جلنے میں دیر

میں اب آپ جل بل کے ہوتی ہوں ڈھیر

مری بات یہ کچھ بنائی نہیں

مرا عشقِ عشقِ رینائی نہیں

تجھے کیا بڑی ہے مرے دل کی

نہیں مجھ کو خواہش ترے مال کی“

وہ کرتی تھی جب یہ سوال و جواب

زباں شعلہ ساں کھائے تھی پیچ و تاب

۲۴۰ نہ پاس ادب تھا نہ ہم گزرد
کسے تھی جو آتا تھا ہست و بلند

کیا شاہ نے اپنے دل میں خیال
کہ اس آگ کا ہے بھالا محال

یوہیں کیجیے کس لیے درد سر
اجازت دی اس کو کہ چاہے سو کر

کہاں ہے تو اے شوخ میکش کہاں
کہ بے سے لگتی ہے عاشق کی جاں
دے جھوٹا کر اپنے لبوں سے وہ جام
کہ پینا کرے جس کا بوسے کا کام

۲۴۱ کہ یہ چرخ ناساز ہر ایک دم
الم پر الم دے ہے اور غم یہ غم

نہ کر اس سے زیادہ مجھنے اور تنگ
کہ جلنے یہ راضی ہوں مثل پتنگ

احوال سنی کردن نثنی

عجب رہ ہے قائم رہِ اہل دید
ہے جلنے میں واں عیش و سرے میں عید

نہ جس کو کیا عشق کے غم نے شاد
یہ حد کام یاں سے گیا ناسراد

ہے مانا یہ سیاب عاشق کا حال
کہ بے طاقتی سے ہے جینا محال

۲۵۰ پہ مرنے میں اس کے یہ تاثیر ہے
کہ جب مر چکے بھیر اکسیر ہے

ہے آٹا زمانے سے عاشق کا کام
کہ جینا ہے کفر اور مرنا حرام
جو چاہے کہ کچھ سمجھے یاں کا تو ڈول
تو سن کان رکھ کر یہ راوی کا قول

کہ ہر گاہ آن نے میانِ کلام
منا شاہِ دوراں سے رخصت کا نام
ہوئی اس طرح سن کے یہ مژدہ شاد
کہ گویا ملی دو جہاں کی مراد

۲۵۵ وہیں کر کے حمام پہرا' لباس
رکھی زیب و زینت پہ جوں گلِ اساس

بدن کو سراسر دی زہود سے زیب
کہ ہر عضو جس سے ہوا دل فریب
تھی یہ مانگ میں سلک در کی چار
کہ کالی گھٹا میں ہو بگلوں کی ڈار

در گوش میں یہ قیامت صفا
کہ پہلو میں جوں ماہ کے ہو سہا
تھے کنپول زلفوں کے پاس اس نمن
کہے تو کہ آگلی ہے کالے نے من

۲۶۰ ہوئی اور افشاں سے چہرے کی دھوم
ہو ذروں کا جوں مہر اوپر ہجوم

پہر 'جگنی اور ہاندہ کر دھکدی
وہ آرائش سینہ جب کر چکی

ہوا اس پہ زیور یہ بے اختیار
کلے کی ہوئی بچ لڑی آپ ہار^۱

جو کچھ تھے جہانگیری اور نورتن
لیے دست و بازو پہ آن نے پہن

وہ کھنکرو کہ جن کی جھٹک^۲ پہ بلانے
کہ مردے کو خواب عدم سے جگانے

۲۶۵ ہوئی آن کی جب ہالو میں اس کے جا
ہوا چار سو شور محشر بیا

رکھا گوشہ لب پہ کاجل کا خال
کہ جوں حوض کوثر پہ ہووے بلال^۳

ہوئی ہاں سے اس لعل لب کی یہ شان
گویا ڈالک تھا اس کو وہ رنگ ہاں

کیا سرمہ تا آن نے دنبالہ دار
نہ تھا چشم کو اس کی یک جا قرار

بلے کیوں نہ وہ ہووے وحشت پذیر
کفل میں جس آہو کے ہو بند تیر

۱۔ یہ شعر نسخۃ المبین میں نہیں ہے۔

۲۔ جھٹک (نسخۃ المبین اور انتخاب بلکراس)۔

۲۷۰ غرض ہو ہیں خوبن کے جیسے شعار
کہے اُن نے جتنے تھے سارے سنکار

پس اُن گاہ لیے عضو شوہر تمام
دیا اُن کو باہم دگر التیام
جو کچھ اُس کو معلوم تھا رسم و راہ
دکھی اُس طرح حرمت دیں زکاء

ہوئی شکل ارتھی کی ہر گہ درست
چڑھی پشت کلکوں پہ چالاک و چست
ہوا دیکھ اسے سانس گردوں کا بند
کہ آتش ہوئی بے طرح یہ بلند

۲۷۵ تجاوز کرے اک دو قامت جو اور
تو کیا جالیے کیا قیامت ہو اور

غرض پشت زین پر ہوئی جب سوار
گئی دست دل سے عنانِ قرار
چلی واں سے اور شاہ و اعیان شاہ
جلو میں تھے جوں مائتہ شہ کے سپاہ

کہوں حال انہوہ و کثرت میں کیا
زمین پر نہ لکھے تھے رہ رو کے ہا
یہ تھا دل کو اُس اشتلم سے یقین
کہ ٹوٹے ہے اب پشتِ گاوِ زمیں

۲۸۰۔ کوئی مرد و زن ہے نہ تھا اُس جگہ
کہ آیا نہ ہو و ان تماشے کو وہ

ہے گو ذاتِ حق حجبِ وحدت کے بیچ
یہ ظاہر تھی اُس دم تو کثرت کے بیچ

وہ جوہر جو ہے اصل تنزیہ میں
سوئے شبہ آیا تھا تشبیہ میں

تھی جس دل کو سختی میں ہیرے کی تاب
وہ تھا طرحِ اولیٰ کی اس غم سے آب

جو کرتا تھا حالت یہ اُس کی نگاہ
نہ مارے تھا وہ دم جزِ افغان و آہ

۲۸۵۔ یہ بالا تھا و ان کارِ آہ و افغان
کہ چرخِ بلند اپنے مولدے تھا کان

کوئی دم یہ تھا شور و غوغا بلند
کہ کی آن نے صحرا میں یک جا پسند

خواہانِ شہ نے پس از رفت و روپ
رکھیں تو بہ تو اُعود و صندل سے اُچوب

سب اسباب جب ہو چکے ایک جا
کہ اُس مد نے ہو پشتِ زیں سے جدا

کیا اس طرح اُس چٹا میں جلوس
کہ تختِ شہانہ یہ جیسے عروس

۱۔ تویر تو بمعنی تہہ بہ تہہ (اسٹائن کاس، ص ۴۴۳)۔

۲۹۰ پھر اونہی کا زانو پہ رکھ کر کے سر
لگی کہنے اُس 'رو پہ کر کے نظر

کہ آخر ہے اب وقت نک چشم کھول
لب لعل سے اپنی عاشق سے بول

یہ کہہ لے کہ آیا وہ کیا تجھ کو پیش
کیا یہ تن نازیں کن نے ریش

ہے 'تو، جس کے خطرے سے روزِ نبرد
تہمتن کا الدام ہوتا تھا زرد

ترے تیر کا سن کے لوگوں سے ہم
پکڑ ہاتھ ارجن کا بھاگے تھا ہم

۲۹۵ کہیں تجھ کو ملتا اگر شیرِ نر
دہکتا وہ جونِ روہِ بے جگر

جو پیلِ دماں کو 'تو لہتا رکید
وہ ڈھونڈے تھا چہنیے کو چہنی 'کا چہید

ہے یا آج تو ہی وہ اے پیلِ زور
ہے مشکل تجھے آپ سے دفعِ سور

یہی ہیں جو گردش کے اس کی شعار
تو ہے توف ' اس چرخ پر لاکھ بار

وہ کرتی تھی اُس 'رو سے جب یہ خطاب
جگر ایک عالم کا ہوتا تھا آب

۱- چہنی : چوہنی -

۲- توف : توف ، تقو -

۳۰۰ پھر آخر کو چن کر کے ہیزم کا ڈھیر
دی اس ڈھیر کو آگ بالا وزیر

یہ مسکے تھی اس عود سے وہ زمیں
گویا دشت سارا ہے صحرائے چین

اس آتش میں آئی تھی وہ ہوں نظر
شفق میں ہو خورشید جون جلوہ گر

جلے تو تھی وہ آگ کے دریاں
انکاروں پہ لوٹے تھا ہر اک جہاں

تھی اس آگ کو سوخت اتنی کمال
کہ باقی سے پتلا تھا آتش کا حال

۳۰۵ ہر اخگر نے منہ سے ملی اپنے خاک
کیا جیب شعلے نے اس غم سے چاک

جو اس جا پہ حاضر تھا پیر و جواں
آٹھا اور گوا خاک ہر شعلہ ساں

دھوئیں نے اسی غم میں پہرا' سیاہ
ہے بے طاقتی اس کی غم پر گواہ

کو' دم دلوں پر یہ تھا داغ و درد
پھر آخر نہ یہ زن رہی نے وہ مرد

دو تن کو کیا عشق نے جیسے سیر
خوئے راکھ کا جل کے اک ہل میں ڈھیر

۳۱۔ نہ باقی رہا آن سے جگ میں نشان
مگر ذکرِ آن کا ہے وردِ زباں

یہی چرخِ کافر کے نت ڈھنگ ہیں
یہی اس زمانے کے لیرنگ ہیں
خیم چرخ میں ہے مئے عیشِ کم
بھرا ہے تمام اس میں زہرابِ شہم

ہے ماتم سے ہر عیشِ دنیا کو راہ
کہ ہے ساتھ رنگِ حسا کے سیاہ

نہیں قابلِ سیر یہ سبز باغ
کہ ہر لالہ اس کا ہے پُر خونِ ایاغ

۳۲۔ بسا گلِ عذارِ معین پر کہہ یاں
تہ خاک ہیں ہر قدم پر نہاں

جو سنبل کہہ مائی سے نکلی ہے جم
کسی کی ہے وہ زلفِ پُر بیج و خم
ہے نرگس جو اب شکلِ گلِ آشکار
کسو وقت میں تھی وہ چشمِ نگار

جہاں خسار دیکھے 'تو زیرِ فلک
کسو چشمِ خوف کی ہے وہ ہلک

نہ کر نیک و بد پر زمانے کے غور
کہ ہے اک یہی اس سے بچنے کا طور

۳۲۔ تغافل سے منہ اس پٹارے کا ڈھانپ
کہ ہیں بند منہ تک تمام اس میں سالپ

عجب کچھ ہیں اس گھر کے وہ خانہ دار
جو سالم کئے پاں سے سردانہ وار
جو جانے تو بازی پہ اس کی نہ بھول
کہ جز غم نہیں اور اس سے حصول

کہاں ہے تو اے ساقی جامِ مے
رکھے گا مجھے مضطرب تا بہ کے
جھٹک جا تو نظروں میں یوں بے درنگ
کہ آ جاہ آنکھوں میں جوں مے کا رنگ

۳۲۵۔ نہ جانے کوئی ہل میں یہ روزگار
کرے کیا کیا سانحہ روبہ کار

نہ کر بر سے میرے تو اک دم کنار
میں دیتا ہوں تجھ کو قسم باز باز
تجھے چین کیسو کی اپنے قسم
کہ ہیں جس کے حلقوں میں سو ہیچ و غم

قسم ہے تجھے چشمِ خوں راز کی
قسم ہے رخِ لبتہ الگیز کی

تجھے اس خطِ عنبریں کی قسم
تجھے بے چشمو کی اپنے قسم

۳۳۰ مجھے اس مری کرم جوشی کی سوں^۱
کہہ ناز اپنی خموشی کی سوں

کہ لب لاکھ حیلوں سے کھولے نہ تو
جو مر جائے عاشق تو بولے نہ تو

مری عمر کا جام لبریز ہے
دم نزع کیا جائے پرہیز ہے

مجھے دے وہ پھنے کی اپنے عصیر
کہ ہوں کار دوراں سے عبرت پذیر

احوال پادشاہ پس از ستی شدن فتنی

الا اے خرد مند دالش پرست
نہ ہو جام غفلت سے دنیا میں مست

۳۳۵ کہ ہر لحظہ پاں اک نیا رنگ ہے
ہر اک رنگ میں تازہ نیرنگ ہے

نبیڑی نہیں اس مہم گہ کی بات
کہ جون بات میں ہو ہے کیلے کی بات

چنان چہ اس احوال کا رازدان
یہ راز اس طرح سے کرے ہے بیان

کہ فارغ جب اس کام سے ہو کے شاہ
ہوا آن کر داخل بارگاہ

ہر اک لحظہ طاری تھا اس پر یہ حال
کہ یہ خواب دیکھی ہیں پاکچہ خیال

۳۳۔ عجب ڈھب کی آئی یہ بازی نظر
کہ بازی نے کھینچا سوے راست سر

یہ حیرت تھی عارض اسے صبح و شام
ہوئے خواب و خور اس کے اوپر حرام

نہ جامے کی پروا نہ تن کے حواس
سہنے گذرتے تھے بدلے لباس

ہر اک لحظہ سینے سے آہ و فغاں
چلے آئے تھے کارواں کارواں

نہ تھا چین اس کو نہ صبر و سکون
ہو جس طرح سے کارِ اہل جنوں

۳۳۵۔ کبھو لالہ دل جگر تاب تھا
کبھو اشک میں دل کا خونتاب تھا

جوانی میں غم نے کیا اس کو پیر
ہوا رنگِ رو ارغوان سے زہر

دو اسبہ گئی اس سے عمر عزیز
کیا چرخ نے غورگی میں سویز

نہ تھا گرچہ ظاہر میں کچھ درد و رنج
مراضانہ تھے لیک تن پر شکنج

وہ قامت جو تھا راست شکل سنان
خمیدہ ہوا مثل شاخ کہاں

۳۵۰ کہوں کیا میں اُس کی فقاہت کا حال

نہ باقی تھا کچھ تن میں بیش از خیال

جو ہوتا وہ اک سو کے اوجہل کبھو

دکھائی نہ دیتا پس تارِ مو

کچھ اتنا ہوا تھا ضعیف و نزار

کہ تھا اک ہر مور وہ جامہ وار

اطبا تھے حیران تجویز سے

کہ ہو فائدہ اس کو کس چیز سے

کوئی دفع سودا کی دے تھا حبوب

کہے تھا کوئی پان و عنبر سے خوب

۳۵۵ یہ افزوں ہوا وہ غمِ جاں گسل

دے اُس کو جوں جوں مقویِ دل

وہ دولت سرا جس میں ہر صبح و شام

رہے تھی کئی عید کی دھوم دھام

یہ اُس سے کئی یک بہ یک خورمی

کہے تو نہ تھا پان کبھو آدمی

جو دیکھے تھا یہ واقعہ، شمع ساں

رہے تھا سدا دست ہر آہاں

جو ہوق کبھو لزمِ عیش و نشاط

یہ مفقود تھا خلق سے انبساط

۳۶۰ کہ یان نک گرفتار حیرت تھے سب
سیسے ہیں گویا اہل مجلس کے لب

نہ صحبت میں وہ انبساطِ قدیم
نہ مجلس میں وہ کرماتِ ندیم
نہ اندیشہ سے نہ پرواے جام
نہ ہنگامہ عیش و عشرت سے کام

بڑا تھا کہیں شیشہ غمور و ش
کہیں ساحل سے تھا خمیازہ کشی

نہ گریاں تھے اک دیدہ جاترنگ
دوتا تھی اسی درد سے پشتِ چنگ

۳۶۵ لٹا باغ و گل پر بڑی غم کی اوس
کیا شورِ سرخ چمن لاکھ کوس

کیا چرخ نے اور صورت سے دور
ہوا اور سے حالِ دورانِ کچھ اور

پھرے باغبان ہر طرف سینہ چاک
کہ اے اے کیاسر بہ ڈالوں میں خاک

کروں کیا کہ پھر باغ کا ہو وہ ڈھنگ
وہی آئے کلشن بہ پھر آب و رنگ

غرض وان جو حاضر تھے خورد و بزرگ
کریں تھے طلبِ چارہ ہائے سترگ

۳۷۰۔ یہ آس کو نہ ہوتا تھا کچھ سودمند

ہر اک لحظہ تھا دردِ آس کا دوچند

اسی درد میں مبتلا تھا یہ شاہ

کہ گذری اسے مدتِ چند ماہ

تہ اک روز مل کر کے بہرِ فلاح

کی اعیانِ دولت نے باہم صلاح

کہ بھر مجلسِ جشن ترتیب دیں

دلِ شہ کو شادی کی ترغیب دیں

ہو شاہد کہ آوے کوئی حیلہ ساز

کرے یہ گرہِ رشتہ جاں سے باز

۳۷۵۔ ہر اک ست دی شہر و دہ میں صلا

کہ جواہرِ فن ہے وہ حاضر ہو آ

شہنشاہ کا جشن ہے صبحِ دم

ہر اک شخص لے سر سے کارِ قدم

کہاں ہے تو اسے ساقِ بے خبر

جو لے ہے نو جلدی مری لے خبر

مرا غشت سے غم کی ٹوٹا خوار

گریباں لہو سے ہے سب لالہ زار

کوئی جامِ مے جلد بھر کر پہلا

تغافل کے ماروں کو اپنے چلا

۳۸۰ کہ جی پر لٹ آج عرصہ ہے تنگ
یہ کب تک گرفتاریِ نام و تنگ

شہنشاہ کا کل کو دیوان ہے
مرا دست و تیرا گریبان ہے

از تدبیر وزرا و آمرایان بار دویم جشن کردن
پادشاہ و حاضر شدن ہماں ٹٹ

خدا جانے کیا آج دل پر ہے درد
کہ ہر دم کے ساتھ آئے ہے آہ سرد

زنی جوششِ اشک ہے دم بہ دم
چلا آئے ہے چشم میں نم بہ نم

یہ سینے میں کچھ دل ہے وحشت سکال
ہو ہنجرے میں جوں مرغِ وحشی کا حال

۳۸۵ نہ جانے ہو کس طرح دل کو کشاد
وہ کیا کیجیے جس سے خاطر ہو شاد

مگر پی مٹے ارغوانی کے تئیں
بلا لیجے جیکے فلانے کے تئیں

ہو ایسا کوئی خانہ وسعت میں کم
کہ جس میں فقط ہووے وہ یا کہ ہم

کوئی لحظہ واں ہے خلش جی جے
جو کچھ جی میں آ جائے سو کیجیے

کوئی دم جو اس طرح گذرے ہم
تو شاید فرو ہووے خاطر سے غم

۳۹۰ کہ جوں شمع کر شہ نے بزمِ طرب
کیا عیشِ وارفتہ کسرِ پورِ طلب

چنان چہ لگارلڈ سحرکار
بہ ایں وضع ہوتا ہے جادو نگار

کہ سلطان چین نے تہ آہاں
کیا جب کھڑا صبح کا سائبان

صبا نے کیا آٹھ کے ہر سو قیام
کہ ایوان شاہی سہوریں تمام^۱

ہرآمد ہوا حکم اس بات کا
شفق سے بچھے فرشِ بالات کا

۳۹۵ ادھر^۲ بعد تیاریِ بارگاہ
ہوا رونقِ افزائے مجلسِ یہ شاہ

کیا کرسی زر کے اوپر جلوس
ہوئے جمع دانش ور روم و روس

-
- ۱۔ قائم کے نسخوں میں : کہ ایوان شاہی کو سہوریں تمام ”سہوریں“ ،
نسخۃ النجمن و ایشیاٹک سوسائٹی : ”سہوڑیں“ ، انڈیا آفس) - لیکن
وزن اسی صورت میں درست ہوگا جب کہ یہ یا تو ”کو“ حذف کر دیا
جائے یا ”سوزھیں“ پڑھا جائے -
۲۔ متن میں ”ایدھر“ ہے -

لکی لگنے مردلک کے منہ پہ تھاپ
گھٹا چرخ لیلی میں شورِ الپ

زس عود سوزوں میں روشن تھا عود
تھی ہوئے خوش اتنی کثیرالوجود

کہ کہتی تھی کہہرا کے ہر دم نسیم
کہ آلتا نہیں مجھ سے ہمار شمیم

۴۰۰ مٹے لعل مالندِ خونِ حمام
کہ باقوت جس کا ہے ادنا غلام

ہر اک سست تھا اُس سے مجلس میں دور
ہیے تھے زن و مرد ہانی کے طور

یوہی تھا کوئی لحظہ یہ لاؤ نوش
تھے عیش و طرب ہم دگر گرم جوش

زس جوش کرتا تھا دل سے طرب
لہ ملتے تھے جوں غنچہ شادی سے لب

کہیں تھا کوئی ماہوشؔ نغمہ ساز
بہ لعلِ خوش آہندہ جادو طراز

۴۰۵ کہیں بزم میں ہو رہی تھی بھکت
کوئی تال پر صرف ناچے تھا کت

کہ چلنے لگی پھر وہی بادِ کُند
ہوئی باد چلنے سے ویسی ہی دھند

۱۔ ادنا : ادلی ۔

۲۔ قائم کے نسخوں میں 'مہوش' ہے ۔

کہ عالم کو جس سمت کیجے نگاہ
زمین سے ہے لے لے گا یہ گردوں سیاہ

اڑے تھا یہ ریتے کا ہر سو روا
کہے تو کہ افشاں ہے یکسر ہوا

نظر آئے تھا مہر اتنا سیاہ
گہن بیچ آ جا ہے جیسے کہ ماہ

۱۰۰ ہوا تھا اس آشوب گہہ کا یہ ڈول
کہ ہر دل یہ طاری تھا محشر کا ہول

کہا شہ نے ہے آج ویسا ہی روز
یہ روز سیہ جس سے ہے تا ہنوز

جی ذکر و مذکور تھا درمیان
کہ حاضر ہوا آ کے وہ کارداں

سب اس لٹ کی صورت میں کرتے تھے غور
کہ اے مالک الملک یہ کیا ہے طور

جو جل کر کے خاکستر و دود ہو
وہ کس طرح پھر آ کے موجود ہو

۱۰۵ مگر ہے یہ کوئی خبیث ہلید
کہ صورت میں اس لٹ کی آیا ہلید

نہ بولا ہی وہ ”کائے“ شہ داد گر
ہو تجھ داد سے خلق لٹ بہرہ ور

میں اقبال شاہی سے جم کو بہ حرب
ہزمت دی لے شرقی سے کا بہ غرب

چھپا جب مری تیغ سے وہ لہیم
سمندر میں جا زہر مائے حیم

کیا اس سے میں ترک ہیکار و جنگ
کہ عاجز کشی ہے شجاعوں کا تنگ

۳۲۰ کہیں جا کے جس شخص نے لی پناہ
ستم ہے آئے مارنا خواہ فضاہ

ہوئی آرزو دل کی میرے تمام
پس اب تجھ سے ہو ہے مرخص غلام

وہ لونڈی جو سرکار میں ہے ، شتاب
منکا دو کہہ بندہ ہے ہادر رکاب“

کہا شہ نے ”کالے“ مرد صاحب ہنر
خدا سے ڈر اتنی ڈھٹائی نہ کر

وہ زن ساتھ تیرے بہ صد درد و غم
اسی روز جل کر ہوئی تھی بہم

۳۲۵ یہ کہتا نہیں میں تصنیع کی راہ
ہے اس حادثے پر اک عالم گواہ

وگر تجھ کو یہ بات باور نہ آئے
جہاں وہ جلی ہے وہ حاضر ہے جائے“

”کہا نٹ نے ”کلمے شاہ عالی مقام
بھلا کچھ ہے معقول تیرا کلام

تو ہر لحظہ یہ کر کے عذر آوری
سکھاتا ہے کیا نٹ کو بازی گری

یہی کہہ نہ دل ہے مرا آس سے بند
تو جا کھیل کھا، کی وہ ہم نے پسند

۳۳۰ یہ جانے تو موقوف کر یہ خیال
کہ آخر نہیں خوب اس کا سال

کہ کہنے کو تو اک یوہیں نٹ ہوں میں
یہ نٹ کیا اک عیار و نٹ کھٹ ہوں میں

یہ شایان ہے کب سلطنت کے کہ شاہ
ہر اک پر کرے چشم اپنی سیاہ

جو ہوتے ہیں سلطان نصف اساس
انہیں ہو ہے ناموسِ عالم کی پاس

نہ دن، دعویٰ دیں پشاہی کریں
جو ہو رات، یہ روسیہاہی کریں

۳۳۵ ڈر اس نفس کے شر سے اور خیر مانگ
نہ جانے کوئی پل میں کیا آئے سانگ

غرض بعد ہنگامہ ٹھہری یہ رائے
کہ نٹ دیکھ لے چل کے خلوت سرائے

کیا اور کی آواز ان نے بلند
کہ شہ نے کیا ہے کدھر تجھ کو بند

دیا نٹ کو پردے سے زن نے جواب
کہ لی تیں خبر خوب میری شتاب
رہی اتنی مدت میں جس شکل سات
کہوں کیا کہ نا گفتی ہے وہ بات

۔۔۔ یہ وہ سمجھے جس کو ہو کچھ عقل و رائے
کہ ہے آتش و خس کی صحبت بلائے

لہ ہو کیوں کہ وہ زخم دلدان سے ریش
جو سولہے شباں گرگِ خوفی کو میش
سنا نٹ نے جب زن سے یہ ماجرا
کیا خشمگین ہو کے پردے کو وا

وہ لکلی یہ سب زیب و زیور میں غرق
کہ نکلی ہے جس طرح ہادل سے برق
کہا نٹ نے ”کامے بادشاہ امیں
امانت یہ تیری ہزار آفریں

۔۔۔۔۔ کے لیے
یہ سب شاہ عالم نے چیلے کیے

ڑھے شاہ جو یہ خیانت کرے
کہ نفی یہ ترک امانت کرے

یہ حضرت کا دل ہے اگر اس سے بند
میں گذرا ، اسے آپ ہی کیجئے پسند

عرض جو کہی ان نے شوخی سے بات
وہ ہر بات تھی اک ظرافت کے سات

کچھ اک دل کو شہ کے ہوا ابتہاج
وہی اس کے آزار کا تھا علاج

۵۵۔ ہوئی احتیاج اس کی ہل میں روا
آسی درد نے کی پھر اس کی دوا

ہوا کون حیرت کے غم میں اسیر
نہ حیرت ہوئی جس کی پھر دستگیر

یہ وہ سمجھے اس کو جو ہو حق شناس
کہ حیرت یہ عرفان کی ہے اساس

• پس اب دل یہ سب ہرزہ باقی نہ کر
سخن منجی و موشگافی نہ کر

بہلے آج باندھی تھی کُتو نے یہ بات
کہ باتوں ہی میں کٹ گئی یہ بھی رات

۵۵۔ کہاں تک یہ افسانہ ہائے کہن
کر اب حال پر اپنے ختم سخن

تمثیل

خرد مند مریدا ، ہنر پروا !
محبت مرشتا ! کرم گستا !

تہ دل سے کچھ بات مارے ہے جوش
بھلا سن لے اس کو بھی ٹک رکھ کے گوش

نہیں گر چہ یہ دُرد در خوردِ خورد
ہر ہر صاف کے بعد آخر ہے درد

جو مے دستِ احباب سے لیجے
جو ہو دُرد یا صاف، سب پیچے

۴۶۰ رکھے تو جو اس حرفِ ناخوش پہ کان
کروں شمعُ درد تجھ سے بیان

کہ ہے ان دتوں دل پہ یہ اضطرار
کہ ہے زندگی موت سے لاگوار

جس انداز سے دل میں کھٹکے ہے سانس
کرے وہ خلل کب جراحت میں پھانس

مٹے لعل کون کے عوض دم یہ دم
ضیافت ہے اب دل کی خونتابِ غم

لیا ہے یہ سب فکر و فائدہ نے گھیر
کہ خوش ہوں اگر آؤں جینے سے سیر

۴۶۵ جو سو دن کو دوں فکر روزی میں جاں
توُجز اشک کے آب و دانہ کہاں

وگر رات ٹوٹی وہ دن کا نہار
غذا اپنے پہاؤ سے ہے شمع وار

تہ اک شام دل محنت الدیش ہے
جس سالحدہ صبح در پیش ہے

کبھی جی کو غم سے رہائی نہیں
خوشی سے گویا آشنائی نہیں

بہ شعر و سخن سے ہے دل پر ملال
کہ گذریں ہیں اس ذکر کو ماہ و سال

۷۷۔ مگر غم نے ایسا ہی دل خوں کیا
تو کئی 'مصرع' آہ موزوں کیا

ہو جس شخص پر زیست یاں تک محال
بہلا جمع کیوں کر ہو اُس کا خیال

وہ جائیں جسے اس میں کچھ ہو شعور
کہ اس کام کو ہے فراغت ضرور

جو بلبل کہ ہالیز میں تنگ ہو
کسب اُس کا بہارا نہ آہنگ ہو

سو اس حال میں ایک مشفق نے رات
کبھی مجھ سے از راہ شفقت یہ بات

۷۸۔ کہ لے کاغذ و خامہ اور عزم کر
یہ قصہ ہے نادر ایسے نظم کر

تہ تھا بس کہ سر بیچنے کا مقام
کیا ہر طرح میں یہ قصہ تمام

یہ تھا دل پہ یہ قصد وقت رقم
گوہا ہائے قاصد ہے لوگِ قلم

مرتب ہوا جب یہ چندیں شتاب
دیا ”حیرت افزا“ میں اس کو خطاب

سو خدمت میں تیری ہے اب یہ سوال
کہ ہو میں کرم پیشہ اہلِ کمال

۴۸۰ کسی خورد کا عیب دیکھے میں کر
بزرگی سے جانے ہیں اس کو ہنر

کہ کر ہو کہیں اس میں کچھ بیش و کم
تو جاری کر اصلاح کا تو قلم
وگر قابلِ عفو ہاویِ خطا
گذر اس خطا سے بہ عفو و عطا

کہ ہے چو کھوٹی جنس انسان سے
سُرکُتب ہے وہ سہو و نسیان سے

ارے ساقِ مست جامِ شراب
مناسب ہے شدت میں مستی کی خواب

۴۸۵ کہاں تک یہ بیہودہ شور و شغب
مرے منہ پہ بوسے سے رکھ مہر لب

کہ ہو کو تو اپنے نہایت نہیں
ہر اب وقتِ حرف و حکایت نہیں

ہوا ہے یہ جس سن میں نامہ رقم
ہے بارہ سے ہجری میاں سات کم^۱

(۳)

قصہ شاہ لدھا، مسمیٰ بہ عشق درویش^۲

الہی شعلہ زن کر آتش دل
تب دل دے بہ قدر خواہش دل

وہ دل دے ہو جو لیشِ غم سے معمور
مشبک سر پہ سر چوں شانِ زہور^۳

۱۔ یہ شعر صرف نسخۃ الذبا آس میں ہے۔

۲۔ اس حصے سے متعلق بعض باتیں مقدمہ و حواشی میں ملاحظہ ہوں۔

یہ مثنوی بھی غلطی سے کلیات سودا (جلد دوم، ص ۸۵ تا ص ۱۰۰) میں شامل ہو گئی ہے لیکن اس بارے میں اب کوئی شبہ باقی نہیں رہا کہ اسے ہی دوسرے متنازعہ فیہ کلام مشترک کی طرح یہ مثنوی بھی قائم ہی کی تصنیف ہے۔

صرف نسخۃ رام پور (ورق ۱۱۶ الف تا ۱۲۹ الف) اور النجم (ص ۲۳۳ تا ص ۲۷۰) نیز تذکرۃ جمیع الانتخاب (ورق ۳۶۷ الف تا ۳۷۷ الف) میں یہ مثنوی شامل ہے۔ ظفر الملک علوی مرحوم نے بھی اسے ’النظر‘ لکھنؤ کی اشاعت ستمبر و اکتوبر ۱۹۳۷ء میں (ص ۱ تا ص ۲۰) ’’مثنوی جذب الفت‘‘ یا مثنوی مسمیٰ بہ عشق گدا‘‘ کے عنوان سے شائع کیا تھا۔

۳۔ شائد زہور (جمع الانتخاب)۔

ہے ' تا پر سوز چشمِ گریہ آلود
لبِ زخمِ جگر کو رکھ ہمک سود

رہے یوں کلفتِ تن میں دلِ پاک
کہ پنہاں ہووے جوں اخگر تہِ خاک

۵ کرامت کر وہ عشقِ آتش انگیز
بنے ہر استخوانِ میرے سے گلی ریز

مدام اکِ نازِ پروردِ جرات
کرے خلوت میں دل کی استراحت

ہمیشہ جوں رگِ تاکِ بریدہ
ہر آنسو تا سرِ سڑکاں رسیدہ

زِ خونِ دیدہ گان تر کر گلو کو
ثبات دے سناں کی موہ موکو

امیدوں کے اٹھا خاطر سے وسواس
ایسے شخصِ دل کر شاہدِ یاس

۱۰ کر ایسا مشتمل داغِ جدائی
ہو روشن جس سے شمعِ آشنائی

کھلے دل پر یہ دنیا بابِ توفیق
کہ بے پردہ عیاں ہو روئے تحقیق

نہ ہوں من بعد محوِ ہوجِ باقی
کروں سفرِ سخن سے موشگافی

در حمد باری تعالیٰ

بنام آن کہ عشق آموز دل ہے
جراغِ فروزِ شمعِ سوزِ دل ہے
عطا کی آن نے گل کو شکلِ زیبا
کیا بلبل کو آن نے لاشکیبا

۱۵ جہاں ہو اس کا غم ہنگامہ برداز
ہے ماتم کے تئیں شادی پہ واں ناز

لگا موسیٰ سے تا غارِ و خسرِ طور
ہیں اس کے شوقِ نظارہ سے معمور
ہے ہر ذرے میں ہاں بہاں وہ خورشید
تو اس دھوکے میں ہے یہ عمرو وہ زید

جو کچھ دیکھے ہے تیں عالم میں موجود
ہے اُس کی بود سے ان سب کی پیود
نہ ہو اس سے اگر ذرے کو ٹالید
اسے کیا رو کہ چاہے وصلِ خورشید

۲۰ تک نسبت کر اپنی اُس سے معلوم
کہ ہو رمزِ حقیقتِ تجھ کو مفہوم

ہے دمِ ماہی کا جس صورت سے ہائی
اُسی سے ہے ہر اکہ کی زندگانی

جو دیکھے تو ہر اکہ دم کو بہ اسماع
تو کچھ سمجھے ہیں یہ کیدھر کے فیضان

فضولی ہے اب آگے حرف گفتار
نبیوں یک مشت ہے از چند خروار

اگر دریاقتی ، ہر دانشت بوس
وگر غافل شدی ، افسوس ! افسوس !

۲۵ الا اے ساقیِ فرخنده فرجام
ادب کی مے سے تو دانش کا بھر جام
کہ یانِ تقدیرِ فضولی ناروا ہے
نہیں یہ حامد ، نعتِ مصطفیٰ ہے

در نعت حضرت سید المرسلین

زہے سر دفترِ اربابِ ملت
تداوی بخش صد انواعِ علت
مجددؑ وہ کہ ہیں جتنے پیغمبر
ہیں اس کے سرائے سے سب فروتر
نہ ہوتا وہ اگر زہنتِ دہِ خاکہ
بلا گردانِ خاک ہوتے نہ افلاک

۳۰ ہے جتنا کچھ کہ عالم میں ہویدا
ہوا اس کے لیے سب کچھ وہ پیدا

فرض جو کچھ کہ اس کا مرتبہ^۱ ہے
لخدا ہی اس کا عالم ہا خدا ہے

یہ منہ وان کی ثنا لائق نہیں ہے
ثنا اگر وان کا جبریلِ امیں ہے

اس اب بہتر ہے اس جاگہ^۲ خموشی
ہو گیا عجزِ سخن کی عیب پوشی

کہ چپ رہنا جو واقع میں بجا ہے
کلامِ غیر موقع سے بھلا ہے^۳

مناجات

۳۵ خداوند اے ہٹے آلِ پیہر
بہ حقِ باطنِ ہر چار سرور

میں ہوں گو قابلِ نازِ جہنم
یہ تیرے فضل کا دوا ہے کیا کم

۱- مرتبہ : مرتبہ -

۲- جاگہ : جگہ -

۳- نسخۃ انجمن اور تذکرۃ جمیع الانتخاب میں ہیں شعر ہے ، لیکن نسخۃ
رام پور میں اس طرح ہے :

کہ جس جاگہ سکونت برہل ہے

خیال حرف ہے موقعِ خلل ہے

مثنوی قائم مرتبہ ظفر الملک علوی میں یہ شعر ہے :

کہ اکثر جو سکوت برہل ہے

سخن پر اس کو سو جاگہ خلل ہے

اور کلیات سودا میں یہ ہے :

سکوت برہل ہے دل کی تفرغ

سخن پر اس کو سو درجہ ہے ترجیح

شفیعوں پر ٹنک میرے نظر کر
اس آتش کو ٹک اس پانی سے تر کر

کہ جس جاگہ ترا فضل و عطا ہے
میں کیا اور کس قدر میری خطا ہے

الا اے چارہ سازِ بادہ نوشاں
زیاں گویا کنِ مستِ خموشاں

۳۰ ہے عرصہ دل پہ خاموشی سے اب ٹنک
رہے کب تک یہ آئینہ تہِ زلک

وہ سے دے جانے جس سے دل کی کلفت
کہہوں میں داستانِ جذبِ آفت

آغاز داستان

شب اک ماتم سرائے خانہ عشق
بیاں کرنا تھا یوں انسائے عشق

کہ تھا پنجاب میں اک مرد درویش
گرفتارِ بلائے حالتِ خویش

ہمیشہ دستِ دل سے ہائے کوہاں
سدا آشفته سر، جوں زلفِ خوباں

۳۱ حزنِ عشق، سانسِ دمِ سرد
ہسانِ جانِ عاشق سر بہ سر درد

گدازِ تن سے تھا از خویش رفتہ
ہو جوں محو چکیدنِ سومِ تفتہ

یہ تجویز جنوں دل دادۂ عشق
ولے عاشق نہ تھا آمادہ عشق^۱

مقام اس کا تھا اک جاگہ سر راہ
یہ وضع لکھ ، ہے جیسے تو آگاہ

مدام اس جا کو رکھتا اس قدر پاک
کہ کوئی آبِ گوہر سے ہے یاں خاک

۵۔ اگر تنکا تو واں سے ڈھونڈ لاوے
تنِ لاغر سوا اس کے نہ پاوے

عجب ہی لطف سے شاداب و خورم
کہ ایسا قطعہ دیکھا ہے بہت کم

کئی اک صحن میں اس کے خیابان
سو گویا التذبابِ باغِ رضوان

شجر واں کا ہر اک اتنا عجوبی^۲
نہ پہنچے جس کی کیفیت کو طوبی

بہم اس طرح شاخیں تھیں نمودار
گلے میں باہیں جون ڈالیں ہیں دو یار

۱۔ کلیات سودا میں اس کے بعد ایک شعر زائد ہے :

یہ رنگ شمع سر سے ہاتھوں تک لار
یہ تھی اک اشتعالک اس کو درکار

۲۔ یہ سودا کی اصلاح ہے ۔ قائم کے ہاں 'بجوبی' تھا ۔

۵۵ غرض سائے کا جو لکڑہ کہ تھا واں
کشاں تھا سو طرف سے دامنِ جان^۱

مسافر جو کوئی اُس راہ آتا
وہ دل سے یاد منزل کی بھلاتا
سرائے دھر تھی گویا وہ جاگہ
کہ جو آیا سو بھولا منزل و رہ

وہ اک احوال سے بے چارہ درویش
مقیم اس جا میں تھا باخاطرِ ریش
نہ اُس سے دل کو اک چوٹی کے آزار
نہ اُس پر لیک و ہد سے خلق کے ہار

۶۰ بسر کرتا تھا جس صورت سے دن رات
کہاں پائی فرشتے نے یہ اوقات

خوشا احوال ہارانِ گذشتہ
کہ جن کی زیست تھی رشکِ فرشتہ
اک ہم ہیں خلقتِ انسان کے تنگ
کسی سے ہم، کوئی ہم سے ہے یاں تنگ

ہے ہد تر مرگ سے وہ زندگانی
کہ جب تب دل پہ ہو بیمِ فلاحی

۱۔ کلمات سودا اور 'الناظر' میں شائع شدہ مثنوی میں یہ شعر ہے :

غرض سائے کی واں کے ہر سلاسل
کشاں تھی سو طرف سے دامنِ دل

بہشت آن جا کہ آزارے نہ باشد
کسے را یا کسے کارے نہ باشد

۶۵ غرض جب تک وہ تھا اس خاک داں میں
بہ خوبی شہرہ تھا سارے جہاں میں

بد و لیکِ جہاں سے چشم بستہ
ہمیشہ ہر درِ دلہا نشستہ

دلوں کا پاس تھا آرام اس کا
تھی خدمت ہر کسی کی کام اس کا

نضا نے اس میں یہ بازی آٹھائی
کہ ناگہ اک برات اُس راہ آئی

ز بس دیکھی جگہ مطبوع و جاسرد
آئر بیٹھے ہر اک سو عورت و مرد

۷۰ جہاں یہ قافلہ آئرا تھا سارا
وہیں اک ست دلہن کو آٹارا

ہوئی گرمی سے ٹولے کی یہ جب تنگ
کیا ان نے ہوا کھانے کا آہنگ

لکالیں آنکلیاں سردے سے اوپر
رکھی اک ڈھب سے پشتِ دست اوپر

تعالیٰ اللہ چہ فندق اور چہ انگشت
کہ دیں تھیں خوں بہاے خلق یک مشت

وہ کانر دیکھنے میں آنکھ کی گونج
وہ شوخی میں کرلی تھیں برق سی گونج

۵۔ کہوں کیا بات جس کے منہ کے آگے^۱
کئی خورشید کو چمک چوندہ لا گے

جو دیکھے یک نظر وہ روئے زیبا
نہ ہووے پھر کسی رو سے شکوبا
دو چار آس سے ہوا یہ مردِ درویش
گیا بے چارہ اک جھمکی میں از خویش

نہ جانے تھی نگہ یا تیرِ ناتار
کہ یک تحریک میں دل سے ہوئی ہار
کوئی اک دم جو تھے یک جا وہ خورسند
ہوئے باہم ہزاروں عہد و پیوند

۶۔ نگاہوں میں رہا صد بست و تکرار
نہ تھا ہرچند وان اسکاںِ گفتار

محبت نے کی دولوں^۲ دل میں تاثیر
ہوا ہر حالہ^۳ دو دودوں میں یک تیر

۱۔ کہوں کیا بات منہ کی ، جس کے آگے (سودا) ۔

۲۔ دونوں ۔

۳۔ یہ کچھ عجیب سی ترکیب ہے لیکن قائم کے دولوں نسطوں ، تذکرۃ
جمع الانتخاب اور مطبوعہ کلیات سودا میں اسی طرح ہے ۔

لہاسِ عرصے میں کچھ دھیمی پڑی دھوپ
میںِ خورشید کا سیمیں ہوا روپ

طلب کی دل سے ہر اک نے اجازت
کہ چلے ، اب نہیں اتنی تمازت

الا اے ساقِ غونِ جگر نوش
نہ کر یاں تک حقِ صحبت فراموش

۸۵ کوئی یہ بھی دل آزاری کا ڈھب ہے
کہ میں مرنے ہوں ، تو رخصت طلب ہے

رخصت شدنِ برات از تکیہ و مردنِ درویش
در عشقِ دلہن

عجب رہ ہے یہ راہِ آشنائی
نہ ہوں گر جا بہ جا خارِ جدائی

ولے یہ بات اندیشے میں کب آئے
کہ عشق و وصل یک جا کہ گرہ کھائے

کہیں دو دل نظر آئے نہ خورسند
کہ لیویں کامِ دل باہم وہ یک چند

چنانچہ فوجہ منجِ ہزمِ تنائیں
کدوے ہے اس طرح یہ بات تقریر

۹۰ کہ جب وہ قوم اور یہ ماہِ رخسار
ہوئے چلنے کو اس تکیے سے تیار

وداعِ یار نے کی یہ منادی
کہ یاں آخر ہے غم ، انجامِ شادی

کسے جوں زخم گردوں نے ہنسایا
کہ ہنسنے میں نہ خون اس کو رلایا

غرض ابدھر تو جلتی تھی یہ دل ریش
آدمر لوٹے تھا آتش پر وہ درویش

نہ اس کو کچھ سخن کرنے کا پارا
نہ اس کو جز خموشی اور چارا

۹۵۔ یوہیں باہم تھے یہ سوہ بلایا
کہ ناکہ وان سے وہ ڈولا اٹھایا

ہوئی وہ فورم جب لکھے سے راضی
اجازت ان نے اس محزون سے چاہی

کہا ان نے لکھوں میں کہ مختارا
بدا قسمت کا گریہوں تھا تو ناچارا

گئی وہ اس طرف اور یاں یہ ہم ناک
کسے لٹا زیر لب با چشمِ ہم ناک

کہ اے گردونِ دوں یہ کیا کیا تیں
وہ دل سا نقد یوں ارزاں دیا تیں

۱۰۰۔ کوئی دیتا ہے اس ظالم کو بھی دل
کہ جاوے چھوڑ صیدِ نیم ہسمل

وہ کیا دیکھی خطا مجھ سے کہ یک بار
کدے تیں وقفِ جہاں صد نیشِ آزار

چہوں دل میں مرے یا رب یہ کیا بھائس
کہ جی میں خار سا کھٹکے ہے ہر سانس'

میں جس خطرے سے نت لرزے تھا برخویش
وہی آفت مرے لایا تو درپیش

پڑی دل میں مرے وہ آتشِ غم
کہ مالکے الاماں جس سے جہنم

۱۰۵ میں ہوں وہ طائرِ بازو شکستہ
کہ ہر صحرا میں با صد غم لشتہ

جلیں دون سے بناگہ خار و خاشاک
ہلے جب تک چکے سے چل کے ہو خاک

میں ہوں وہ تشنہ کامِ دشتِ حسرت
نظر آیا جسے پانی بہ کثرت

گیا نزدیک جب آس کے پس از سیر
تو دیکھا اک سراپِ خشک اور غیر!

اسی ڈھب سے فانی میں تھا و، رنجور
کہ نظروں سے گیا ڈولا کچھ اک دور

۵۔ یہ اور اس کے علاوہ شعر ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶ اور ۱۰۹ کلیات سودا میں
نہیں ہیں۔ لہذا یہ مجموعہ الانتخاب میں شعر ۱۰۹ اور نسخۃ رام پور میں
شعر ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹ نہیں ہیں۔ شعر ۱۰۳ کے بعد کلیات سودا میں ایک
شعر زائد ہے :

بہلا اے سفلہ و دور از فتوت
میں ہوں ہے عالم میں مروّت

۱۱۰ کھڑے ہو کر کی ان نے یک دودم شور
کہ اس میں بڑھ گیا آگے وہ کچھ اور

چڑھا اک پیڑ پر یہ شعلہ آتہ
تغیر دل سے لہو کا اپنے پیاسہ
جہاں تک قوتِ مندرِ نظر تھی
یہ تھا پاں اور نگہ اس کی ادھر تھی

نظر آنے سے مطلق رہ گیا جب
ہوا وہ روز اس پر تیرہ جون شب
گرا اوپر سے لیجے واں یہ مجروح
کئی دہال ڈولے کے چلی روح

۱۱۵ آٹھا ہر سو قیامت کا سا اک شور
کسے تو بھونکی اسرائیل^۲ نے صور

گریبان چاک گرد آس کے اک عالم
کرے تھا نوحہ و فریاد و ماتم

سنے تھا جو کوئی یہ حرفِ جان کاہ
نہ مارے تھا وہ دم جز نالہ و آہ^۱

دل آس کے غم میں لاکھوں کلفت اندود
ہزاروں چشم و مڑکان گریہ آلود

نہایت بعد جزع و فزع بسیار
صلاحاً یہ لگا کہنے ہر اک ہار

۱۱۔ کہ یہ جا اس کے جیتے بھی تھی مرغوب
یہیں رکھیے جو اب اس کو تو ہے خوب

معرض جس طور ہر ہے رسم و آئین
کیا اس مرد کا تجہیز و تکفین

الا اے ساقی خم خندانہ عشق
ادھر دے یک دو سہ پیمانہ عشق

یہ کیا پیمانہ لب ریزِ غمِ بار
ہو جس میں سر بہ سرِ فرقت کا لکھار

در بیان تاثیر عشقِ درویش بہ دلِ عروس و مذکور آن

نہ جانے یہ محبت کیا ہلا ہے
کہ جس کی آگ میں عالم جلا ہے

۱۲۵ نہ تنہا عاشق اس سے شیون آہنگ
ہیں خوبان بھی اسی اندوہ میں تنگ

جہاں ہاوی کا تو آشفتمہ بلبلی
بھٹا دیکھے کا جیبِ طاقتِ کلی

ہوا پروانہ جل کر کس جگہ ڈھیر
کہ واں کھینچی ہو چندے شمع نے دہر

چنناں چہ واقفِ رازِ نہانی
کرے ہے اس طرح آفتِ بیانی

کہ یاں درویش لے جس وقت دی جان
وہی ساعت ، وہی لحظہ ، وہی آن

۱۳۰ وہ شوخ اس طرح وان آشفته سر تھی
گوہا اس حال سے آس کو خبر تھی
غرض یہ عشق جب کھولے ہے پردے
جو حائل کوہ ہو تو شیشہ کر دے

یہ اک ادنا^۱ نسبت کا اثر ہے
کہ دل کو حال سے دل کے خبر ہے

یہ وہ پختہ اے سمجھے ہے اے خدام
پڑا ہو جس کو اس صورت سے کچھ کام
کہ یہ دو شخص کو ظاہر میں ہیں دو
یہ باطن میں نہیں فرقِ سرمو

۱۳۵ خیالِ ہم ہے^۲ آن کے بیچ اس طرح
دو آئینے میں اک صورت ہو جس طرح

جو کچھ اول میں تین دیکھے ہے تمثال
بعینہ ہے^۳ وہی ثانی کا احوال
ہے یہ بھی بلکہ اک حرف کذائی
جہاں ہوتے ہیں باہم آشنائی

نہیں اتنی بھی وان آس میں تفریق
ہے میرے قول کی یہ بات تصدیق

حکایت ہر سبیل تمثیل

سنا ہے میں کہ تھا لیٹائی کا یہ قصد
کہ ہر دلیعِ وحشت کیجیے قصد

۱۔ ادنا : ادنیٰ ۔

۲۔ خیال و وہم (سودا) ۔

۳۔ یہ مصرع اس طرح بھی پڑھا جا سکتا ہے : بعینہ وہی ثانی کے احوال ۔

۱۳۰۔ عوا قنصاد حاضر حسب ارشاد
 بہ کیا قنصاد ، اس فن کا آگ استاد

ہر اک نشتر یہ اس کا شوخ و سر نیز
 کہ مڑگان سے کسی کافر کی خون ریز
 سلیقے کا کہوں اس کے میں کیا حال
 کہ چیرے تھا وہ آنکھیں مولد کر ہال

جہاں ہوتا تھا گرم دست کاری
 رگِ خارا سے خون کرتا تھا جاری
 اسے خلوت میں جب آن نے بلایا
 یہ لے آلاتِ خدمت ، واں در آیا

۱۳۵۔ ہوا اس سے مساعد چرخِ کج باز
 لی ان نے ہاتھ میں وہ ساعدِ ناز

کہ جس کے ناز کا انداز ، محرم
 اگر ہوگا تو کچھ مجنوں ہی یا ہم
 غرض جس شکل سے تھی خواہشِ دل
 کیا کام ان نے اس ساعد سے حاصل

ہوا جاری رگِ لیلیٰ سے یاں خون
 چھٹی بے لیشر واں فصدِ مجنوں

۱۔ کلیات سودا میں اس کی بجائے یہ شعر ہے :

ہوا گردونِ دون اس سے مساعد
 لی اپنے ہاتھ میں آن نے وہ ساعد

ہزار افسوس اس جاگہ نہ تھے ہم
کہ اپنے ہاتھ سے کرتے لہو کم

۱۵۰۔ یہ کیا معنی کہ اک حجام بے مغز
لے اپنے ہاتھ میں وہ ساعدِ نفز

ارے اے ساقِ غم خاندِ عروش
میں بد جلوے سے کی منزلِ فراموش

دے وہ مے قا یہ سب خطرے پہلاؤں
سخن کوتاہ کروں مطلب پہ آؤں

در بیان بے قراری و بد حالیِ عروس در غمِ درویش

جو کوئی پاں رکھے ہے طالعِ شوم
جو یہ ہالے ہا، ہو جائے وہ بوم

اگر گوہر کہیں سے ہاتھ میں لائے
بہ رنگ ژالہ پانی ہو کے چہ جائے

۱۵۵۔ وگر پاوے طلائے دست افشار
وہ ہو جوں موم اس کے ہاتھ میں خوار

چنان چہ نقد کا اس زر کے صراف
کہے ہے اس طرح احوالِ اسلاف

کہ جب وہ نازلیں گھر بیچ آئی
دی جان ہر اک نے اس کو رو نمائی

نچھاور کے لیے پھینکے یہ سب دُر
کہ صحنِ خانہ گوہر سے ہوا دُر

ہوئی جو چشم اس رُو پر نظر باز
کیا اس چشم پر نظارے نے ناز

۱۶۰ شغف سے وان ہر اک دل کا تھا یہ رنگ
کہ مثلِ غنچہ تھی تن پر قبا تنگ

زن و مردِ قبائل تھے جو کچھ وان
خوشی سے ہم دگر تھے تہنیت خواں

تھی گھر میں ہر طرف شادی سے سو دھوم
بہ وہ بے چارہ اک حالت میں مغموم

لہ اس کو مہر، نے طاقت، نہ آرام
ہمیشہ گریہ و زاری سے تھا کام

ہر اک دم تازہ اس کو اک خلش تھی
مقیمِ سینہ چائے دل، تپش تھی

۱۶۵ ہر لک زلف، گہ آشفتمہ اطوار
کھسے جوں نرگسِ غمخور بہار

جگہ غارے کی، منہ اوپر وہ بیتاب
کرمے تھی گریہ سے تڑپیںِ خونِ ناب

بہ جاں سب گھر کے لوگ اس کے لعب سے
ولے وائف نہ تھا کوئی سبب سے

بہ قدر فہم ہر یک کوچک و پیر
کرمے تھا اس کے بہہ ہونے کی تدبیر

ہر آس کا حال تھا ہر دم تباہی^۱
 تباہی تھی جس طرح خشکی میں ماہی

۱۷۰ نسیم آسا اُڑاتی تھی کبھو خاک
 کبھو چوں گل کرے تھی پیرہن چاک

کبھو نوجے تھی سر کے بال غم سے
 کبھو نالان تھی فرقت کے الم سے

کبھی کہتی تھی، ہے ظالم و مظلوم
 کیا ہے کن آسیدوں ساتھ محروم

دماغ اپنا چلانے تھے زن و مرد
 یہ صد چندان تھا ہر اک لحظہ وہ درد^۲

۱۔ یہ عارض تھی آسے ہر دم تباہی (الناظر)۔

۲۔ کلیات سودا میں اس کے بعد چھ شعر زائد ہیں :

غرض یہ دکھ ہے کچھ ایسی ہی بابت
 جہاں حیران ہے سو طب اور طبابت

نہ مثلا یا سکے ہرگز یہ اسرار

عبث ضائع ہے یاں تعویذ و طومار

عناصر سے ہو کر زیادہ کوئی چیز

طیب آس کی کرے لٹھلیں و نمبوڑ

نشستہ ہووے جوں دردِ تیر آب

اگر سودا تو کیجے نقد و جتلاب

وگر صفر اکڑے صحت کی غارت

ہو تبریدوں سے اطفائے حرارت

مگر وہ جس کو اس کالج نے مارا

نہیں جز مرگ آس کا کبونی چارا

بہت کہینچی جب اس دکھ نے دراڑی
نظر آئی یہ سب کو چارہ سازی

۱۷۵ کہ اس مجروح غم کو سوئے خانہ
پھر تقدیر کیجے اب روانہ

یہ لکھیے خط کہ تا اپنے کوئی آئے
اسے جس حال سے ہو گھر کو لے جائے

اڑے اے بادِ نوشِ گردشِ دہر
نہ دینا جامِ مجھ کو مے یہ کیا قہر

ہوں لبِ تشنہ نہایت مثلِ خامہ
دے دے وہ مے جس سے ہوں سرگرمِ نامہ

نامہ نوشتن و فرستادن قاصد بہ طرفِ مادر و پدرِ عروس

دبیرِ واقفِ تفصیل و اجمال
بہ اینِ تقریب لکھتا ہے یہ احوال

۱۸۰ کہ اے تاجِ سرِ قوم و قبائل
سراسر شفقت و اشفاق مائل

وہ گوہر جس کے رشتے سے ہر اک یاں
گُہر کی طرح تھا ہر خویش نازاں

نہ جانے کیا ہوئی اس کو تب و تاب
ہوا جاہِ کچھ آپ ہی آپ بے آب

وہ نادیدہ خزانِ کلِ برگِ فوخیز
ہے جوں شاخِ کہن ہر دم ورقِ ریز

خدا جانے کہ اُس کو کیا بلا ہے
 بدلا تقدیر کا آخر کو کیا ہے

۱۸۵ جہاں تک چارہ دان تھے سب ہیں ناچار
 یہ کچھ سمجھا نہیں جاتا یہ آزار

مگر بعضے کوئی بعد از تامل
 کرے ہے اس طریقے پر تعقل^۱

کہ تھی یہ اقربا سے اپنے مالوف
 ہے صحت اس کی واں جانے پہ موقوف

سو یہ گھر اور وہ گھر سب ایک سا ہے
 سوہیں گر مصلحت ٹھہرے ، بھلا ہے

کسی کو کیجیے ابدھر روانہ
 کہ لے جا اس کو پاں سے سوئے خالہ

۱۹۰ کیا یہ لکھ کے خط ملفوف جس دم
 ہوئے اس مصلحت سے سب وہ خورم

لکھا تقدیر کا ہرگز نہ جانا !
 کرے گا کیا^۲ کوئی دم میں زمانا

دیا یہ خط کسو اک پیک کے ہات
 کہ جانا یاں سے واں تک جس کو اک بات

۱۔ یہ شعر تذکرہ مجمع الانتخاب میں نہیں ہے ۔

۲۔ یہ سودا کی اصلاح ہے ، قائم کے نسخوں اور مجمع الانتخاب میں ”کہ
 کیا کرتا ہے“ الخ ہے ۔

رسیدن قاصد بہ خاتۂ پدرِ عروس و بیانِ کیفیتِ آنِ جا

زہے تقدیر کہ اس کے سرائر
ہے کیا دانش جو ہوئے اُن پہ دائر

ہمارے لبہم میں کتنا کچھ آوے
کہ اس کی کندِ ماحیت کو پاوے

۱۹۵ کریں ہیں حسبِ ظاہر ہم تدابیر
یہ کیا جانے ہے کیا اسرارِ تقدیر

چنانچہ یوں سنا ہے میں کہ جس دم
ہوا یہ پیک اس منزل کا محرم

تھے اس گھر کے جہاں تک پرو اطفال
ہوئے اس سے وہ سب پرسانِ احوال

بس از تبلیغِ چندیں حرفِ جانِ کوہ
دیا اُن نے اُنہیں آخر وہ مکتوب

لیا ، اور بعد پڑھ چکنے کے یک سر
ہوئے اس ماجرے سے سب وہ مضطرب

۲۰۰ یہ تھی نزدیک از بس ظلمتِ شام
وہیں وہ رات بیتی کام و ناکام

اگر بالفرض تھی وہ عید کی سلخ
شبِ ماتم سے بھی گذری لپٹ تلخ

۱۔ کلیات سودا میں اس کے بعد ایک شعر زائد ہے :

کہ ہاں سے گر ابھی چلے تو ہے خوب
کہ ہو معلوم واں کا کیا ہے اسلوب

عجب حالت رہی ان سب پہ طاری
نہ تھا کچھ کام جز اختر شاری

انہوں کا حال بد کرنے سے ادراک
گریبان صبح نے غم سے کیا چاک
شفق نے طرح اس گل پرہن کی
رنگی لوہو میں سب پوش بدن کی

۲۰۵ پڑی بھکی جوتک شب کی سیاہی
ہوئے وان کو کچھ آن کے لوگ راہی

پس از قطع مسافت یہ عزیزان
ہوئے وارد جو وان آفتان و خیزان
جہاں تک اس جگہ کے تھے اکابر
ہوئے خدمت میں آن کی آ کے حاضر

کُھلا لیں کمریں اور جھاڑے سرو رو
بٹھایا آن کو اور بیٹھے ہراک سو

ہیں جس صورت سے خدمت کے سر انجام
بجا لائے وہ سب انواع اکرام

۲۱۰ غرض بیٹھے یہ وان جب فارغ البال
ہوئے آس خستہ سے مستفسر حال

کہ اب اس کے مرض کا ڈول کیا ہے ؟
آسی صورت سے ہے یا کچھ شفا ہے ؟

دکھایا ہے جنہیں اس کو مقرر
کرے ہیں کہا وہ بیماری مقرر

سرِ حرف و حکایت بس کہہ وا تھا
کہا ہر اک نے جو کچھ ماجرا تھا

بہم ملتے تھے سب افسوس سے ہات
یہ نا آگاہ اس سے ، ہے یہ کیا بات

۲۱۵ غرض جب تک کہ یہ اجاع وان تھا
ہر اک اس ذکر سے رطب اللسان تھا

کر آخر صبح کا چلنا مقرر
ہوئے یہ مائلِ آرام یکسر

الا اے ساقِ جامِ مے ناب
رہے گا کب تلک تو بے خور و خواب

تنگ آئو اور سرِ انجمِ سحر کر
صبوہی سے لبِ ساغر کو تر کر

مجھے کر یک دو یہاںہ میں تک لال
کہ لکھنا ہے مجھے رخصت کا احوال

۲۲۰ نہ رخصت یہ کہ آسِ مہ کی ہے یاں سے
یہ رخصت ہے ، ارے ظالم ، جہاں سے

در بیان رخصت شدن عروس بہ رنجش در
عشقِ درویش

ارے اے گردشِ افلاک بے سہر
ملائے خاک میں کیا کیا تو مہ چہر

تھے خوبی میں جو کل مشہور ایام
نہ آج ان سے نشانِ باقی ہے نے نام

وہ کس سبزے نے ایسا سر اٹھایا
نہ جس کو خاک میں 'گو نے ملایا

کوئی پاکیزہ کوہِ یاقوت نہ چھوڑا
جسے سنگِ جفا سے تین نہ توڑا

۲۲۵ ترے ہاتھوں سے بلبلِ نالہ کشی ہے
نبھی سے گلِ سدا آشفستہ وش ہے

دی 'گو نے جانِ شیریں پل میں برہاد
ترے سر پر ہے ثابتِ خونِ فرہاد

ہیں یہ باتیں تو یک مدت کی جوہیں
کیسے ہیں حال میں کیا کیا ستم تبیں

ہے کل کی بات ووں مارا 'گو درویش
ہے آج اس نازنین کا 'لکر در پیش

چنانچہ مشعلِ افروزِ معانی
کمرے ہے اس طرح آتشِ زبانی

۲۳۰ کہ جب شبِ ہر ہوا غورِ شیدِ فیروز
بڑا ہر چار جانبِ غلغلہ روز

ہوئے آسِ خوابِ نوشیں سے یہ بیدار
کیا سب ساتھ کے لوگوں کو تیار

کرہیں تھے گھر میں اُس مہرو کی تزئین
ہے دلہیا بیچ جیسے رسم و آئین

پنہا کر^۱ وہ قبا تن میں وہ بے ہاک
کرے تھی مثلِ گل دامن تلک چاک

یہ سب کرتے تھے ساتھ اُس کے مدارا
یہ وحشت اُس کی ڈھونڈھے تھی کنارا

۲۳۵ نہ تھا اُس کو کسی کے ساتھ آرام
وہی دیوانگی سے دم بہ دم کام

نہایت اک کنیز کہنے عصر
کہ دل کش نظم سے جس کی ہر اک نثر

جہاں گرمِ سخن ہوتی تھی وہ زال
تھی وان دلالتِ محالہ کیا مال

ضعیفی سے کہوں اُس کی میں کیا بات
کہ جن نے کی تھی بڑھیا آک کی مات

جھکا تھا بس کہ پیری سے وہ قامت
تھی سر پر ٹھوکروں سے نت قیامت

۲۳۶ رکھے تھی ہاتھ میں اپنے جو چاق
کہیں اونچی تھی اُس سے پائو^۲ کی ساق

غرض اس ڈول پر یہ کار دانی
تھی گویا مادرِ گیتی کی نانی

۱- پن کر ؟

۲- پائو : پاؤں ۔

ہوئی در پے فسوں سازی کے بہ جب
 ہوئے آس سے جدا جتنے تھے واں سب

نہ جانے کیا کی آس کافر نے تدبیر
 کیا دو دو بچن میں آس کو تسخیر

جب آس حالت سے آئی کچھ سر راہ
 سواری میں وہ بیٹھی اور یہ ہمراہ

۲۴۵ مگر وہ غم تھا کچھ اس کے لیے کم
 کہ گردوں نے دیا آس غم یہ یہ غم

تھی گو یہ شاق آس مہ پر کاف وار
 یہ کیا کیجے ھے لازم گنج کو مار

چل القصد جب واں سے سواری
 ہوئی دونی وہ آس کی بے قراری

نہ تھا صبر و سکون آس کو نہ آرام
 یہ وہ باتوں میں کرتی تھی اسے رام

کبھو کہتی تھی خویش و قوم کا حال
 کہ تیرہ بن زندگی آن پر ھے اشکال

۲۵۰ کہیں ، جیسے ہیں دل جوئی کے معمول
یہ باتوں میں آئے رکھتی تھی مشغول^۱

کہ اس کے دل سے کیوں ہیں غم غلط ہو
یہ جو ہونا نہ ہو وہ کس لحظ ہو

ہیں دل جوئی کے جس صورت سے الداز
سر زلف سخن کرتی تھی وہ باز

غرض کرنے کو آس وحشی کی تسخیر
بیجھاتی تھی وہ دام حسن تدبیر^۲

کہیں اس میں علی وضع روایت
کی آس تکیہ سے ابھی آن نے حکایت

۲۵۵ کہ یک جا آئے ہے آگے سر راہ
نہٹ دلچسپ اور مطبوع و دل خواہ

جگہ اتنی تو کیا اک مختصر ہے
عجب کچھ لطف سے ہر سبز و تر ہے

۱۔ نسخۂ انجمن اور تذکرۂ کمال میں یہی شعر ہے لیکن کلیات سودا اور
نسخۂ رام پور میں اس طرح ہے :

یہ نصوے قصہ و داستان معقول^۳

کہو رکھتی تھی آس وحشی کو مشغول

الناظر میں شائع شدہ مثنوی^۴ قائم کا دوسرا مصرع تو یہی ہے (یہ باتوں

میں - الخ) مگر چلے مصرع میں تھوڑا اختلاف ہے :

کہے جو اہل شفقت کا ہے معمول

۲۔ کلیات سودا اور نسخۂ رام پور میں یہ شعر نہیں ہے (نسخۂ انجمن ،

تذکرۂ کمال اور مثنوی مطبوعہ 'الناظر' میں ہے) -

۳۔ منقول ، نسخۂ رام پور -

زمرہ تو نہ کہے اُس کو زہار
یہ خاتم ہے ہے عالم کی نگین دار

گلوں میں سبزہ یوں لہرائے ہے واں
ہو جیسے مور مستی میں پر الشاد

غرض کلشن کے اُس تکیے کے اطراف
ہیں سینے سے بھی مہ رویوں کے کچھ صاف

۲۶۰ چل اب بیٹھیں گے اُس جاگہ کوئی دم
فرو ہو نا دل محزوں سے کچھ غم

گلوں کے ساتھ واں کرنا تو بازی
ہو نا بلب کے دل کی چارہ سازی

پریشان گل یہ کیچو تار سنبل
پہم شرمندہ ہوں نا سنبل و گل

نہیں گل شاخ پر البتہ مرغوب
جو پہنچے ہاتھ تک تیرے تو ہے خوب

سنے جب آن نے یہ حرف فسوں دم
ہوئی دل میں نہایت شاد و خورم

۲۶۵ پر اک نحو نغافل ہے وہ عیار
کرے تھی اس سے واں جانے کا اقرار

کہ تیری مصلحت کر ہے اسی طرح
نہیں سر پہننا مجھ کو کسی طرح

ہے اس سے اور کیا بہتر جو یک دم
خوشی سے گھرے اک جاگہ یہ باہم

اسی صورت سے تھا یہ ذکر و اذکار
کہ وہ تکیہ ہوا ناگہ نمودار

ہوئی اُس سے جدا یہ دایمہ پیر
دیا ہر اک کو ان نے عرضِ تدبیر

۲۷۰ کہ میں غمکین ٹپٹ پایا ہے اس کو
سو کچھ باتوں میں پرچایا ہے اس کو

مرض کا اس کے میں سمجھا ہے اب ہیج
اسے اک کلفتِ خاطر ہے اور ہیج

مناسب ہے جو ہاں اترے کوئی دم
کہ کچھ آسان ہو اس پر شدتِ غم

زہیں یہ بات نہیں مقرونِ تفہیم
ہر اک نے اس کی کی تصدیق و تسلیم
کیا حُضار نے واں سے کنار
اسے ہر وہ کر، اُس جاگہ آتارا

۲۷۵ الا اے ساقی سے خانہ ناز
نہ رکھو مے کو لبِ ساغر سے تو باز

غنیمت ہے اوسے ظالم کوئی دم
ہے عرصہ زندگی کا بہت کم

کہ شمع بزمِ عسفی ، آہ فریاد !

سدا رہتی ہے زبیرِ دامنِ ہاد

نہ کر یہ تنگ عرصہ مجھ آہر ' تنگ

خدا جانے زمانہ کیا کرے رنگ

تجھے اپنی ملاحمت کی قسم ہے

مرے دل کی جراحت کی قسم ہے

۲۸۰ قسم ہے تجھ کو اپنے زلف و رو کی

قسم ہے تجھ کو کل کے رنگ و بو کی

قدح کو آئینہ لر لے کے بھر ' تو

طراوت دے کلِ داغِ جگر کو

تنگ بہکے جو اُس سے سے مرا کام

حدیثِ جذبِ الفت ہائے انجام

در بیانِ رسیدنِ عروسِ درنکیہ و توقیدنِ قبرِ درویش

و در آمدنِ عروسِ در آن

خوشا تائیرِ جذبِ عشقِ کامل

سراپا ہے اثر جس سے ہر اکِ دل

نہ لے جا کھریا اس طرح سے کلا

کمرے جوں جنبِ جاناں جان آکاہ

۲۸۵۔ تصرفِ نیا شریکِ آب و گل ہے
کشاں آہن کو مَنطاقِ دل ہے

کیا ہے دل نے آئینے کو حیراں
دہا ذرے کو دل نے شوقِ طیراں

کرے عاشق کا یہ ظالم اگر کام
نہ دے معشوق کو بھی ہرگز آرام

فسوں سازی پہ اپنی جب کیہو آئے
جنازے پر نہیں تو گور پر لائے

اسی صورت سے اس کافر کے ہیں ڈول
چنانچہ ہے اسی راوی کا یہ قول

۲۹۰۔ کہ جب وہ نازنین تکیے میں آئی
جگہ درویش کی اک گور پائی

وہ لیشِ غم جو تھا خاطر میں سرگوز
ہوا جوں لیشِ عجبِ نالہ آموز

کیا حد آہ آتشِ لاک نے جوش
پہ غیرت اس کو کہتی تھی کہ خاموش

چھپے^۱ دل سے ہزاروں نالے قاب
وہے دل جانتا تھا اُن کو یا لب

ہزاروں گریہ کے اٹھتے تھے طوفان
نہ تھا اک رشحہ لیکن زبِ مژگان

۱۔ چپے (الہمن) ؛ چپے (النظر) ؛ چپے (رام بورد) ؛ چپے (تذکرۃ کمال) ؛
چپے (سودا و التخاب بلگرامی) ۔

۲۹۵ غمِ دل کا کرے تھی سو طرح ضبط
 یہ ضبط و عشق، اے لہافل، ہے کچھ ربط؟

شرارِ غم نے کی آخر شرارت
 بدن میں یک یک آئی حرارت

لگا کر ماہ سے اور تا یہ ماہی
 نظر میں چھا گئی یکسر سیاہی

کری بے طاقتی سے واں یہ غم ناک
 طرح ہانی کے لرزی ہر طرف خاک

پکڑتے تھے اسے ہر چند احباب
 یہ لکلی جا تھی یہ ہاتھوں سے جوں آب

۳۰۰ گلوں پر تھی اسے یوں اضطراب
 انگاروں پر ہو جوں سیخِ کباب

اسی صورت سے یہ غلطان تھی کچھ دور
 کہ جذبِ عشق نے لکڑے کی وہ گور

اٹھا دودِ دل اس جاگہ کچھ ایسا
 نظر آنا جسے کہنے ہیں کیسا

نہ جانے پھر کہ واں کا حال کیا تھا
 یہی وہ گور تھی یا اڑدھا تھا

کہ جن نے بے تامل ایک دم میں
 لیا اس ناز پرور کو شکم میں

۳۰۵ اسے اس گور نے جس طرح کھایا
 نہ ماہی بیچ یوں یوں در آیا

ہوئی جوں آبِ بہاں یہ تہِ خاک
 رہے باہر وہ سارے مثلِ خاشاک

الا اے ساقِ دردی دہِ غم
آٹھا ہووے یہ ساری ہزمر ماتم

نہیں یہ دور سے دور جہاں ہے
تک فرصت کو پاں عرصہ کہاں ہے

شنائی کر ٹک اے ظالمِ شتائی
نہیں گر جام ، لا ابدھر گلابی

عاجز ماندن اقرباے نازنین و تسکین دادنِ مردمان

۳۱۔ جو کوئی آب و گل سے پاں بنا ہے
سال اس کا یہی آخر فنا ہے

ہر اک کو پاں یہی عقدہ ہے درویش
ہو شامِ خانہ یا تکیے کا درویش

چندافہہ لوحہِ خسوانِ ہزمر ماتم
کرے ہے اس طرح سے لالشرِ شام

کہ اس حالت کو جب گذری کچھ اک دیر
لے گا آنے نظرِ درویش کا ڈھیر

نہ دیکھا رخنہ اس جاگہ میں ، نے درز
مستلم جس طرح سے تھا اسی طرز

۳۱۵۔ مگر باقی تھا اس مہ سے یہ آثار
کہ اک گوشہ تھا مقنع کا نمودار

کہا سب نے کہ کہو دیں اس جگہ کو
ہو شاید اس تلک لے جائیں رہ کو

جو کھولا گور کو تو وہ وفا کوش
تھے دونو ایک بغلی میں ہم آغوش

اگرچہ دو تھے ہوں ظاہر میں وہ ایک
مشابہ یہ کہ ہیں دونو گویا ایک

نہ کر سکتا تھا فرق ان میں کوئی فرد
کہ ہے زن کون سی اور کون ہے مرد^۱

۳۲۰ جو تھے اس لازلیں کے اقربا وائ
ہوئے اس ماجرے سے سب وہ حیراں

کہ یا رب فرق ان کا کس طرح پالیں
کسے رہنے دیں یاں اور کس کو لے جائیں^۲

۱۔ یہ پانچ شعر (۳۱۵ تا ۳۱۹) کلیات سودا میں نہیں ہیں۔

۲۔ اس کی بجائے سودا کے ہاں یہ شعر ہے :

کہ یا رب کس طرح اب گھر کو ہم جائیں
بھلا جاویں تو منہ کیا لے کے دکھلائیں

کلیات سودا میں یہ چار شعر اور زائد ہیں ، جن میں سے پہلا دوسرا اور
چوتھا شعر مثنوی قائم مطبوعہ 'الناظر' میں بھی شامل ہے :

جو بوجھیں گے ہمیں خویش اور برادر
کہاں چھوڑی وہ تم نے ناز پرو؟
جواب اس کے سوا ہم کیا کہیں گے
کہ شرمندہ ہے ہو کر چپ رہیں گے
اگر ہم جانتے ایسا سر انجام
نہ لیتے یاں کے رہنے کا کبھو نام
یہ رنگِ گل گریباں چاک و مضطر
بڑے لوٹیں تھے آس مرقد کے اوپر

نہ بن آئی کوئی جب ان سے تدبیر
کیا اُس گور کو ویسا ہی تعبیر

یہ جیسے ہوئے وضعِ اہلِ ماتم
تھے وان مارے اسیرِ محنت و غم

کوئی کرتا تھا تن پر پیرہن چاک
کوئی ڈالے تھا سر پر متصل خاک

۳۲۵ کسو کی چشمِ غولپار اشک سے تر
کوئی پٹے تھا سینہ اور کوئی سر

تھے غنچے وان کے سب اس غم سے دل تنگ
نہ تھا پھولوں کے منہ پر مطلقاً رنگ

ہوا جو سرو اس حالت سے آگاہ
بنا سر تا قدم وہ صورتِ آہ

سر شاخ وُئِن اُس جاگہ جو تھے ہات
ملیں تھے ہمدگر السوس سے ہات

اک عالم ان کے گردا گرد یوں جمیع
ہو پروانوں کی جوں کثرت سرِ شمع

۳۲۰ پھر آخر جس طرح ھے رسم و آئیں
لکے کرنے انہوں کی لوگ تسکین

کہ گو کہے ہزاروں نالہ و آہ
نہیں وان کے گئے کو پھر ادھر راہ

ہے یاں دم مارنے کا کس کو پارا
نہیں بندے کو غیر از صبر چارہ

چلا آیا ہے اول سے یہی ڈول
یقینی ہے کسی عارف کا یہ قول

”اگر صد سال باشی و رہ یک روز
بہاید رفت زیں کاخِ دلِ امروز“

۳۳۵ نہ جان اشکالِ عالم دیر ہا ہیں
یہ سب سلی خورِ دستِ قضا ہیں

ہکاڑے ہیں ہزاروں رو و کاکل
بنائے اس چمن کے سبیل و کل

یہ جتنا تختہ روئے زمیں ہے
ہر اک خطے پہ یاں اک نازیں ہے

جو آیا اس گدوگہ میں سو گذرا
نہ واسق ہی رہا آخر نہ عذرا

نہیں جز نام کچھ پیشیں سے اب باد
کہاں شیریں گئی، کیدھر ہے فرہاد

۳۳۶ یہ کل ہولا ہے اے فرصت سے غافل
کہ ہم مطلق معطل ہوں تہ کل

یہی خورشید ہووے اور یہی سہا
یہی وضعِ زمانہ اور یہی راہ

کچھ اسبابوں سے پاں کے کم نہ ہوویں
یہ سب کچھ ہوں پوہیں اور ہم نہ ہوویں

ہیں اس صورت میں کیجئے کس کا ماتم
ہے اپنا حال جانئے گریہ و غم

غرض سمجھا کے ان کو چار و لاچار
کہا ہر اک نے ہے اب صبر درکار

۳۴۵ نہ دیکھا جب انہوں نے کچھ بھی حاصل
غمِ خاطر سے بغیر از کاہشِ دل

آٹھایا رختِ غم واں سے یہ صد جبر
کیا صرف گریہاں رشتہ صبر

گئے گھر کو یہ چندیں محنت و غم
ہے جس صورت سے رسمِ اہلِ ماتم

تنبیہ

الا اے واقف رازِ نہانی
نہ جان اس بات کو میری کہانی

لگ اس عشقِ مجازی کو تو کر غور
کہ ہر گہ ہوویں اس بازی کے یہ طور

۳۵۰ کہ دو جب سازِ آس کا وحدت آہنگ
کرے معشوق سے عاشق کو ہم رنگ

تو وہ معشوق معنی جس سے ہم سب
ہیں چون آئینہ سرتا پا لبالب

جو ہم سے لگ وہ اپنے منہ کو لے پھیر
تو ہم کیا ہیں، یہی اک خاک کا ڈھیر

کرمے ہم ہر جو استیلا وہ احوال
نہ ہو کیوں کر بنائے بود ہمال

کریں گم اس انانیت کو مطلق
نہ پاویں آب میں جز ہستی حق

۳۵۵ یہ ہر صورت عجب کچھ ہیں وہ احباب
کہ ہیں جوں قطرہ اس دریا میں لایاب

ہوئے ہیں ذات حق میں اس طرح غرق
کہ ہے دشوار اپنا آپ انہیں فرق

کہوں آگے میں کیا حرف و حکایات
کہ کہنے میں نہیں آتی ہے یہ بات

ہں اب قائم خاموشی پیشہ کر تو
سخن کے طول سے الدیشہ کر تو

کہ اس حسنِ تکلم ہر طوالت
مبادا ہو کسی دل کو ملالت

در ختم سخن

۳۶ سخن ہے گرچہ اے دل میوہ لب
یہ خاموشی کو کر تیں شیوہ لب

کہ اکثر بات میں سہو و غطا ہیں
نہ کہنے میں یہ سب مطلب ادا ہیں

۱۔ یہ دس شعر (۳۴۸ تا ۳۵۷) کلیات سودا اور نسخۃ وام پور میں نہیں

کسو جاگہ پہ تیں دیکھا ہو تو کہہ
کہ ہووے معترض حرف نہ گنتہ

وگر شاخِ سخن طوئی کی ہے لخل
ہے دائم ساتھ آس کے شیشہ دخل

چنان چہ میں جو یہ قصہ کیا نظم
کہ ہو جو تا قیامت رونقِ بزم

۳۶۵ کئی ہفتے دماغ اپنا چلایا
بہت سا خونِ دل بہودہ کھایا

ہر صورت کہا کہتے تو لیکن
ہیں اب سوچ ہے خاطر میں نسدن

کہ یا رب! پڑیو اک ایسے کے یہ ہاتھ
کہ جو کھولے اسے اشفاق کے ساتھ

اگر دیکھے کہیں سہو و عطا ہے
کرے پوشیدہ دامنِ عطا ہے

وگر ہو لفظ یا معنی میں غامبی
تو مثلِ قول مولاناے جاسی

۳۷۰ ”بہ قدر وسیع در اصلاح کوشد
اگر اصلاح نہ تواند، بیوشد“

الا اے ساقِ خلوت سر انجم
کلاہِ سر و مینا کر کلر جام

کہاں تک یہ لپِ وامی ترانہ
 ہوں مشغولِ حدیثِ واعیالہ
 آٹھی سب بزم ، آیا وقتِ کُفتن
 ہے اب کُفتن سے اولیٰ تر نہ کُفتن

سلام و مراثن

سلام

(۱)

اے صبا ! کہو مرا این پیمر^۱ کو سلام
داورِ دنیا و دیں ، شبیرِ شبر کو سلام

کوہِ عصیاں جس کے سائے میں رکھے ہے حکمِ کلا
آسِ شفیعِ روزِ رستاخیزِ محشر کو سلام

ہوئے آسِ خاکِ درِ عزت پہ جب تیرا گذر
کہو اس ذرے سے ، آسِ خورشیدِ انور کو سلام

ہیں گدا جس کے درِ دولت پہ سلطانِ زمان
کہو آسِ شاعشہِ درویشِ پرور کو سلام

آہ وہ طالعِ کہاں اپنے کہ مثلِ مہر و ماہ
کیجے صبح و شام آسِ تابندہ اختر کو سلام

ہے زباں^۲ وہ خشک منہ کے بیچ جوں برگِ خزاں
جو نہیں کہتی لہی کی^۳ آلِ اظہر کو سلام

۱۔ یہ مراثن و سلام نسخۃ العین (ص ۳۴ تا ۳۶) سے ماخوذ ہیں۔

اصل نسخے میں جہاں جہاں اشعار یا مصرعے چھوٹ گئے ہیں وہاں

لفظے (. .) دے دیے گئے ہیں۔

۲۔ نسخے میں ”ہر زباں“ ہے۔

۳۔ نسخے میں ”کی“ نہیں ہے۔

فائدہ قائم ہیں ہے نطق کا عالم کے بیچ
کہے ہر شام و سحر آس دیں کے سرور کو سلام

(۲)

خدا سے آئے ہے جن کی طرف مدام سلام
کہے ہے وان کے غلاموں کو یہ غلام سلام

صلوٰۃ بھیجے ملک آس کسی پہ ہو جس کا
تیری جناب میں مقبول یا امام سلام

یہ ہے سبب نہیں خورشید کا قیام و رکوع
کرمے ہے در پہ تمھارے وہ صبح و شام سلام

مقام آس کا ہے دارالسلام روزِ جزا
جو بھیجے در پہ تمھارے علی التوام سلام

هو ”الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ“ کے تم باب
کہ بھیجتے ہیں سدا تم پہ خاص و عام سلام

کشادہ روش کا در کے ترے غلام ہوں میں
کہ ہر کسی کا ہے مقبول آس مقام سلام

شرف نہ ہو جو تمھاری قبولیت سے آئیں
شو کو صلوٰۃ زمانے میں؟ اور کدام سلام؟

ہو کیا جو بندگی و عجز بندگاں سن لو
ہو تم کہ تم کو خدا سے ہے نت پیام سلام

نہ سہراں کے پڑھے بن قبول ہو قائم
اگرچہ سلکِ گہر کے تھے یہ تمام سلام

(۳)

قلم کی لوح پہ جس دم نبی کا نام لکھا
صلواتِ ثبوت کی ساتھ اُس کے اور سلام لکھا (کذا)

پس از اداے درودِ جنابِ آن سرور
پھر اسمِ شیرِ خدا با صد احترام لکھا

کیا فراغ جو اس سے تو نامِ ہمتِ رسول
جہاں یہ اسم لکھے تھے اُسی مقام لکھا

قلم کا سینہ ہوا شق شکاف سے یک لخت
حسنِ رخ کا قصہ جاں کا جب تمام لکھا

جو ذوبِ آبی شہِ کریلا کی لکھتے میں
نہ غیر درد و الم کے کسوٹی کلام لیا

لکھا گیا نہ جو کچھ کریلا میں اُس پہ ہوا
قلم نے اُس کو ہرچند تہام تہام لیا (کذا)

عجب نصیب ہیں اُس کے کہ جن نے اس غم کو
قلم سے آہ کے سینے پہ صبح و شام لکھا

مقام اُس کا ہے دارِ السلام روزِ جزا
سلام جن نے سدا تم پہ یا امام لکھا

ہے روضۃ الشہدا نامہ عملِ میرا
ز بس یہ ذکر میں قائم علی السدوام لکھا

مرثیہ

(۱)

۱۔ اے فلک تجھ سا بھی کوئی اور بدکردار ہے
آل پیغمبرؐ پہ جس کو یہ ستم هموار ہے

جون حباب و موج دم لینا آئیں دشوار ہے
ایک سر ہے جس جگہ واں سیکڑوں آوار ہے

۲۔ قتل کرتے ہیں کسی ایسے ہی مجرم کو کہو
بوجہ لیتے ہیں اسے بھی کیا ہے تیری آرزو؟

ذبح کیجئے سبطِ پیغمبرؐ کو یوں تشنہ کاو
اور نہ کہئے اس سے ، ہانی بھی تجھے درکار ہے؟

۳۔ میں نے یہ مانا ستم دنیا میں ہو ہے بیش و کم
پر نہ جو ان پر ستم گذرا ہے اتنا ہی ستم

ہونہ اک پیاسے کو مارے پیاس کے جنگل (کذا) میں دم
اس کئے پر آب کے بدلے چھری کی دھار ہے

۴۔ کس کے گھر پر یہ غضب ٹوٹا ہے ، کوئی دے نشان
گود میں بابا کی کس بچے کی ہوں نکلی ہے جان

اس طرف عرضِ عطش کو آن نے کاڑھی ہے زہاں
اس طرف پیکانِ نیر اس کی قفا سے ہار ہے

۱۔ ”اردو مرثیہ کے باجج موصال“ مرثیہ ع - س - مسلم و عبدالرؤف عروج
کراچی ، سن اشاعت ندارد (صفحہ ۸۰-۸۳) میں بھی یہ مرثیہ
شامل ہے ۔

۵۔ خون میں ڈوبا ہے کس کے طفلِ شش ماہ کا تن ؟
کون ایسا مر گیا جس کو نہ دے کوئی کفن ؟

سر آدھر لیزے پہ سوکھے ہے بڑا ، ابدھر بدن
مر بھی جاتے ہیں ہر اتنی موت کس کی خوار ہے

۶۔ غم میں نوشہ کے دلہن کا کن نے دیکھا ہے یہ حال
جائے غازہ اشکِ خونیں سے کرے چہرے کو لال

داغ کے لچھے ہیں چھاتی پر پریشان سر کے بال
سپرا منہ پر ہے آس کے ، نے گلے میں ہار ہے

۷۔ لاش پر ہیں سارے گھر کی اس صورت سے ڈھیر
جوں پڑے ہوں خرمنِ گل باغ میں بالا و زیر

ہے کہیں چولی بدن پر ، توخوں دامن کا گھیر
ہے بدن عریاں ، کسی کے سر پہ گر دستار ہے

۸۔ لگ رہی ہے سر پہ جیدھر دیکھے خیمے کو آگ
چھپتے ہیں زینب کے بیچھے آگے بچے بھاگ بھاگ

سامنے آگن میں لٹتا ہے بھتیجی کا سہاگ
گھر میں عابد سا بھتیجا خستہ و بیمار ہے

۹۔ کوئی جو کہتا ہو لٹتا ہے یہ کس کا خائمان
کس کی یہ عورات^۱ ہیں کرتی ہیں جو شور و فغان

کون یہ دکھایا ہیں ، پھرتی ہیں چھپی یوں سوکشان
کیا خطا ان سے ہوئی جس پر یہ سب آزار ہے ؟

۱۰۔ اہل بیتِ مصطفیٰ کو کیجے آونٹوں پر سوار
ہو نہ ہوش کچھ بدن پر آن کے جز گرد و غبار

ہاتھ میں عابد سے اک بیمار کے دیسے سہار
آگے سر برجھی پہ آس کا، گھر کا جو سردار ہے

۱۱۔ مجھ کو حیرت ہے کہ تھا جس دشت میں آس کا گذر
کیوں نہ جوں کردوں زمیں واں ہو گئی زیر و زبر

جو کتبِ پا برگ گل سے بھی تھا نازک پیشتار
ہر قدم آرام گدہ آس کا ستانِ خار ہے

۱۲۔ جا ہے روتا اس طرح وہ نور چشمِ مصطفیٰ
ایک سا گریہ میں تر ہے سر سے لے کرتا پہ پا

چشمِ آنسو سے بھری، سینے پہ داغِ اقربا
آئینہ ہر سات میں گویا تہِ زلکار ہے

۱۳۔ کچھ پیہر کے بھی رو سے آئے ہے تجھ کو حجاب
کس کے توبہ گھر کو کھودے ہے ارے خانہ خراب

دشت پہ ہر خار و سر پر گرم اتنا آفتاب
ہاؤں میں نے کفش و سر پر آس کے نے دستار ہے

۱۴۔ ہر گروہ پر بند آس کے صورتِ زنجیر ہے
بہال سا ہر خار چرم پا کا دامن گیر ہے

خشک دھشت سے بدن مارا بسانِ تیر ہے
نشکی سے منہ کھلا ہے یوں گویا سوافار ہے

۱۵۔ اس طرح ہر اک قدم آن نے جو کی چلتے میں دہر
ہر طرف سے آئے ہیں گھوڑوں کو ظالم پھر پھر

خار کی مانند لے ہیں بیچ آس گل بن کو گھیر
زخم سہنے سے فنا جوں برگِ گل انکار ہے

۱۶- بھر رہا ہے اس طرح سے اشک کا آنکھوں میں نم
بھول میں ٹرکس کے شبنم جس طرح رہتی ہے تھم

رنگ آڑا جاتا ہے منہ پر، ضعف سے گردن ہے خم
ہاؤں رکھتا ہے جہاں، واں صورتِ دیوار ہے

۱۷- اس مشقت ساآٹھ دن ہوتا ہے جب آس پر تمام
یہ آسے سامانِ شب خواہی ملے ہے وقت شام

کان کے سو جن سے تلے سر کے مدام (کذا)
فرش کو پہلو کے لیجے زخم دامن وار ہے

۱۸- روتی ہے زینب جب آس کے حال بد کو دیکھ کر
سوت سے پانی کے آگلے ہیں بڑے زخم جگر

اولی سے زیادہ ٹپکے ہیں ہر اک مڑکان پترا
زخمِ لٹو کی طرح آس کی چشم نت خون ہار ہے

۱۹- بیٹ کر زینب سر و سینہ یہ کرتی ہے کلام
جو موٹے داسے مرے کس کس کا روؤں لے کے نام

ہر میں کہتی تھی ہے تجھ پر بوجھ اب گھر کا تمام
سو تجھے اس دکھ میں اپنی زندگی ہی ہار ہے

۲۰- گر لئی نازک یہ تیرے بیٹھ جاتی تھی مکس
جون مکس ماریں تھے سر پر ہاتھ اٹنے چند کس

یا کوئی اس دکھ میں ہے تیرا جواب فریاد رس
سو صدائے طوق یا زنجیر کی جھنکار ہے

۲۱- چیر کر گزرے تھی گیسو کو ترے گر یک نسیم
 ہووے تھا صدے سے آس کے اک جہاں کا دل دو نیم

سو کشاکش سے سم کیشوں کی اے میرے یتیم
 خون سے آلودہ اب زلفوں کا ہر اک تار ہے

۲۲- جس جگہ اہلِ حرم کرتے تھے یہ شور و فغاں
 چشم سے اک خلق کی خون ناپہ دل تھا رواں

کیوں نہ ہو یہ حال آن کا ہووے یہ آنت جہاں
 آدمی بے طاقتی کرنے میں وان ناچار ہے

۲۳- قائم اب چپ رہ کہاں تک یہ حدیث جہاں گسل
 بہ گیا خون ناب ہو آنکھوں سے اک عالم کے دل

ہے یہ ڈر ارض و سما کے اب طبق جاویں نہ ہل
 اے خدا ناقرس بس یہ بھی کوئی گفتار ہے

۲۴- یا امام المتحین ، جس روز فخرِ صور ہو
 ہر کسی کو اک وسیلہ آس جگہ منصور ہو

وان یہ بندہ بھی غلاموں میں ترے محشور ہو
 اس سوا اس روسیہ کو اور کیا درکار ہے

(۲)

۱- جب ذوالجناح کھیت سے آیا لہو میں لال
 لے قاش زین سے خون میں تر دیکھ جسم لال

اہل حرم نے شاہ کے مرنے کو کر خیال
 بٹی الم سے چھاتی و لوجی سرون کے بال

۲- تھا آہ واں ہر اک کے تئیں جوع اور عطش
تشنہ ہی -----

کثرت سے روونے^۱ کی کسو نے کیا تھا لاش
شدت سے پٹنے کی پڑا تھا کوئی نڈھال

۳- خیمے میں آڑ رہی تھی ہر اک سوسروں پہ خاک
دامن تلک سبھوں نے گریباں کیے تھے چاک

رو رو کے بس کہ آنکھوں سے غم کو کیا تھا پاک
تھا سرخ برگ گل سے زیادہ ہر اک رومال

۴- بانو کہے تھی ہائے سکینہ ترے نصیب
بابا کیا جہاں سے تجھے کر کے ہوں غریب

اتنا رہا نہ کوئی جو ناتے میں تھے قریب
اس قید سے کہیں کو ہمیں لے چلے لکال

۵- ہوں گی میں روز حشر بےبر سے داد خواہ
لوں گی علی و فاطمہ سے ساتھ دو گواہ

بوجھوں گی اپنے اصغر بے کس کا واں گناہ
کس جرم پر یہ بھوٹی ہے اس کے گلے سے بھال

۶- قاسم نے کیا کیا تھا کہ مارا آئے بہ جبر ؟
دلہن کی کیا خطا تھی کہ بیٹھی کرے وہ صبر ؟

اکبر سے میرے لال کو مائی ملی نہ قبر
ہوں دیہے اس کی لاش کو عریاں زمیں پہ ڈال

۷۔ بھوٹے ہیں اس طرح سے زمانے میں کسی کے بخت

نوشہ کے واسطے شب ماتم ہو روز بخت^۱

سوا رہا کن نے^۲ لہو سے شہانہ رخت

نوجی ہے کن دلہن نے نہو سے بدن کی کھال

۸۔ عالم میں بیاہ شادی تو ہوتی ہے ہر کہیں

آتا ہے یہ ستم بھی کسو کو نظر کہیں؟

دولہا کا دھڑ کہیں ہو پڑا، پاؤ سر کہیں

تڑپھے کسو طرف کو جگر اور کہیں طحال

۹۔ واں آہ آس جگہ پہ کچھ اک دیر تھی اماں

جس میں کیا حرم نے یہ سب لوحہ و فغان

عصمت سرا میں گھس کے شقیوں نے دریاں

جو کچھ کیا، سو کہنے کی آگے کسے مجال

۱۰۔ دی گھیر کر کے خیمے کو چاروں طرف سے آگ

لٹنے^۳ میں ان کے ہاتھ سے کوئی بچا نہ بھاگ

عابد کے اشک آنکھوں میں غصے سے منہ میں جھاگ

دل میں غم اور زباں کے آہر^۴ شکر ذوالجلال

۱۔ تخت؟

۲۔ متن میں 'نے' عذوف ہے۔

۳۔ متن میں 'لٹنے' ہے۔

۴۔ آہر : اوپر۔

۱۱۔ دیکھتے تھا یہ کہ ڈالے ہے کوئی کسی پہ بات
کھینچے ہے سر کے بال کوئی اوڑھنی کے سات

کیا کہیے (آہ؟) ظلم کی ان ظالموں کے بات
ہوچے تھا مار مار کے کوئی کسی سے مال

۱۲۔ ہر چند بانو دہتی تھی حیدرؑ کے واسطے
زینبؑ کہیے تھی روح بیبرؑ کے واسطے

اُنے تھے لیک وہ تو شقی زر کے واسطے
کس طرح ان کے نام سے ہو ان کو افعال

۱۳۔ لٹس وہ اس طرح سے جو وان کر چکے بہام
کھڑے کا ایک شخص پہ باقی رہا نہ نام

چھلے تلک جو چاہیے زبور سے ہے حرام
کوڑی تک ایک پیسے سے ڈھونڈو تو ہے محال

۱۴۔ آونٹوں پہ جس قدر تھے حرم سب کیے سوار
ہر عضو عابدی پہ سلاسل سے سو لٹکار

تس پر وہ ہاپسادیہ لیے ہاتھ میں مہار
عربان و سر پرہنہ گنہ کار کی مثال

۱۵۔ کانٹوں سے بھوٹ بھوٹ کے پاؤں کا تھا یہ ڈھنگ
گویا لہو میں پاؤں کو سارے کیا ہے رنگ

اس پر جو یک قدم نہیں کرتا تھا وہ درنگ
آکھڑے تھی تازیانوں سے آس کے بدن کی کھال

۱۶۔ ہانو کی ہر کسی سے تھی رو رو بہ گفتگو
اس کے عوض بھی مار لے بالذبحہ کو تو

مجھے مرے کا تاپ سے جلنا ہے مو بہ مو
ایسے اک اس غریب - - - - -

۱۷۔ - - - - -
- - - - -

عابد مرا یتیم ہے اور خستہ و نزار
ایسے بہ یہ ستم ہے کس آئین کا خصال

۱۸۔ کہتی تھی سرکو پیٹ کے کالے^۱ بہ خاص و عام
مارے تو تم نے والی تھے اس گھر کے جو تمام

اک بہ رہا ہے لینے کو آن بے کموں کا نام
کرتے ہو اس کے قتل کا کالے کو اب خیال

۱۹۔ ڈرے خدا سے بہ ہے پیغمبر^۲ کا ہی جگر
کھینچے پھرو ہو جس کے تئیں تم جدھر تدھر

کیوں آٹھ کیا جہان کے جی سے خدا کا ڈر
دیتے ہیں جو نبی^۳ کے نواسے کو گوشمال

۲۰۔ کرتی تھی اس طرح سے وہ جب نوحہ و فغان
کانیے تھی سب زمین و لرزے تھے آسمان

آگے نہ ہوچہ عرش کا مجھ سے تو کچھ بیان
کیوں کر کہوں میں واں بھی کچھ آیا تھا اختلال

۲۱۔ قائم بس اب خموش کہ طاقت ہوئی ہے طاق
 مرجع کے دل پہ دمِ زندگی ہے شاق (۲)

پہنچا جگر کو داغ کا سینہ کے احتراق
 کھووے گا کس کے گھر کو ترا' اب یہ بول چال

۲۲۔ یہ آرزو ہے تم سے مری حضرتِ اسام^۳
 گذرے تمہارے عشق میں اپنی علی الدوام

اور جس گھڑی کہ عرصہ ہستی ہو یہ تمام
 جاگہ ہو اس غلام کی خاطر صفِ نعال

(۳)

۱۔ جب - - - - - بہ حکم ذوالعین
 شامیوں نے چور زخموں سے کیا اُس کا بدن

- - - - - یوں اُس کی دلہن
 کس پہ چھوڑا مجھ کو تیں اس غم میں یا این حسنؔ

۲۔ - - - - -
 - - - - -

کل گیا وہ کیوں نہ دم ، بس بند ہونا تھا یہ جب
 جل گئی وہ کیوں نہ ساعت ، جب رکھی تھی یہ لگن

۴۔ کون نبوسا لہا، وہ کیسا وقت؟ کیا ساعت تھی آہ
جس کھڑی رکھتے تھے مجھ کم بخت کا مل کر کے بہا

کچھ بھی نادان تو نے طالع میں سرے کی تھی نکاح
تخت چڑھتے، بخت آٹنے، یہ لیا کیسا شکن؟

۳۔ کیا یہی قسمت میں تھا میری لکھا روز نخست
دیکھنے پاؤں نہ میں نقشا ترے منہ کا درست

یاں لباس ماسی غم میں ترے مجھ پر ہو چست
واں شہانہ رخت کے بدلے ہو تجھ پر میں کفن

۵۔ ہائے چھوڑا کس پہ ئیں اس غم میں ہم کو مبتلا
اقربا مارے گئے اور خان ماں یک سر جلا

جائیں کیدھر ہم سے بے پر یہ کہے کوئی بہلا
بے کس و بے وارث و بے یار و بے یاور وطن

۶۔ جو کوئی رکھتا تھا واں لوحے کو 'آس' بے کس کے گوش
دل میں دھتی تھی نہ تاب آس کے نہ باقی تن میں ہوش

سنے ساریں تھے طرح ہر سات کے دوبا کے جوش
آنکھ سے ہڑق تھی ساون کے سے بادل کی بھرن

۷۔ کاکہ یوں کرتی تھی اصغر کی مصیبت کا بیان
کاکے سے یارے گیا ہے کھیلنے کو تو کہاں؟

کس کو لے لے دوڑ کر گودی میں یہ آزدہ جاں
کس کو بھائی کہہ پکارے اب یہ دکھ باری پن

۸۔ کیا خطا تجھ سے ہوئی تھی اے مرے معصوم ہاک
زخم سے جو تیر کے تیرا گلو ہو درد ناک

کیوں نہ جوں غنچہ گریباں کو کروں اس غم سے چاک
کیوں نہ پہاڑوں اس مصیبت میں میں جوں گل پر رن

۹۔ میں نے جو دیکھا تھا^۱ پیارے تجھ کو پیاسا ہے قیاس
جی میں یہ سوچا کہ جھیلے -----

۱۰۔ حال کو تیرے میں پیارے جس کھڑی کرتی ہوں غور
اک ستم ہوتا ہے طاری اس دلِ غم گین پہ اور

ہائے وہ سر پر ترے ٹوپی کے کچ رکھنے کا طور
وایے وہ تیرے گلے کے بیچ کُرتے کی بہن

۱۱۔ آنکھ سے تیری جو۔ وے میں آچٹ جاتی تھی خواب
دل میں ہوتا تھا اک عالم کے عجب اک اضطراب

آہ کن کن مشکلوں سے بھر تجھے آتی تھی تاب
یا تو یہ سوچا کہ ہے اب جاگتا تجھ کو کٹھن

۱۲۔ کس پہ یہ گذری ہے آفت ، دے کوئی مجھ کو بتا
کون ہے ایسا کہ بتا ہو یہ جس پر حادثا

گل تھی سائے میں نبی کے^۲ جس کو یاں نشوونما
آج سوکھے ہے پڑا وہ دھوپ میں لارک بدن

۱۔ متن میں 'تھا' محذوف ہے ۔

۲۔ متن میں 'کے' محذوف ہے ۔

۱۳۔ ہائے کسی کسی کا میں اس احوال میں ماتم کروں
باپ کو روؤں میں یا اب بھائیوں کا غم کروں^۱

چشمِ خونِ آغشتہ کو کس کے لیے پریم کروں
زخمِ نو پیدا کرے ہے یاں تو ہر داغ کہیں

۱۴۔ تھا وہ اک^۲ باغِ نبوتِ رشکِ گلزارِ جہاں
کثرتِ گل سے نہ تھا واں فرق یک سو درمیاں

سو ہوا اس شکل سے وہ باغِ تاراجِ خزاں
جھڑ گئے جتنے تھے گل اور لٹ گیا سارا چمن

۱۵۔ کیا کریں تصریح کو اہل حرم کے حال کی
تاب نہیں لکھنے کی آگے دل کو اس احوال کی

حشر پر موقوف ہے تفصیل اس اجمال کی
شرح کے قابل نہیں ہے آج اس غم کا متن

۱۶۔ قائم اب بس کر نہیں آگے دلِ غم کش کو تاب
بہ کیا سارا جگر تو آنکھ سے ہو کر کے آب

----- یہ آتش ایسے جانے داب^۳
نہیں یہ بھونکے کا کسی کا کھر ترا طولِ سخن

۱۷۔ ----- ہوئے روزِ رستخیز
گرمیِ خورشید ہو لعلوں -----^۴

ہر کسی کو شدتِ ہیبت سے ہو یک سو گریز
ہوں میں سائے میں تمھارے یا شہنشاہِ زمن !

۱۔ متن میں 'کرو' ہے ۔

۲۔ متن میں 'اک' محذوف ہے ۔

۳۔ اور بھڑکانے کا یہ آتش اسی جا دیے داب ؟

۴۔ گرمیِ خورشید ہو شعلوں سے بھی جس وقت تیز ؟

(۴)

اے قوم کچھ سنو تو بھلا ، ہائے ہائے ہائے
خنجر تلے ہے کس کا گلا ، ہائے ہائے ہائے

جو دل ہے آج جگ میں سو ہے دودِ دل سے بُہر
کس کا یہ گھر دہا ہے جلا ، ہائے ہائے ہائے

یہ بنتِ فاطمہؑ ہے کہ جن نے یہ جانے خاک
خونِ حسینؑ منہ سے ملا ، ہائے ہائے ہائے

کس کا ہے یہ عیال کہ بے حمل و جہاز
جاتا ہے اشتروں پہ چلا ، ہائے ہائے ہائے

زنجیر اس کے پاؤں تو آس کے گلے ہے طوق
یہ کون ہے اسیرِ بلا ، ہائے ہائے ہائے

بوجھو تو آسیاے فلک سے کوئی کہ تیں
کس کے یہ گھر کے گھر کو دلا ، ہائے ہائے ہائے

بے آب و دائہ تھے جو کئی روز سے حرم
دی آن کو خوانِ غم (؟) پہ صلا ، ہائے ہائے ہائے

جنگل میں کنکروں پہ وہ سونا پڑا ہے آج
گودی میں جو نی کی بلا ، ہائے ہائے ہائے

بیویا تھا فاطمہؑ نے جہاں تھمِ صدِ آمید
وہ کھیت کس طرح سے پھلا ، ہائے ہائے ہائے

کرتے تھے برگِ گل پہ رکھے سے جو پاؤں درد
ہر ایک خارِ آن میں گلا ، ہائے ہائے ہائے

طعمہ مگس کا ہو ہے وہ تن جس کو^۱ ایک عمر
رومالِ فاطمہ نے جھلا، ہائے ہائے ہائے
پانی جنہیں دیا نہ کسی نے جز آبِ تیغ
سو تشنگانِ کرب و ہلا، ہائے ہائے ہائے

مائی میں تن پڑا ہے رلا^۲، ہائے ہائے ہائے
یہ طفل بے گناہ ہے کس کا کہ جس کے تیر
لک کر گلے میں بھر نہ ملا، ہائے ہائے ہائے
قائم بس اب خموش کہ بدلے سرشک کے
آلکھوں سے خونِ دل تو ڈھلا، ہائے ہائے ہائے

۱۔ متن میں 'جس کا' ہے ۔

۲۔ متن میں 'رلا' ہے ۔

کلام فارسی

غزلیات

(۱)

قلک به بوکے خود بارها گداخت مرا
به صورتے که شود کار من نه ساخت مرا
ز بس که آتش دل سر به سر گداخت مرا
بسان آبله لبریز درد ساخت مرا
به هیچ که نه گزارد چو سایه دلبالم
نه دایم این که غمت از کجا شناخت مرا
چه جائے بوسه که کاه درین مماسی عمر
نه دیده ام که بدشنام هم نواخت مرا
دو خرابم و آگه نیم ز قصه خویش
جز این که خیل سپاه رسید و تاخت مرا
نه بود جنس من از دست دادنی قائم
زمانه قدر نه دانسته مفت باخت مرا

(۲)

بالای هم به سینه بر افروز داغ را
جمع فتیله نور فزاید چراغ را
بر تو ز نور معرفت این جا نه می دهند
تا عمرها چو شمع به سوزی دماغ را

۱- قائم کا یہ فارسی کلام نسخۃ الجین (ص ۳۷۲ تا ۳۸۲) سے ماخوذ ہے۔

با نعل و از گون ره عشقت سپرده ام
 تا هیچ کس به من نه رساند سراغ را
 از ما سخن ز دامن و قفس می توان شنید
 ما گل نه دیده ایم و نه دانیم باغ را
 قائمِ ریحی دل به تفاوت به کشی ، که من
 پر کرده ام به خونِ جگر این ایام را

(۳)

مشاطه به شاید که نگه دارِ نظر را
 تا در خمِ مُوگم نه کنی موئے کمر را
 از صافه دلی تا به رخت لافِ صفا زد
 خجلت به خوئے شرم فروزد آبِ گهر را
 تا که دلِ صد باره کنم جمع و بدوزم
 تا چند بهم بخیمه زخمِ لختِ جگر را
 ناصح به من خسته دگر پند نه گوئی
 یک بار به بینی اگر آن شوخ پسر را
 قائم به کمالِ این همه از بهر چه بازی
 معقول نه دانند در پس عهد هنر را

(۴)

یا که یادِ رخت بے قرار کرد مرا
 به حالتی که مبادا دوچار کرد مرا
 نه لاز داری و نه عشوه ، نیست معلوم
 چه شیوه بود که بے اختیار کرد مرا

تم چو موئے میانش میان خویش گم است
وہی کہ موئے میانش لزار کرد مرا

ہوئے آن گل خندان نہ بود اگر بہ سرم
کہ حرفِ گریہ چو اہر بہار کرد مرا
چسان نہ لافِ خدائی زلم کہ وے قائم
بہ ہندکانِ خود آن بت شہار کرد مرا

(۵)

بدہ اے ہم نشیں چندان کہ می خواہم شراب اورا
کہ شاہہ یوم اندر نشہ ہا خود بے حجاب او را
بہ شوخی ہاے تابِ حسنِ آن خورشید رو نازم
کہ نتوالد بغیر از پنجہ دیدن آفتاب او را
زلیخا گر بیند دولت بیدار حسنت را
کماشاے رخِ یوسفؑ نماید مثل خواب او را
شبِ ہجرِ تو آوازِ لبِ میخورد ہر گوشم
کہ من از دل طیدن ہا ہمی دادم بخواب او را
بیا امروز ہمراہِ من و دریاب قائم را
کہ تا فردا نخواہد داد مہلت اضطراب او را

(۶)

ہست با ضعفِ بدن خواہی پرواز مرا
کار از رہ ببرد چنگلِ شہباز مرا
اے رفیق از بے لعشم مکش ای رنج بخویش
راہِ خود سر کن و از دوش بپرداز مرا

طوبی و سدره به اربابِ هوس ارزانی
 پس بود سایه آن سروِ سرافراز مرا

بیکر کاغذِ بے جان نه ز خود می رانند
 رشته هست نهان در کفِ شب باز مرا

قائم امشب چو سخن منج بهم جمع شوند
 می مزد بر سر این تازه غزل ناز مرا

(۷)

یا رب! آن سرمایه جبر و قرار من کجاست ؟
 جانم از غم بر لب آمد غم گسار من کجاست ؟

گرچه منع دل به جبر از ناله کردم ناصحا!
 لیک بر چشمِ تر خود اختیار من کجاست ؟

کعبه و بت خانه را شیخ و برهن جست لیک
 کس نه دانست این که منزل گاهِ یار من کجاست ؟

تا بود اغیار کے سویم به شفقت بنگری
 زان که پیشِ آن جماعت اعتبار من کجاست ؟

قائم از فکر سخن بهر چه رنجش ها کشی
 قدر دانِ اهلِ فن در روزگار من کجاست ؟

(۸)

غمت از تارِ نفس نشترِ جان می گردد
 هر سرِ مو به تم لوکِ سنان می گردد

چه قدر عارضی او بوسه فریب افتاد است
 تا رسد زلفِ پرو شکلِ دهان می گردد

لازم انداز ملاقاتِ بتان را کہ ز شوق
پیرِ صد ساله بہ یک عشوہ جوان می‌گردد

موسمِ عمرِ بہاریست خوش اما چو شفق..

حسنِ این باغ بہ یک لحظہ خزان می‌گردد

آہ ازان چشم کہ چون مابہرِ رخشنده ز بہر

جستہ و باز تہِ آبِ نہان می‌گردد

قائمِ امروز اگر قدرِ سخن نیست، چہ شد ؟

آخرِ این جنس بہ یک روزِ گران می‌گردد

(۹)

نسیمِ صبح، تہِ دائمِ سیرِ کجا دارد

کہ ہر زمان ز گلِ آتش بہ زیرِ پا دارد

ہمیشہ بر دہنِ غنچہ این سخن جاریست..

کہ چاکہِ سینہ عجب سیرِ دل کشا دارد

قطعہ

دربِ خرابائیان (کذا) کہ کاخِ کھنہ چرخ

عاریست کہ یک بام و صد ہوا دارد

بہ صرفِ عمرِ ما سے نمی‌دہد امروز

تو خود بہ یی کہ بضاطر چہ مدعا دارد

لشعہ ما بسرِ کوئے عاشقی قائم

تہِ میلِ کعبہ و نے قصدِ گلستان (۹) دارد

(۱۰)

سینه لبریزِ جراحت چون نکیم کرده اند
تا نشانِ نامِ خوبانِ دل نشیم کرده اند

شکر در میخانه می گویم بیادِ کعبه ، شیخ
من چنان گر لیستم بارے چنینم کرده اند

داغِ دست و سینه را نامِ که در عشقِ بتان
پُر ز گلِ هر لحظه جیب و آستینم کرده اند

نالہ گر می ز مرغانِ حزین سر بر نه زد
گر چه عمرے مشقِ آہِ آتشیم کرده اند

شعر من قائم بر اوجِ عرش دارد غلغلے
بسکه معنی آفرینانِ آفرینم کرده اند

(۱۱)

آنانکه بسا حلاوتِ دردِ تو خو کنند
زخمی به دل زنند و بمک آرزو کنند

تا کے پیرزہ فکرِ سراغم کنی کہ من
ز انسان نرفته ام کہ مرا جستجو کنند

با بر سبوی بادہ بکن صرفِ عمرِ خویش
زان بیشتر کہ خاکِ تو صرفِ سبو کنند

بگذر ز بارہ دوزیِ زخمِ دل ، اے رفیق !
کایں چاکِ سینه نیست کہ آن را راندو کنند

قائم نمازِ عشقِ بتان منصبِ تو نیست
اے بے خبر ز خونِ خود این جا وضو کنند

(۱۲)

در مقامی که ترا لطف و عنایت باشد
 شمع را موج هوا دستِ حمایت باشد
 از دلِ گرمِ من اندیشه مکن کییِ آخر
 چو آتشِ زدن از خلقِ کفایت باشد
 با دلِ سختِ بتانِ گریخته عاشق چه کند ؟
 آب را در دلِ خارا چه سرایت باشد ؟
 رو و خوسه تو مرا بس که به تشویش افکند
 هر دم از خویشتم شکر و شکایت باشد
 قائم امروز ز هجر تو بجان آمده است
 گر قدم رغبه کنی سخت عنایت باشد

(۱۳)

دوشین که به زلف تو سر می داشته باشد
 از روزِ سیاهم خبر می داشته باشد
 کو باغِ زگلِ رشکِ بهشت است ، مرا چه ؟
 این مژده به مرغی که پر می داشته باشد
 دلداں به جگرِ پر زده بگذر که درین باغ
 کو نخل که باخود نمِ سر می داشته باشد
 با سوز و گدازِ دلِ من شمع چه ماند
 کو داغِ دل و چشمِ تر می داشته باشد ؟
 که جلوه دهد برگِ گل و لاله بختش
 بر روئے تو هر کس نظر می داشته باشد
 قائم ز فنوت چه کشاید که درین عصر
 عیب است اگر کس هنر می داشته باشد

(۱۴)

ناوکِ ناز ترا وقفِ جگر خواهم کرد
 گر دل از کلو رود، سینه سپر خواهم کرد
 گفتہ رسمِ وفا کے ز جہاں خواہد رفت ؟
 من ازین غم کدہ روزیکہ سفر خواهم کرد
 تا بہ کے خون دل از دیدہ بیاید شب و روز
 سداً این سیلِ من از لختِ جگر خواهم کرد
 این من و این سر و این طشت ، یا ، بسم اللہ
 من ندانم کہ ز تیغِ تو حذر خواهم کرد
 قائم از بہر دو ناں منت دولان چہ کشی ؟
 کایں دوسہ روز بہ ہر نحو بسر خواهم کرد

(۱۵)

ابروئے تو ہر کہ دیدہ باشد
 از دیر و حرم بُریدہ باشد
 از خالہ بیرون نیاید امروز
 شاید خبرم رسیدہ باشد
 شد کشتی آہاں تباہ
 اشکم بہ زمین چکیدہ باشد
 داند ز غمش چہ رفت بر ما
 ہر کس غم او کشیدہ باشد
 قائم دلِ وحشی طلب کن
 گر ہر دو جہاں رسیدہ باشد

(۱۶)

عارف از نام و هم از فنگ ترا می بیند
آنکه بیناست به هر رنگ ترا می بیند

کو در آئینه حیران که به بیند به رُخت
چشم بیننده به هر سنگ ترا می بیند

مهر و کیی در نظرش هست نمائشاکه
هر که در آشتی و جنگ ترا می بیند

هر که بشکافت برو پرده تحقیق اصول
فاش در نغمه و آهنگ ترا می بیند

قائم از فیضِ خط و چشمِ بتانِ بے پاک
در خراباتِ می و بنک ترا می بیند

(۱۷)

تخم را دود دل سرمایه آزار می گردد
که ریخ دایه باشد طفل اگر بیمار می گردد

به این دل مردگان سودے نه بخشد سعی اندازی
ز جنبش سبزه خوابیده کے بیدار می گردد

چسان طرح صفا اندازم از آئینه سیاهان
که بے وجهی مکدر خاطر زنگار می گردد

زیمِ شهرتِ احوالِ خود بر خویش می لرزم
ز عشق و عاشقی در هر کجا تکرار می گردد

ز اشکِ لعلِ گونِ خویشتن قائم مشو غافل
که این سیلابِ خون در یک زمان سیار می گردد

(۱۸)

بہارِ عشقِ میلِ مداوا نہ می‌کند
 این خستہ ہیں کہ رو بہ مسیحا نہ می‌کند

تا ننگند چون قطرۂ سیاب صد گرہ
 گردون ز کارِ ما گرے وا نہ می‌کند

(۱۹)

بر رخت ، آری ، ز نادانی لکھے کردہ ام
 ہر چہ فرمائی ، سزاوارم ، گناھے کردہ ام

درد و داغ و بے کسی آمد جلو ریز از تم
 من ہم الدر عاشقی جمعے سپاھے کردہ ام

اے فلک از تیرہ روزی ہا چہ فرمائی مرا ؟
 من کہ عمرے عشقِ آن زلفِ سپاھے کردہ ام

تا چہ خواہد کرد با من یادِ برقی خندہ اش
 جمع یا چندیں نظرِ مشتِ گیاھے کردہ ام

نیست قائم جز بہ پائے سروِ دل جوئے کسے
 یک دو مصراعے کہ موزون گہ گاہے کردہ ام

(۲۰)

شب کہ اندازِ ہم آغوشی او یاد کنم
 خویش را تنگ بہ برگیرم و فریاد کنم

صحبتِ بلبلِ این باغ ، دلم بہ کشاید
 بعد ازان نالہ بہ مرغبانِ قفسِ زاد کنم

آرزوها ست که در دام کشیدست مرا
از چه ره شکوه ز بے رحمی صیاد کنم

کام دل گرفتدهی شوخ نگاشه حرفی
مستم آخر به طریقی دل خود شاد کنم

شیخنا ! حکم بفرما که برای یک چند
یک دو میخانه به صحن حرم آباد کنم

قائم امروز به مہائی من باش که شب
ماتم قیس و غم مردن فرهاد کنم

(۲۱)

نباشد رعن فصل نو بہاراں برگ و بار من
کہ غل خشکم و در سوختن باشد بہار من

دلَم از شیونِ بلبلِ بخاک و خون طیبہ آخر
ہمی گفتم کہ ظالم گل یفشان بر مزار من

خس افتادہ در سیلِم ، چہ می پرسی ز احوالِ
بہ دستِ دیگرے باشد عنانِ اختیارِ من

مرا از صبحِ وصلِ او چہ حاصل ، زانکہ میدانم
نباشد روزِ روشن در پسِ شبِ ہائے تارِ من

کجائی ؟ اے نسیمِ صبح ! یک دم دستگیرم شو
کہ عزمِ کوئے او از عمرها دارد لہارِ من

جہاں یکسر ز آبِ دہدہ من غرقِ طوفان شد
نہدایم چہ خواهد کرد چشمِ اشکِ بارِ من

ز بس در دیده و دل نقشِ رویش کرده جا قائم
به هر سو می روم آن شوخ می گردد دو چار من

(۲۲)

نه گذاشت اثر از دلِ غم کشتی ستمِ او
من بعد درین غم کده مائیم و غمِ او
تیش کند اے کاش جدا سر ز تن من
شاید به همین حیلہ فتد در قدمِ او
گیرم که بود مشک چو زلف تو سیه، لیک
آن بو ز کجا آرد و آن پیچ و خمِ او؟
جز کشتن من شیوه نه داند لب لعلش
هر چند که اعجازِ مسیحات دَمِ او
بادیده گریانِ تو قائم چه کند کس
صد چشمه به جوشد چو کنم پاک خمرِ او

(۲۳)

خوش آن عہدے کہ در و صلت ز ہجران یاد می کردم
تو می گفتی نہ خواہم رفت و من فریاد می کردم

رباعیات

(۱)

تا کے پشانیِ سجدہ پر غیر کنی ؟
تا چند ہوائے کعبہ و دہر کنی ؟

مطلوب تو چون از طلبت بیرون لیست
باید کہ دمسے بخشوشتن سیر کنی

(۲)

ہر مردے کہ واقف از اصولے نبود
در ہمتِ او ردّ و قبولے نبود

دنبالہِ این و آن بہ غفلت نہ روی
شاید کہ بہ لباسِ خضر غولے نبود

(۳)

عالم بہ سخن تراشیِ مغرور است
عابد بہ خیالِ باقیِ سرور است

سائیم و داغِ لاکھان ہر گویند
اے بے خبران ، هنوز حاصلِ دور است

(۴)

کے گفتتِ این کہ عزّ و شانے بہ طلب
نامے بہ کفِ آر یا نشانے بہ طلب

از وسعتِ خاکِ گورِ پارے بہ پسند
وزِ خوانِ سپہرِ نیمِ نائے بہ طلب

قطعات

(۱)

نیستی (کذا) من از لوازمِ جود
بے چارہ بخود چہ چیز دارد

گر ہست ہمیں دوات ، او را
از..... خود عزیز دارد

(۲)

چون بناشد این مقام دل نشین
کز شرف با کعبه دارد اشتباه

خواست قائم فکر تاربخش کند
گفت هاتف "سورۃ یٰسّر الہ"

۵۱۱۷۷

(۳)

نواب نجیب خان چو بگذشت
زی قلم چارموجہ بے قلمک

ایں واقعہ چوں شنید هاتف
گفت "آہ کمال بخشى الملك"

۵۱۱۸۳

سلام

اے غمت در سینہ نورِ صبحِ ایمان السلام
وے یادت گریہ واجب ہر مسلمان السلام

اے ز خاکِ آسمان قبیلہ را عز و شرف
وے سزاوارِ سجودِ جن و انسان السلام

اے بہ تلخیِ عطش شاگردِ کنارِ آبِ خضر
وے ز لذاتِ جہاں راضی بہ حرمانِ السلام

اے لبِ ہر غنچہ در ہجرتِ بنوں خوردنِ حریص
وے سرِ سنبلِ یادت مو پریشانِ السلام

اے لبائے سینہ ات لڑت کہ رازِ نہاں
وے دلت گنجینہ اسرارِ نہاں السلام

اے چمن پیراے باغِ ہر دو عالم الصلوٰۃ
وے بہارِ تمازتہ گلزارِ اسکانِ السلام

اے سپہ سالارِ فوجِ بے کسی درِ روزِ رزم
وے سرِ سرکردہ خیلِ خربیاں السلام

بادِ درونِ تیرہ قائم ہر درت گوید مدام
کلمے خیائے آفتابِ اوجِ عرفانِ السلام

حواشی

اختلاف نسخ و تعليقات

و باغات

(ص ۱ و ۲)

تسخنہ انڈیا آئی (لنڈن) میں ۹۳ راہیات ہیں :

رباعی ۹ و ۹ حاشیے پر بعد کا اضافہ ہیں اور ۹ تا ۹ ، آٹھ
رباعیان اس نسخہ میں نہیں ہیں ۔

نسخہ ہنگال ایشیاٹک سوسائٹی (کلکتہ) میں ۹۳ زباعت میں :

۹۱، ۹۳ تا ۹۹، آلب رباہیاں اس لکھر میں کم ہیں۔

فصل: آئین میں ۹۱ روایات ہیں :

۹ و ۹۲ حاشیہ پر ہیں اور ۶۶، ۹۰، ۹۱، ۹۳ تا ۹۹، دس

رباعیاں اس شعر میں نہیں ہیں ۔

نسخہ رام پور (رضا) میں ۹ رباعیات ہیں :

۹۷، ۹۶، ۸۸، ۹۰، ۹۱، ۹۲، سات رباعیان کم ہیں اس
سفر میں۔

تذکرہ کمال میں مندرجہ ذیل ۳۶ روایات ہیں :

[illegible]

δ A Δ , δ A Γ , δ \angle Q, δ \angle A, δ \angle B, δ QP, δ QR, δ R, δ PR, δ P Δ

— 92 —

الانتخاب ہلگرامی (عماد) میں مندرجہ ذیل ۱۸ رباعیات ہیں :

1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32

- 92 21 61 ' 65 ' 62 ' 61 ' 56 ' 57 ' 5.

۱۔ ۲۷ اور ۲۸ خلط ملا ہو گئی ہیں۔ ۲۷ کا پہلا اور ۲۸ کا دوسرا شعر ہے۔

۵۔ ۱ ، الف : زیرۃ کلمہ (النجمن) -

۱۱۔ ۱ ، الف : کیا مال ہیں (سرور) ؛ دنیا کے یہ سب (میر) دنیا کے
یو سب (شفیق) دنیا کے یہ ارباب نعیم (گلزار) کیا پشم ہے دنیا
کہ یہ ارباب نعیم (گلشن) ؛ ب : بے قرب کریں ہم کو جو
دکھلا زو و سیم (گلزار) - ہم کو دکھا کر زو و سیم (گلشن) ،
بے قدر کریں ہم کو جو دے کر زو و سیم (میر و شفیق) - ۲ ، ب :
عرباب جو غم نہ ہو (میر ، شفیق ، گلشن) عراب جو غم ہو
نہ (گلزار) -

۱۲۔ ۲ ، ب : فکرواں کی کچے (کلکتہ) -

۱۵۔ ۲ ، الف : نہیں وہ دینا (النجمن و کمال) نہیں لینا وہ (کلکتہ) -

۱۶۔ ۲ ، الف : آنکھیں کھولی (لندن ، النجمن و کلکتہ) آنکھیں
کھولیں (رضا) -

۲۰۔ ۲ ، الف : کہتی تھی جو (گلزار) ؛ ب : ہو چکے ہیں (گلشن) ،
ہو چلیں ہیں (گلزار) -

۲۳۔ ۱ ، ب : کیوں نہیں بیٹے (رضا) -

۲۵۔ ۱ ، الف : دوستی کی (کلکتہ) -

۲۶۔ ۲ ، ب : یک چند جو فوق (رضا و عماد) -

۲۸۔ ۲ ، ب : ”نمٹل“ کو قائم نے متحرک باندھا ہے -

۲۹۔ ۲ ، الف : پروا نہیں (النجمن و کمال) ؛ ب : منتے تھے جو کچھ
(رضا و عماد) -

۳۲۔ ۲ ، الف : ہے یارو کا (لندن) ہے یار کا (النجمن ، کلکتہ و رضا) -

۳۷۔ ۲ ، الف : اک خوشی ہے (النجمن و رضا) اک خوشی رہی ہے
دیکھنے کی قائم (کمال) -

۳۹۔ ۱ ، الف : زنجیر کڑے ہے تو جو ہم کو مو کر (النجمن و رضا) -
۲ ، الف (حاشیہ) ”جو طوق“ پڑھا جانے کا -

۴۶۔ الف : میں نے نواب اپنا گھر ڈھولٹوایا (ڈکا) میں نے نواب کھرکو ایسے ڈھولٹوایا (سرور) شب (الہمن) ؛ پ : نہ تیرے آیا (سرور)۔
کہا نہیں جا سکتا کہ قائم کی مراد کس 'نواب' سے ہے۔

۴۹۔ نواب جلال الدولہ کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہو سکا :
"نواب جلال الدولہ المعروف بہ میر سلیمان۔ آس کا مکان محلہ لت گنجا میں تھا۔ یہ عہدالملک کا بڑا دوست تھا۔ کہتے ہیں کہ اسی کے اغوا سے عہدالملک نے احمد شاہ کو لاپتہ کیا و عالم گیر ثانی و انتظام الدولہ خان خاں عاہلیت محمود خان کو قتل کروایا۔ آس کو چار سو روپیہ ماہوار ملتے تھے اور اپنے سرری کے ساتھ فرخ آباد سے چلا گیا" (تاریخ فرخ آباد ، از اروں ، آردو ترجمہ مطبوعہ فتح گڑھ ۱۸۸۷ء ، جلد دوم ، ص ۹۸)۔
میر حسن بھی غالباً ان ہی کے بارے میں لکھتے ہیں۔
"جلال الدولہ ، جلال الدین ، وکیل سرہٹہ ، شیر نواب عہدالملک (تذکرۂ شعرائے آردو ، طبع ثانی ، ص ۳۶)۔ فرخ آباد میں عہدالملک کا قیام ۱۱۷۶ھ سے ۱۱۸۵ھ تک رہا۔ جلال الدولہ ان کے ساتھ ہی تھے۔ قائم ان سے دہلی میں وابستہ رہے ہوں گے ، یہ صورت دیگرے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ فرخ آباد بھی گئے تھے۔

۵۱۔ ب : نیا جانا (لندن)۔ سودا نے بہت خاں خواجہ سرا کی مدح میں دو قصیدے کہے ہیں جہاں اسے عہد شاہی عہد سے منسوب کیا گیا ہے (کلیات سودا ، جلد اول ، ص ۳۱۳ و ص ۳۱۶)۔ عہد شاہ کے بعد احمد شاہ (اپریل ۱۷۵۸ء تا جون ۱۷۵۹ء) اور عالم گیر ثانی (جون ۱۷۵۹ء تا نومبر ۱۷۵۹ء) کے عہد میں بھی یہ اہم خلیفات بر فائز رہے۔ احمد شاہ ابدالی کے دہلی میں داخلے کے وقت تک (جنوری ۱۷۵۷ء) یہ بہ ہر حال زندہ تھے (ملاحظہ ہو: زوال سلطنت مغلیہ از جادو لاثہ سرکار ، طبع ثانی ، جلد اول ، ص ۲۹۵-۲۹۶ ؛ جلد دوم ، ص ۷۱ ؛ گلستان رحمت ، انگریزی ترجمہ از چارلس ایلیٹ ، لندن ۱۸۳۱ء ، ص ۳۸)۔

- ۵۲۔ ۱، ب : لطف کی مجلس کو (سرور)۔
- ۵۳۔ ۱، ب : صاحب تیرا نہ بال (سرور) ۲، ب : نہ بدن ترا تو (سرور)۔
- ۵۵۔ نعمت اللہ خاں کا احوال قصیدہ نمبر ۷ (جلد دوم، ص ۱۰۹) سے متعلق حواشی میں ملاحظہ ہو۔
- ۵۶۔ ۱، ب : جہاں سے بہتر (انجمن و لغز)۔ ذکا میں اس کا عنوان ”در مدح باغ“ درج ہے۔
- ۵۷۔ ۱، ب : ”چرائے“ پڑھا جانے کا۔
- ۵۸۔ ۱، الف : جو تیرا (ذکا)۔ ۲، الف : کچھ آگئی ہے (رضا) ؛ ب : اک عضو گیا ہوا (رضا، سرور، ذکا)۔
- ۵۹۔ ملاحظہ ہو حاشیہ متعلقہ رباعی نمبر ۵۱۔
- ۶۰۔ ۱، الف : میں گھر آیا (رضا و کلکتہ)۔
- ۶۱۔ ۱، ب : دینا ہو جو کچھ (رضا و عباد)۔ ذکا میں اس کا عنوان ”رباعی درباره استعالت خرج گذرانیدہ“ دیا گیا ہے۔
- ۶۲۔ ۱، الف : کہہ رہے گا (کیال) ؛ ب : اگر تو تو (انجمن، کیال، عباد)۔
- ۶۳۔ ۱، ب : جو بات کہنے ہے جوتیں^۱ پڑنے کی (انجمن و رضا)۔ ۲، الف : غبار میرا (انجمن و رضا) ؛ ب : کا خوب کہیں دھول (انجمن و رضا)۔ انجمن میں کسی دوسرے دیوان کے حوالے سے (در یک دیوان بابی طویر بود) حاشیے پر بھی یہ رباعی دی گئی ہے۔ جو مطبوعہ متن کے مطابق ہے۔
- ۶۵۔ ۱، الف : کھائے تو میر (لغز) ؛ ب : کہیے تو بجا ہے تم کو گر میر خمیر (سرور) کہیے تو بجا ہے آپ کو میر خمیر (کلکتہ، رضا، ذکا و لغز)۔ ۲، الف : یہ جس طرح کے ایسے (کلکتہ) تم اس طرح کے جیسے (سرور و ذکا) ؛ ب : راگھوں میں (لندن) خمیر (انجمن، رضا، ذکا)۔

۱۱۷۷ء میں ہوئی ہوگی۔ اور ۱۱۶۲ء میں یہ پچاسی (۸۵) برس کے ہوئے، نہ کہ پچالوے (۹۵) کے۔

لکھنؤ سے قائم ان ہی کی دعوت پر (۱۱۹۳ء یا ۱۱۹۴ء میں) رام پور گئے تھے۔ شاہ کمال نے بھی رام پور میں ان سے ملاقات کی تھی (مجمع الانتخاب، ورق ۱۹)۔

۱۴۔ ب : انجمن میں یہ مصرع اس طرح ہے ”نواب پتا بالدرہ

اغزوی مبارک شاہ“ مولانا عبدالقادر صاحب نے اس کی تصحیح فرمائی جس کے لیے مراتب موصوف شکرگزار کا ہے۔

۱۵۔ یہ قطعہ بھی نواب محمد یار خان امیر سے متعلق ہے۔

۱۶۔ پہلا مصرع اس طرح پڑھا جائے گا :

نواب ! ہے وہ سال گرہ میں قری ہی یمن

۱۹۔ ۱، ب : وہ دعا کا (سرور)۔ ۲، الف : بالفعل میری یا رب

(سرور)۔

۲۰۔ ۱، ب : جس کے خیال سے (ذکا)۔ ۲، الف : اس لطف سے

علائقوں کا کہنا ہے ہانس پر (نغز) اس لطف سے علاقوں کا (سرور)

اس حسن سے علاقوں کا (انجمن) ! ب : طرے نکلیں ہیں

(نغز و ذکا)۔

۲۱۔ ۲، الف : مطبخ ہے ترا یہ اس قدر کم (ذکا) مطبخ ترا نہ اس قدر

کم (سرور)۔

۲۲۔ ۵، الف : خدا کرے کہ (سرور)۔

۲۳۔ امیرالاسرا نواب نجیب الدولہ میر بخش کے انتقال (۳۱ اکتوبر

۱۷۷۰ء) کے بعد میر بخش کا منصب مرحوم کے بیٹے،

نواب ضابطہ خان، کو تفویض ہوا۔ مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی (جو

ہنوزالہ آباد میں مقیم تھے) کی طرف سے خاص خلعت عطا ہوئی

جسے نئے امیرالاسرا نے ۲۹ دسمبر ۱۷۷۰ء (۱۱ رمضان ۱۱۸۳ء)

کو زیب تن کیا۔ قائم کا یہ قطعہ تہنیت اسی موقعہ کی یادگار

معلوم ہوتا ہے۔

۲۴۔ ۳، الف : تکتہ (کذا۔ انجمن) تکتہ (کذا۔ رضا) تکتہ کر

(اصلاح قیاسی)۔ قاضی سے یہ چوہکڑا خاصا طول پکڑ گیا تھا جس کی صدائے باز گشت رباعیات نمبر ۷۸، ۷۹، ۸۰ اور پچیس در ہجو قاضی (ص ۶۵ تا ۶۸) میں زیادہ شدت کے ساتھ سنائی دیتی ہے۔

۲۵۔ معلوم نہیں ہو سکا کہ مہر علی یا شہاب الدین کون بزرگ تھے۔
۲۷۔ ۳، الف : لے کے یاں خار سے تھا جو گل تک (لندن) مختلف خط میں بعد کا اضافہ ہے۔

۲۹۔ نواب فیض اللہ خاں کی وفات (۱۸ ذی الحجہ ۱۲۰۸ھ مطابق ۱۷ جولائی ۱۷۹۳ع) کے دوسرے دن ان کے بڑے بیٹے محمد علی خاں مسند نشین ہوئے۔ روہیلہ سردار آن کے عقائد اور تیز مزاجی کے سبب ان کے خلاف ہو گئے اور ان کے چھوٹے بھائی نواب غلام محمد خاں کو گدی پر بٹھا دیا۔ نتیجے میں آصف الدولہ اور انگریزوں کو مداخلت کرنا پڑی، دو جوڑا (فتح گنج) کی لڑائی ہوئی اور گدی نشینی کو چار ماہ بھی نہ گذرے تھے (محرم تا جمادی الاول ۱۲۰۹ھ) کہ غلام محمد خاں اپنے آپ کو انگریزوں کے سپرد کرنے پر مجبور ہو گئے۔ پہلے بنارس بھیجے گئے وہاں سے اجازت لے کر حج کو چلے گئے۔ پھر دکن سے ہوتے ہوئے کابل گئے۔ وہاں سے واپس لوٹے اور کئی برس کانگڑہ کے راجہ کے سپاہانہ رہے۔ وہیں نادوں میں ہاشم (۶۲) سال کی عمر میں ۶ جمادی الآخر ۱۲۳۸ھ مطابق ۱۸ فروری ۱۸۲۳ع کو ان کا انتقال ہوا۔ (ملاحظہ ہو: انتخاب یادگار، حصہ اول ص ۳۸ تا ص ۶۵؛ اخبارالصنادید، جلد اول ص ۶۲۶، ۶۵۱ و ۶۷۱؛ رام پور اسٹیٹ کزیٹیر ص ۹۳-۹۵)۔

۳۰۔ نعمت اللہ خاں سے متعلق بحث ساتویں قصبہ کے تحت حواشی میں ملاحظہ ہو۔

۳۱۔ معلوم نہ ہو سکا کہ راجہ رام پرشاد کون تھے ورنہ ان کے توسط سے یہ بھی پتا چل جاتا کہ ۱۱۷۲ھ میں قائم کی سکونت کہاں پر تھی۔ قیاس کے سہارے پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ قائم کے ہم وطن ہوں گے۔

۳۲۔ حسین علی بھی رام پور ہی کے کوئی بزرگ ہوں گے کیوں کہ اس زمانے میں قائم کا مستقل قیام وہیں پر تھا۔ نواب فیضی اللہ خان کے ایک صاحب زادہ کا نام بھی غالباً حسین علی تھا۔ معلوم نہیں ان کا انتقال کب اور کن حالات میں ہوا۔

متفرقات

(ص ۳۳ تا ۳۹)

۴۔ ۱، الف : جو نوکر چکا جو تھی تیری رضا (انجمن) ؛ ب : 'نضا' پڑھا جائے۔ ۲، ب : تیرا میں ہوں (انجمن)۔ ۱۰، الف : کہ نہیں بخشتا (انجمن)۔ ۲۳، الف : کہ کہنا تھا حرفِ ستم اس جگہ (رضا)۔ ۲۵، ب : سر ٹڑوائے کہ (انجمن) ۲۷، ب : نسخے میں 'ہد' محذوف ہے۔ رضا میں دس اشعار پر مشتمل یہ چھٹی حکایت ہے۔

مجمعات

(ص ۵۰ تا ۶۸)

(نسخۂ لندن میں جملہ مجمعات و مسدسات 'واسوخت' کے تحت درج ہیں باقی نسخوں میں ہلا عنوان ہیں۔ موجودہ عنوانات خود مرتب نے قائم کیے ہیں)۔

(۱)

تائم کے چاروں نسخوں (لندن، انجمن، کلکتہ، رضا) نیز تذکرۂ کمال میں یہ تضمین شامل ہے۔

۴۔ ۱، الف : جانے (کمال) ؛ ب : احسانے (کمال)۔ ۲، الف : رضا و کمال میں 'کہ' محذوف ہے۔

۱۔ مجمعات و مسدسات میں ان ہندسوں سے متعلقہ ہند کا عدد ترکیبی مراد ہے۔

- ۵۔ ۲ ، الف : ہر نم ابر (رضا و کمال) : ہر سمول (رضا ، الجین و کمال) ۔
- ۶۔ ۲ ، الف : ہر جب ایسوں سے (رضا) ۔

(۲)

یہ تضمین کلیات سودا میں غلطی سے شامل ہو گئی ہے ۔ قائم کے چاروں سطحوں نیز تذکرۂ شاہ کمال میں غنم شامل ہے ۔ گلزار ابراہیم اور گلشن ہند میں بھی اس کے دو بند (پہلا اور تیسرا) قائم ہی کے تحت درج ہیں ۔

- ۱۔ ۱ ، ب : کلیات سودا میں 'ہوں' محذوف ہے ۔ ۲ ، الف : گر ہوں (سودا) ۔
- ۲۔ ۱ ، ب : حاصل اس تدبیر سے کیا کرنے پتلا اے حبیب (سودا) ۲ ، الف : ایک دم کو جی لکل جاوے کا گھبرا کر قریب (سودا) ۔
- ۳۔ ۱ ، ب : اگر چتا ہے چن (سودا) ۔ ۲ ، الف : میں تجھے کہتا نہ تھا ظالم کہ میری بات سن (سودا) ؛ ب : دیدہ خوبیار من (سودا) ۔
- ۴۔ ۱ ، الف : اس قدر گھبرا کے جینے سے نہ کر انکار عشق (سودا) ؛ ب : کوئی بھی جیتا سنا ہے تیں کہیں پیار عشق (سودا) ۲ ، الف : آج چھوڑنے یہ اگر تیرے تیں آزاد عشق (سودا) ۔
- ۵۔ ۱ ، الف : ہوں جو کچھ سودا سو اپنے (سودا) ؛ ب : کیا عرض ہے مجھ کو ہر اک سے رکھوں ہر وقت کد (سودا) ۔ ۲ ، الف : اس میں کچھ کہتا نہیں میں گرچہ از روئے حسد (سودا) ؛ ج : می کند با خلق و عالم (سودا) یا خلق و عالم (رضا) ۔

(۳)

سات بندوں پر مشتمل یہ تضمین قائم کے چاروں سطحوں (لندن ، انجین ، کلکتہ و رضا) میں شامل ہے ۔

- ۲۔ ۱ ، الف و ب : رہتے ہیں ، جتے ہیں (الہمن و رضا) ۲ ، الف ؛
 باغبان کے (رضا) باغبان کو (الہمن) ؛ سنتے ہیں (الہمن و رضا) ؛
 ب : کہہ ہیں کہتے ہیں (الہمن) کہتے ہیں (رضا) ۔
- ۳۔ ۲ ، ج : یہ بھی تجھ سا (لندن) ۔
- ۴۔ ۱ ، الف : اس باغ میں (رضا) ۔
- ۵۔ ۱ ، ب : نسخوں میں 'ہی' محذوف ہے ۔ ۲ ، ج : یہ خار چن
 (الہمن و رضا) ۔

(۴)

- یہ تضمین بھی قائم کے چاروں نسخوں میں موجود ہے ۔
- ۱۔ ۲ ، ج : جو لکھا ہو (الہمن) ۔
- ۲۔ ۱ ، الف : نسخوں میں 'جس ایام تھا' ہے ؛ ب : قص (رضا) ۔

(۵)

- یہ تضمین بھی قائم کے چاروں نسخوں میں شامل ہے ۔
- ۱۔ ۱ ، ج : رسم آشنائی (الہمن) ۔

(۶)

شہر آشوب کا تاریخی پس منظر

داخلی شواہد سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ شہر آشوب
 معرکہ سکرتال اور اس کے بعد کے واقعات سے متاثر ہو کر لکھا گیا ہے ۔
 فریقین میں ایک طرف ضابطہ خاں پسر نجیب الدواہ ہے اور دوسری جانب
 مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی متخلص بہ آفتاب اور ان کے حلیف سرہٹے ۔

شہزادہ عالی گھر اپنے باپ (عالم گیر ثانی) کے وزیر عباد الملک
 غازی العین سے لڑ کر بھاگا ، وزیر المالک نواب شجاع الدولہ صوبدار
 اودھ کے ہاں پناہ لی اور کچھ دن بعد باپ کے مرنے پر (نومبر ۱۷۵۹ء)
 اپنے اجداد کے دارالحکومت سے دور تحت سنبھالا ، شاہ عالم ثانی لقب
 اختیار کیا اور الہ آباد ہی سے احکام جاری کرنے لگے ۔ جب کہ دہلی

میں نجیب الدولہ ، شہزادہ جواں جنت کے رجینٹ (Regent) کی حیثیت سے دس سال تک نیابت کرتے رہے ۔

۳۱ اکتوبر ۱۷۷۰ء کو امیرالاسرا نواب نجیب الدولہ کا انتقال ہوا ۔ بادشاہ نے اس عہدے اور خطاب پر مرحوم کے بیٹے ضابطہ خاں کو بحال کیا ۔ ضابطہ خاں نے 'میر بخشی' کے منصب کی خلعت تو قبول کر لی (۲۹ دسمبر ۱۷۷۰ء) لیکن خود حاضر ہو کر اس عہدے پر تقرری سے متعلق مقررہ رقم بطور لذر پیش نہیں کی اور دہلی تک بادشاہ کے ہم رکاب چلنے سے بھی گریز کیا ۔ اس گریز نے مرہٹوں کو وہ سنہری موقع فراہم کر دیا جس کی انہیں تلاش ہو سکتی تھی ۔ اتحاد و معاونت کا ایک خفیہ معاہدہ بادشاہ اور مرہٹوں کے درمیان طے پایا ۔ قلعہ معلول سے ضابطہ کے نمائندے کو نکال کر بادشاہ کے نام پر خود مرہٹوں نے قبضہ کر لیا ۔ آدھر شاہ عالم بادشاہ الہ آباد سے چل کر فرخ آباد آئے اور چند ماہ قیام کرنے کے بعد عازم دہلی ہوئے ۔ مرہٹہ تلواروں کے سائے میں ۲۵ دسمبر ۱۷۷۱ء کو دارالخلافہ میں داخلہ ہوا ۔ ۶ جنوری ۱۷۷۲ء کو باقاعدہ تاج پوشی ہوئی ۔ پھر مزید توقف کیے بغیر تاج پوشی کے گیارہویں دن ایک لشکر مرزا نجف خاں کی ، اور دوسری مرہٹہ فوج لکوجی ہلکر ، سہاد جی سندھیا اور وساجی کرشنا کی سرکردگی میں روانہ ہوئی اور ان سے دس میل پیچھے لونی ، باغ بت ، غوث گڑھ ، چاند پور کے راستے سے بادشاہ سلامت پہ نفس نفیس ضابطہ خاں کی سرکوبی کرنے روانہ ہوئے ۔ ضابطہ نے سکرتال کے مقام پر مورچہ جھایا لیکن ۲۳ فروری ۱۷۷۲ء کو معمولی جھڑپ کے بعد شکست کھا کر بھاگا ۔ مرہٹہ سواروں نے روہیل کھنڈ کو روند ڈالا ۔ سارا علاقہ ان کے رحم و کرم پر تھا ۔ جو کچھ کسر رہی اسے گوجروں نے پورا کر دیا ۔ پتھر گڑھ (نجیب آباد سے ایک میل جانب شرق) کے قلعے سے روہیلہ سرداروں کے بیوی ، بچے جن میں خود ضابطہ کے آدمی بھی شامل تھے ، گرفتار ہوئے ۔ چالیس لاکھ روپیہ زر تلوان کی ادائیگی کے وعدے پر ضابطہ خاں کی بگو غلامی ہوئی ۔ ضامن حافظ رحمت خاں بنے ۔ ۔ ۔ جو دو سال بعد اسی خیانت پر قربان ہو گئے ۔ بادشاہ اور اس کے حلیف حملہ آور مئی ۱۷۷۳ء میں روہیل کھنڈ سے لوٹے اور ۹ جولائی کو دہلی میں داخل ہوئے ۔ روہیل کھنڈ کے بیشتر

شہروں کو بھاگتے وقت خود روہیلوں نے آگ لگا دی تھی۔ جو کچھ باقی بچا اسے مرہٹوں نے ٹھکانے لگا دیا۔ غرض یہ کہ ظل اللہ کے آگے اور پیچھے ہر طرف تباہی ہی تباہی تھی۔ جس کا شکار روہیل کھنڈ والوں کو ہونا پڑا۔۔۔ اور اس شہر آشوب میں ان ہی افسوس ناک واقعات اور اس کے چھوڑے ہوئے اثرات کی صدائے باز گشت سنائی دیتی ہے۔

قائم کے چاروں لسخوں میں یہ خمس شامل ہے (لندن میں گیارہواں ہند نہیں ہے)۔

۲۔ سرکار لکھتا ہے "۱۰ اکتوبر ۱۷۶۰ء سے لے کر۔۔۔ جب کہ سداشوراؤ بھاؤ نے وزیر عبادالملک کے کٹھ پتلی شاہ جہاں ثانی کو تخت سے اتار کر شاہ عالم ثانی کی بادشاہت کا اعلان کیا۔۔۔ ۶ جنوری ۱۷۷۲ء تک جب کہ شاہ عالم اپنے اجداد کے دارالحکومت میں پہلی بار بادشاہ کی حیثیت سے داخل ہوا، سلطنت مغلیہ کا یہ مرکز مثل ایک بیوہ کے رہا جس کی مانگ میں سندھور بھرنے والا آٹھ گیا ہو"۔ اور اس ہند سے دہلی کا رلڈاہا اور سہاگ دونوں کیفیات پوری طرح واضح ہیں۔

۳۔ الف : وہ اڑتے ہیں (انجمن) وہ اڑ جا ہیں (وضا)۔
 ۵۔ سکرتال کے معرکے میں ضابطہ خان کو شکست ہوئی۔ شاہ عالم اور ان کے حلیف مرہٹوں نے روہیل کھنڈ کو روند ڈالا۔ جب مال غنیمت کی تقسیم کا وقت آیا تو مغل بادشاہ کو کچھ نہ ملا۔ میر تقی میر اس جنگ کے عینی شاہد ہیں جو خود بھی وائے بہادر سنگھ کی معیت میں شاہی لشکر میں شامل تھے۔ 'ذکر میر' میں وہ لکھتے ہیں "اسی زمانے میں سندھیا جو دکھینی سرداروں میں سے ایک بڑا سردار ہے آگے گیا اور بادشاہ کو اپنے

۱۔ ۶ جنوری ۱۷۷۲ء دراصل بادشاہ کی باقاعدہ تاج پوشی کی تاریخ ہے۔ شہر میں اس کا داخلہ ۲۵ دسمبر ۱۷۷۱ء کو ہوا (ملاحظہ ہو : ہسٹری آف انڈیا، از ایچ۔ جی۔ کین، ایڈنبرا ۱۹۰۶ء، جلد اول ص ۱۸۵)۔

ہمراہ لے کر شہر میں داخل ہوا۔ اس (بات) کو ابھی کچھ (دن بھی) نہیں گزرے تھے کہ (مرہٹہ) سرداروں نے باہم ملے کیا کہ بادشاہ کو اپنے ساتھ لے کر حبیب الدولہ مرحوم کے اڑکے ضابطہ خان پر چڑھائی کرنی چاہیے۔ بادشاہ نے ہر چند بیماری کا بہانہ کیا لیکن کچھ ٹال دیا۔ ”پھر لکھتے ہیں ”ان لوگوں نے جا کر ضابطہ خان کو بغیر جنگ کے ہی بھگا دیا اور اس کے اسواں و اسباب اور جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ بادشاہ کو سوائے دو سو مریل گھوڑوں اور چند بھٹے پرانے غیموں کے کچھ نہ دیا۔ بادشاہ (مرہٹوں کی) اس حرکت سے بہت بد دل ہوا لیکن کیا کرتا۔ دکھنیوں کے پاس طاقت تھی اور یہاں نہ زور تھا نہ زر“ (’میر کی بیٹی‘ از نثار احمد فاروقی، دہلی ۱۹۵۷ء، ص ۱۶۰-۱۶۱)۔

باپ (۲، ب) سے مراد شہزادہ عزیزالدین ہے جسے احمد شاہ کو تخت سے اتارنے کے بعد وزیر عبادالملک غازی الدین نے عالم گیر ثانی کے لقب سے جون ۱۷۵۳ء میں تخت پر بٹھایا اور اسی وزیر کے ایما پر نومبر ۱۷۵۹ء میں قتل ہوا۔

۶۔ شاہ عالم ثانی کا شجرہ اس طرح ہے : شاہ عالم ابن عالم گیر ثانی ابن جہاندار شاہ ابن بھادر شاہ اول ابن اورنگ زیب عالم گیر۔ گویا دادا کا اشارہ جہاں دار شاہ کی طرف ہے جس نے باپ کے مرنے پر امیرالامرا ذوالفقار خان کی مدد سے اپنے تین بھائیوں کو ٹھکانے لگا کر تخت و تاج حاصل کیا اور خود اپنی داشتہ لال کنور کی آغوش میں کھو گیا جو اس کے پردے میں آپ حکمرانی کرنے لگی۔ کہا جاتا ہے کہ اس بادشاہ نے لال کنور کی فرمائش پر ایک بار آدمیوں سے بھری ہوئی کشتی جتنا میں غرق کروا دی تھی (رک : ’ایئر مغلز‘ از ارون، ۱۹۲۲ء جلد اول، ص ۱۹۲)۔

۷۔ ب : کیا جانے کہ کھائی ہے تین کس طرح کی ہنگ (کلکتہ و انجمن)۔

- ۹۔ ۲، ب : کل تو آپ (نندن و انجمن) کل نواب (رضا) کل لو آپ (کلکتہ)۔
- ۱۵۔ ۲، الف : یک ہفتہ پیش گھر میں تھی (رضا)۔
- ۱۸۔ ۲، الف : یک سال ہیں اب جہان میں بیماری ہوں یا کرے (رضا)۔
- ۱۹۔ ۱، الف : جب جہان کی (انجمن)۔
- ۲۰۔ ۱، ب : مانند چوب خشک کے پالوں میں بیج و غم (رضا)۔
- ۲۳۔ ۲، ج : رضا کے علاوہ باقی تینوں نسخوں میں "اس" محذوف ہے۔
- ۲۵۔ ۱، الف : یاروں سے یہ اپنے کر کے آہ (انجمن)۔ ۲، الف : یہ کچھ کرتے ہیں نگاہ (کلکتہ)۔
- ۲۶۔ راجہ گلاب رائے، امیرالامرا نواب نجیب الدولہ کے دیوان تھے (قائم ص ۷۲ : میر حسن ص ۱۸۷ - ۱۸۸ : عشق، ورق ۹۱ ب : علی ابراہیم، ورق ۲۳۶ ب : بے جگر : ورق ۲۰۲ ڈاکا، ورق ۳۳۹ ب : عشق و مبتلا میرٹھی، ص ۳۶۲ : حسن، ص ۲۶۸ : لساخ، ص ۵۵۵ : دقاسی، جلد سوم، ص ۲۶۷) قائم نے انہیں "حاکم خلع" لکھا ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ نواب ضابطہ خاں کے برسرِ افتدار آنے پر موصوف عہدہ دیوانی سے سبک دوش ہو گئے ہوں گے۔ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ "اس خلع" سے قائم کی مراد کون سا خلع ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ علاقہ نجیب الدولہ کی جاگیر میں ہوگا جو موجود اضلاع سہاونپور، مظفر نگر اور پینور وغیرہ پر مشتمل تھی۔ لیاس یہ ہے کہ قائم نے یہ شہر آشوب اپنے وطن (چاند پور) میں بیٹھ کر لکھا جہاں سکرتال کے معرکے کے دوران (نوری ۱۷۷۲ء) الہوں نے پناہ لی ہوگی۔ اگر قائم کے وقت میں اضلاع کی تقسیم یہی تھی جو آج ہے تو چاند پور کا ضلع پینور ہوگا۔۔۔ اور راجہ گلاب رائے اس کے حاکم ہوئے۔
- ۲۷۔ ۲، ج : بھونٹو (انجمن و کلکتہ)۔
- ۲۸۔ ۲، الف : ہے چودھری کا حال فقیروں سے بھی ہتر (کلکتہ)

۳۰۔ ۱، ب : لے کے کسی کی چھان (النجین و رضا) - ۲، الف : کہتا ہے پھر چھون سے (کذا) کہ ہیں یہ سرے ہی دھان (رضا)؛ ج : مخزن کو جس کی (النجین و کلکتہ) -

۳۳۔ نسخہ لندن میں یہ بند حاشیے پر ہے - وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ 'نواب' کون تھے - پہلی مرتبہ (۵۱۱۸۵/۷۲-۱۷۷۱ء ع) ٹانڈا میں قائم کا قیام چند ماہ سے زیادہ نہ رہا - مجد یار خان متخلص بہ امیر رئیس ٹانڈا سے متعلق ان کے کلام کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی تصنیف کے لیے چند ماہ سے زیادہ مدت درکار ہوئی ہوگی - چنانچہ یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ حالات سازگار ہونے پر قائم دوبارہ ٹانڈا واپس گئے اور محرم ۱۱۸۸ھ (اپریل ۱۷۷۴ء ع) تک وہاں مقیم رہے - اس صورت میں یہ 'نواب' مجد یار خان ہوئے -

۳۵۔ ۱، الف : پر تو بھی کیا کرے کہ یہ بگڑا ہے یاں تو لیل (رضا)؛ ب : دیتا نہیں ہے ابر ہلک (رضا) - ۲، الف : رستہ کے جس کدلیک (کذا) کو دیکھے تو جھیل (رضا - ساقط الوزن) - اس بند سے واضح ہے کہ اس شہر آشوب کی تصنیف کے وقت موسم برسات اپنے عروج پر تھا - گویا ستمبر ۱۷۷۲ء ع (رجب ۱۱۸۶ھ) تک قائم کا قیام راجہ کلاب رائے کے ضلع میں رہا - 'نواب' کی خدمت میں برسات گذرنے کے بعد حاضر ہوئے ہوں گے -

(۷)

رباعیات ۷۸ تا ۸۰ اور قطعہ ۲۳ بھی اسی موضوع سے متعلق ہیں - قاضی کا احوال الہترویں (۷۸) رباعی کے تحت حواشی میں ملاحظہ ہو - یہ محض صرف نسخہ النجین میں شامل ہے -

مستندات

(ص ۶۹ تا ۷۵)

(۱)

چار ہندوں پر مشتمل یہ مسمم قائم کے چاروں نسخوں میں شامل ہے۔

- ۱۔ ب : جو کچھ ہے تو نے (کلکتہ) جو کچھ تو نے (رضا)۔
- ۲۔ ب : دارو و کوئی (الجمین ، لندن ، کلکتہ و رضا)۔

(۲)

سولہ ہندوں پر مشتمل یہ واسوخت قائم کے چاروں نسخوں میں شامل ہے۔ سات ہند (۱ تا ۳ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۶) انتخاب ہنگرامی میں ابھی موجود ہیں۔

- ۱۔ ۳ ، الف : آہ آس شمع کا (رضا و عباد) : ب : سب سے جو (رضا و عباد)۔
- ۲۔ ۱ ، ب : وطیرہ (الجمین) و تیرہ (کلکتہ ، رضا ، لندن)۔
- ۱۱۔ ۱ ، ب : جائے کیدھر ہی یہ ہر بھر کے (الجمین) "جائے کیدھر ہی یہ" بڑھا جائے۔ ۳ ، ب : جانے والے جو کوئی شخص ہیں یوں جاتے ہیں (رضا)۔
- ۱۲۔ ۲ ، ب : جو تو دیکھے کواڑ (الجمین)۔
- ۱۵۔ ۱ ، الف : لیک چاہے (لندن) ایک جا بھی ہے (رضا) اے کہ چاہے (کلکتہ و الجمین)۔
- ۱۶۔ ۳ ، ب : وہ سب آس کے (کلکتہ)۔

ترجیع ہند

(ص ۷۶ و ۷۷)

قائم کے چاروں نسخوں میں یہ ترجیع ہند شامل ہے۔ نسخہ لندن میں یہ حاشیے پر درج ہے۔

- ۱۔ ۴، ۵ : سو بھی تو (رضا) سو بھی یہ (انجمن) سو بھی کتنی
(لندن و کلکتہ) - ۵، الف : کم ہوں کہ صبح (رضا) -
۲۔ ۵، ۶ : یعنی میری کون سو (کلکتہ) یعنی میرے کوئی سو (لندن
و انجمن) یعنی میرے کوئی سو (رضا) -

قصائد

(ص ۸۷ تا ص ۱۳۷)

(۱) ذرا لغت حضرت سرور کائناتؐ

لسمخہ ہائے لندن، انجمن و کلکتہ : ۱۷ شعر؛ رضا : ۸۴ شعر
(۷۲ + ۱۲ شعر زائد مندرجہ بر حاشیہ)؛ کمال : ۷۰ شعر (تیسواں شعر
ندارد)؛ عباد : ۳۱ شعر -

۲، ۳ : آئے ہیں (انجمن، کلکتہ و کمال) - ۶، ۷ : ہے عشق
(لندن و کلکتہ) ہو عشق (رضا، انجمن، عباد و کمال) - ۱۱، الف : تو
ہیں (انجمن و کمال) - ۱۲، ۱۳ : قہر سے فعل میں آئے ہیں آپ سے جو
تمام (رضا، انجمن و کمال) ۱۵، الف : گوش دل کو میرے (کلکتہ) -
۲۰، الف : حل و عقدہ جہاں (لندن، رضا، کمال)؛ ۲۱، ۲۲ : تیرے ہے
(رضا) - ۲۳، الف : نہ ایک مار کو (کمال)؛ عدل میں تیرے (رضا)؛
۲۴، ۲۵ : خوف تمام (کمال) - ۲۶، الف : تیرے کہوں (رضا)؛ ۲۷، ۲۸ : یہ
آہاں (رضا و کمال) - ۲۹، ۳۰ : ہے ہفت پشت سے آخر یہ اس جگہ کا
غلام (رضا) - ۳۱، الف : تیری ہے بلو (کلکتہ) - ۳۲، ۳۳ :
حیات جہانیاں (انجمن) - ۳۴، ۳۵ : سائے میں تیرے (رضا) - ۳۶، ۳۷ :
الف : ہوئے ہے تاخیر (انجمن و کلکتہ) - ۳۸، الف : بشار
ظلم فرد (لندن، کلکتہ و کمال) - ۳۹، الف : کیا کروں بھریر (عباد) -
۴۰، الف : وسعت جود (لندن - کذا) - ۴۱، الف : منہ کا ترے
(انجمن) - ۴۲، الف : فلک نے کیا (انجمن و کمال) - ۴۳، الف : رکھے
تیرے مجھ کو پائے کسوف (انجمن) - ۴۴، ۴۵ : درد یا دشتام (انجمن و

(کمال) - ۶۶ ، الف : باد ہے تند (الہمن و کمال) ؛ ب : کام نہنگ (کمال)
۶۷ ، الف : تو بھی (کمال) - ۶۹ ، الف : کھولے ہیں (لندن ، رضا و کلکتہ) -

(۲) در سبقت جناب مرتضویؒ

نسخہ ہائے لندن ، الہمن و کلکتہ : ۵۱ شعر ؛ کمال : ۵۰ شعر
(آٹھواں شعر ندارد) ؛ رضا : ۴۶ شعر (شعر آٹھ و نو کا ایک ایک مصرع ،
اور شعر ۲۸ ، ۲۹ ، ۳۶ ، ۳۷ ندارد) ؛ عباد : ۹ شعر -

۲ ، الف : طبیعت سے (الہمن ، کلکتہ ، کمال) - ۳ ، ب : عاقبت
بے زار (کلکتہ ، لندن ، رضا ، کمال) عاقبت بے زار (الہمن) - ۲۲ ، ب :
نسخوں میں 'بد' محذوف ہے - ۳۳ ، الف : غلط کہا میں (عباد) - ۲۶ ،
الف : ہے جی پر (رضا) - ۳۵ ، ب : اتنی (الہمن و رضا) اتنی (کلکتہ)
ان نے (لندن و کمال) - ۳۸ ، الف : ذرہ (لندن و کلکتہ) زرہ (رضا ،
الہمن و کمال) ؛ ب : بے قتال ہو جب رخس پر تو اپنے سوار (رضا) - ۴۵ -
سحبان والی ، مشہور عرب سخنور کی طرف اشارہ ہے جس نے ۶۸۳ ع میں
وفات پائی - (الاعلام ، چاپ قاهرہ ، جلد سوم ص ۱۲۳) ۴۸ ، ب : وہی
ہو یا ر (کلکتہ) - ۵۰ ، الف : فصل بہار (کلکتہ و الہمن) -

(۳) در مدح نواب وزیر

نسخہ ہائے لندن ، الہمن و کلکتہ : ۵۹ شعر ؛ رضا : ۵۷ شعر
(شعر ۲۴ و ۵۵ ندارد) ؛ عباد : ۱۴ شعر -

اس قصیدے کے چوبیسویں شعر سے مدح کی شخصیت واضح ہو جاتی
ہے - نواب آصف الدولہ وزیر الممالک آصف جاہ یحییٰ خاں بہادر نیریز جنگ
متخلص بہ آصف ، اپنے والد نواب شجاع الدولہ کے انتقال (۲۴ ذیقعدہ
۱۱۸۸ مطابق ۲۶ جنوری ۱۷۷۵ ع) پر مسند نشین ہوئے - برسر اقتدار
آئے ہی فیض آباد کو چھوڑ کر لکھنؤ دارالحکومت بنا لیا تھا - شعرا کے
مری تھے اور خود بھی شعر و سخن کا ذوق رکھتے تھے ہیں وجہ ہے کہ
اس دور کے تذکروں میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس میں شاہ عالم آفتاب
یا آصف الدولہ آصف کا ذکر نہ ہو - غزلیات آردو اور فارسی رباعیات پر
مشتمل ان کے دیوان کا ایک نسخہ الذا آفس لائبریری ، لندن ، میں

وام پور ، مراد آباد وغیرہ ہوتے ہوئے لکھنؤ پہنچے^۱ جہاں نواب آصف الدولہ نے خاطر خواہ ہڈبرائی کی اور شہزادہ موصوف اپنے شاہان شان زندگی بسر کرنے لگے۔ اپنے والد کی طرح یہ بھی شاعر تھے ، سلیان تخلص تھا اور شعرا کے قدر دان تھے۔ مصحفی ، جرأت ، انشاء و رنگین جیسے شاعران کے در دولت سے وابستہ رہے۔ نصیرالدین حیدر کے پسر اقتدار آنے پر انہیں لکھنؤ کی سکونت ترک کرنا پڑی۔ آخری زمانہ آگرہ میں بسر ہوا جہاں ۲۹ ذی قعدہ ۱۲۵۳ مطابق ۲۴ فروری ۱۸۳۸ع کو ان کا انتقال ہوا۔ ایک دیوان اردو سے یادگار ہے۔

اس قصیدے کی تاریخ تصنیف کا تعین ضروری ہے۔

قصیدے (مراد ہے ہماری شاعری کی اس مخصوص صنف سے جس میں کسی کی مدح (جائے) کی تصنیف کے پس منظر میں جلب منفعت کا جذبہ ہمیشہ کار فرما رہا ہے۔ یہ منفعت خواہ روحانی ہو ، اخلاقی ہو یا مادی۔ ۱۲۰۳/۱۷۸۸ع تک شہزادہ سلیان شکوہ دہلی میں رہا۔ اگر ہم یہ

۱۔ شہزادہ موصوف مارچ ۱۷۸۹ع مطابق جمادی الآخر ۱۲۰۳ میں اودھ کی عملداری میں داخل ہو چکا تھا۔ English Records of Maratha History' etc., Volume I (1785 - 1794) Edited by J. N. Sarkar, Bombay 1936.

میں شہزادہ کا دہلی سے فرار اور لکھنؤ میں آمد سے متعلق چارلس ڈبلیو۔ میلٹ (D. W. Malet) برٹش ریزرڈنٹ متعینہ ہوتا ہے مگر ولیم ہامس (W. Palmer) برٹش ریزرڈنٹ متعینہ دوبار سندھیا ، اور ای۔ او۔ ایچ۔ آئیوس (E. O. H. Ives) برٹش ریزرڈنٹ متعینہ لکھنؤ ، کی خط و کتابت سے یہ متعین ہو جاتا ہے کہ شہزادہ سلیان شکوہ مارچ ۱۷۸۹ع میں اودھ کی عملداری میں داخل ہو کر (مکتوب ہامس ، بنام میلٹ ، مؤرخہ ۲۳ مارچ ، ص ۳۳۸) مئی ۱۷۸۹ع تک لکھنؤ پہنچ چکا تھا۔ (مکتوب ہامس بنام میلٹ ، مؤرخہ ۱۷ مئی ، ص ۳۴۳)۔ مکتوب مؤرخہ ۵ جولائی ۱۷۸۹ع (آئیوس ، بنام میلٹ ، ص ۳۴۶) سے یہ بھی واضح ہے کہ لا دم تحریر ، نواب وزیر اور برٹش ریزرڈنٹ دونوں کا رویہ شہزادے کے ساتھ قطعی سرد مہرا نہ تھا۔

تسلیم کر لیں کہ قائم بارہویں صدی ہجری کے اواخر تک دہلی جانے رہے، تو بھی اس قصیدے کی تصنیف کا کوئی قابل فہم جواز پیدا نہیں ہوتا۔ اس وقت دہلی میں مغل بادشاہ کی یا ولی عہد سلطنت یا امیر لاسرا تو ان کے قصیدے کا موضوع بن سکتے تھے لیکن 'بکے از شہزادگان' نہیں جس سے کسی قسم کی منفعت کی توقع لا حاصل تھی۔ اس کے برعکس شہزادہ موصوف کی لکھنوی زندگی شاہانہ شان و شوکت کی حامل رہی ہے۔

اپنے ضبط شدہ املاک وغیرہ وا گذاشت کروانے کی غرض سے قائم نے لکھنؤ کا سفر کیا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے الہیں اخلاق استعانت کی ضرورت ہوگی۔ میرا خیال ہے کہ اس قصیدے کی تصنیف میں یہی غرض شامل حال تھی جیسا کہ اس شعر سے واضح ہے :

بذیں ہے منزل مقصود کو پہنچتا ہوں
جو چند گام ہو عمت تری سرے ہم راہ

یہ طے ہو جانے کے بعد کہ یہ قصیدہ ۱۲۰۳ھ اور ۱۲۰۸ھ کے درمیان تصنیف ہوا، یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ دیوان قائم خیزونہ الذا آفس لائبریری کی کتابت ۱۲۰۳ھ کے بعد ۔۔۔ لیکن قائم کی حیات میں ۔۔۔ ہوئی۔ اگر یہ اس سے قبل ضبط تحریر میں آیا ہوتا تو زیر بحث قصیدہ اس میں شامل نہ ہوتا۔ بلوم ہارٹ کا یہ خیال کہ یہ نسخہ ۱۱۹۳ھ میں کتابت ہوا دراصل مثنوی 'حیرت افزا' کے اختتامیہ شعر پر ۔۔۔ جو دیوان کا آخری شعر بھی ہے ۔۔۔ مبنی ہے جو صرف لفظاً ہذا میں شامل ہے :

ہوا ہے یہ جس سن میں نامہ رقم
ہے بارہ سے ہجری میان سات کم

(جلد دوم، ص ۲۹۵)

اس شعر کے بارے میں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ لکھنے کے بعد اسے قلم زد کر دیا گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ لکھنے کے بعد ہی اس شعر سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کا احساس ہو گیا ہوتا اس لیے اس پر خط کھینچ دیا گیا۔ البتہ اسے (۱۱۹۳ھ) مثنوی حیرت افزا کا سال تصنیف قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس قصیدے کا ایک اور دلچسپ پہلو یہی ہے۔ شعر ۲۳، ۲۴، ۲۵ جن سے مدوح کی شخصیت کا پتا چلتا ہے نسخۃ النجم کے حاشیے پر بڑھائے گئے ہیں اور نسخہ رام پور (رضا) میں سرے سے نہیں ہیں۔ ان کی بجائے جو دو شعر درج ہیں ان میں مخاطب 'میر بخشی ہند' ہے جس کی مدح میں قائم کا ایک قصیدہ اور بھی ہے (جلد دوم، ص ۱۰۲ تا ص ۱۰۵)۔ عین ممکن ہے کہ یہ قصیدہ 'میر بخشی ہند' کی مدح میں لکھا گیا ہو جو کسی وجہ سے مدوح کی خدمت میں پیش نہ کیا جا سکا۔ بعد میں ضروری ترمیم کے بعد یہی قصیدہ شہزادہ سلیمان شکوہ سے منسوب کر دیا گیا۔ نیز یہ کہ نسخۃ رام پور (رضا) میں یہ قصیدہ اپنی ابتدائی شکل میں باقی رہا جو اس امر پر بھی دلالت ہے کہ یہ نسخہ (یا اس کا ماخذ) باقی دوسرے نسخوں سے قدیم تر ہے۔

۸، ب : باد کے ہم راہ (کلکتہ و انجم) - ۱۵، الف : نسخوں میں 'عرف و سخن' ہے۔ ۱۷، ب : اطلس دو ماہ (لندن، کلکتہ، رضا) - ۲۳، ب : کروں جنائے زمانہ سے التماس پناہ (انجم و کلکتہ) ۳۱، ب : آگے نہ گناہ (انجم) - ۳۸، ب : سیکھے ہے شیخی (کلکتہ) - ۴۲، الف : کو ڈیٹھے ہے جب (لندن، کلکتہ، رضا) کو ڈیٹھے جب (انجم) - ۴۵، ب : بولے ہے (انجم) - ۴۶، الف : نسخوں میں 'میں' محذوف ہے - ۴۷، ب : دیا ہے عقدہ دل منتظر (کلکتہ)۔

(۵) مدح میر بخشی ہندوستان

لندن، انجم، کلکتہ و رضا : ۲۲ شعر؛ عہد : ۱۰ شعر۔
مغلوں کے دور زوال میں تنظیمیہ میں وزارت کے بعد دوسرا اہم ترین منصب میر بخشی کا تھا جس کے ساتھ 'امیرالامرا' کا موثر خطاب بھی وابستہ تھا۔ قصیدہ : نمبر ۵ و نمبر ۶ سے قائم کے مدوح یا مدوحین کے مراتب کا پتا چل جاتا ہے لیکن مخاطب کی شخصیت متعین نہیں ہوتی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک خاص مدت میں اس منصب پر فائز ہونے والے اشخاص کی فہرست مراتب کی جائے جو ذیل میں درج کی

۱۔ ماخوذ از : مائثرالامرا (تین جلدیں)؛ قال آودی ملل ایمپار،

از سرکار (اشاعت ثانی، پہلی تین جلدیں)؛

'احوال نجیب الدولہ' مترجمہ شیخ عبدالرشید، علی گڑھ ۱۹۵۲ء -

جاتی ہے :

- ۱۔ صمصام الدولہ خان دوران خان ، متوفی ۱۷ فروری ۱۷۳۹ع ۔
 - ۲۔ نظام الملک آصف جاہ اول ، متوفی ۲۱ مئی ۱۷۳۸ع ؛
 - ۳۔ صلاحیت خان ذوالفقار جنگ (سادات خان ثانی) ۔ بار اول ؛
 - جون ۱۷۳۸ع تا جون ۱۷۵۱ع بار دوم ؛ ۱۷۵۳ع ؛
 - ۴۔ نظام الملک آصف جاہ ثانی ؛ جون ۱۷۵۱ع تا اکتوبر ۱۷۵۲ع ؛
 - ۵۔ عہد الملک غازی الدین (نظام الملک آصف جاہ ثالث) ۱۲ دسمبر ۱۷۵۲ع تا ۲ جون ۱۷۵۳ع ؛
 - ۶۔ صمصام الدولہ ثانی ؛ ۱۷۵۳ع تا ۱۷۵۷ع ؛
 - ۷۔ حبیب الدولہ نجیب خان ۔ بار اول ؛ ۳ اپریل ۱۷۵۷ع تا ستمبر ۱۷۵۷ع ؛ بار دوم ؛ اپریل ۱۷۶۱ع تا ۳۱ اکتوبر ۱۷۷۰ع ؛
 - ۸۔ احمد خان بنگش ؛ ستمبر ۱۷۵۷ع تا اپریل ۱۷۶۱ع ؛
 - ۹۔ شاہلہ خان ؛ دسمبر ۱۷۷۰ع تا مئی ۱۷۷۷ع ؛
 - ۱۰۔ نجف خان ؛ ۱۷ مئی ۱۷۷۷ع تا ۶ اپریل ۱۷۸۲ع ۔
- میر بخشوں کی اس فہرست میں جو تقریباً ساٹھ سال کے عرصے پر محیط ہے دو ہی شاعر نظر آتے ہیں ۔ ایک صمصام الدولہ خان دوران خان شہید ، متخلص بہ عاصم اور دوسرے عہد الملک غازی الدین متخلص بہ نظام ۔ عاصم کے انتقال کے وقت قائم لڑکے تھے اس لیے صرف نظام ہی رہ جاتے ہیں جو بہ وجوہ قائم کے مدوح ہو سکتے ہیں ۔

نواب عہد الملک غازی الدین ۱۲ دسمبر ۱۷۵۲ع سے ۲ جون ۱۷۵۳ع تک میر بخش رہے (یہ دونوں نصیبے اسی زمانے میں تصنیف ہوئے ہوں گے) اس کے بعد انہوں نے قلم دان وزارت سنبھال لیا اور کئی سال تک اقتدار اعلیٰ علاقہ ان کے قبضے میں رہا ۔ نظام کئی زبانیں جانتے تھے ۔ اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے ۔ علی قلی خان والدہ دہشتانی (جن کی صاحبزادی گنا یکم نواب کے حرم میں داخل تھیں) ، اور میر شمس الدین فقیر جیسے اعلیٰ ہائے ادیب و عالم ان کے در دولت سے وابستہ تھے ۔ سودا نے بھی ان کی مدح میں دو نصیبے کہے ہیں

(کلیات سودا، جلد اول ص ۲۶۹ تا ص ۲۷۶) اور سودا ہی کے ذریعے قائم کی رسائی نواب موصوف تک ہوئی ہوگی۔

کچھ عرصے پہلے تک راقم کا خیال تھا (ملاحظہ ہو Qa'im Chandpuri: His Life and Poetry، نسط اول، مطبوعہ اورینٹل کالج میگزین، شمارہ فروری ۱۹۶۵ء، ص ۱۶ تا ۱۸) کہ 'قصیدہ در مدح امیرالامرا' نواب عہدالملک کی مدح میں ہونا چاہیے۔ اس قیاس کی ایک وجہ یہ تھی کہ قصائد کے عنوانات کیونکہ مختلف ہیں اس لیے مخاطب بھی دو ہونے چاہئیں۔ قائم کے دو اور قصیدوں 'در مدح وزیر جنگ' (قصیدہ ۳ اور ۱۲) کے بارے میں بھی راقم کا گمان یہی تھا لیکن یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ 'وزیر جنگ' نواب آصف الدولہ ہی کا خطاب تھا (ملاحظہ ہوں حواشی متعلقہ قصیدہ در مدح نواب ہزیر جنگ) نیز یہ کہ ہر دو قصائد آصف الدولہ ہی سے متعلق ہیں، اس بارے میں چنداں شبہ نہیں رہا کہ 'میر بخشی' اور 'امیرامرا' کی مدح میں قصائد بھی ایک ہی شخص سے متعلق ہیں۔۔۔ اور یہ نواب عہدالملک (متوفی یکم ستمبر ۱۸۰۰ء بمقام کالی) ہیں اپنی علمیت، سخن شناسی اور سلطان پروزی میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔

۵۔ ب : ملائکہ (عہاد) - ۱۔ م، الف : یہ قطع کر کے (الجمین و عہاد) - ۲۔ ب : چھانوں تو (لندن، رضا و کلکتہ) - ۳۔ ب : نہ میں مفہوم (الجمین و کلکتہ) - ۴۔ الف : اس ہو جو کوئی (لندن و کلکتہ) : ب کہہ سکو تو (لندن و الجمین)۔

(۶) در مدح امیرالامرا

لندن، الجمین، کلکتہ و رضا : ۳۳ شعر؛ حسرت : ۲۳ شعر؛ عہاد : ۱۳ شعر۔

امیرالامراہ کی شخصیت سے متعلق پانچویں قصیدے کے حواشی میں بحث کی جا چکی ہے۔

۲۔ ب : جھوکا (لندن، الجمین، کلکتہ، رضا و عہاد) جھونکا (حسرت) - ۸۔ ب : لیروے فنا ہے (حسرت) - ۱۰۔ ب : غمزہ وہ لری

چشم کا (حسرت) - ۱۴ ، الف : کوچے میں جو میں آج (رضا و عباد) کوچے میں جو رات (انجمن و کلکتہ) ۱۵ ، الف : آتا ہے تو قائم (حسرت) ؛ ب : کہتا ہے میرے سر پہ جو کچھ ہو (حسرت) - ۲۵ ، الف : آس کے یہ ایلات (انجمن) - ۲۸ ، ب : لسخوں میں 'صرصری' ہے ۔

(۷) در مدح نواب نعمت اللہ خان نعمت

لندن انجمن ، رضا و کلکتہ : ۳۹ شعر ؛ عباد : ۷ شعر (۱ تا ۳ و ۵ تا ۸) ۔

نواب نعمت اللہ خان متخلص بہ نعمت ، نعمت اللہ خان اول (متوفی ۱۱۴۷ مطابق ۱۷۳۵ء) کے بیٹے اور عالم گیری عہد کے میر بخشی ، روح اللہ خان اول^۱ (متوفی ۱۱۱۰۳ مطابق ۱۶۹۱-۹۲ء) کے پوتے تھے ۔ نعمت اللہ خان ثانی ، چھ شاہی عہد کے آخری عشر میں تراول بیگ کے منصب پر فائز تھے ۔ ان کی تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی لیکن قائم کے کہے ہوئے ایک قطعہ تاریخ (جلد دوم ، ص ۴۲) کی شہادت پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ نعمت ۱۱۶۹ء تک بقید حیات تھے ۔ قائم کی ایک رباعی (۵۵) بھی ان کی مدح میں ہے ۔

(ملاحظہ ہو : مخزن نکات ، ص ۲۵ ؛ سراپا سخن ، ص ۲۷۵ ؛ سفینہ ہندی ، ص ۲۱۸ ؛ تذکرۃ الساج ، ص ۵۳ ؛ تاریخ ادبیات ہندوستانی از دتاسی ، جلد دوم ، ص ۷۷۱ ؛ سفر نامہ آئند رام متخلص ص ۶ ، ۳۲ و ۸۱ ؛ تاریخ چدی^۲ ، ص ۹۱ ؛ لکھنۃ الشعراء^۳ ، ص ۶۱۸ - ۶۱۹) ۔

۱۔ صبحام الفولہ (مائرا الامرا ، جلد دوم ، ص ۳۱۴ تا ۳۱۵) نے روح اللہ خان اول اور ان کے تین بیٹوں ، سیف اللہ خان ، خانہ زاد خان (روح اللہ خان ثانی) پیرام خان چھ بائرا ۔ لیز ، روح اللہ خان ثانی کے دو بیٹوں ، خلیل اللہ خان و اعتقاد خان (روح اللہ خان ثالث) کا ذکر تو کیا ہے لیکن نعمت اللہ خان اول و ثانی کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ۔

۲۔ ماخوذ از بیاض فائق رام پوری ۔

۳۔ ایضاً ۔

اس قصیدے سے یہ واضح ہے کہ قائم اور ان کے کسی معاصر کے مابین چہل قدمی ہو گئی تھی۔ بات بڑھتی دیکھ کر انہوں نے نواب نعمت اللہ خاں سے ثالثی کرنے کی درخواست کی۔ اس قصیدے کے ساتھ ساتھ اگر سودا کے ”ساقی نلمہ در ہجو میاں فوق“ (کلیات سودا، جلد اول ص ۳۹۵ تا ۴۰۰) کا مطالعہ بھی کیا جائے تو یہ بات بڑی حد تک صاف ہو جاتی ہے کہ یہ دونوں منظومات اسی مناقشے کی کڑیاں ہیں جس کی طرف قدرت اللہ قاسم نے قائم کے ترجمے میں اشارہ کیا ہے۔

۴ ، الف : کچھ اگرچہ گوش (انجمن و رضا) - ۸ ، ب : جن کو خیال (کلکتہ) - ۱۱ ، ب : کہ ایسے سفلہ کی (کلکتہ) - ۱۷ ، ب : جو بند کر کے (لندن، رضا و انجمن) جو ہم دگر کے (کلکتہ) - ۲۷ ، ب : یہ رنگ اجڑا (انجمن) - ۳۰ ، الف : جو ناتوانوں کو (لندن و کلکتہ) - ۳۲ ، الف : اگرچہ تھان پر (رضا) - ۳۴ ، ب : لی و ام (انجمن) - ۳۶ ، ب : نسخوں میں ”گویا ہے خیال“ ہے۔

(۸) در مدح مرزا ولیح السودا

لندن، انجمن، کلکتہ و رضا : ۳۸ شعر؛ عہاد : ۴۵ شعر -
۹ ، ب : میں نے (لندن و کلکتہ) - ۱۴ ، ب : ماتم زندہ کے (عہاد) -
۱۶ ، الف : سوالیہ علامت محذوف سمجھی جائے۔ ۱۹ ، ب : ہاتھ چڑھے ہیں (کلکتہ و عہاد) - ۲۲ ، الف : جائے دونو کو (انجمن) جان دونو کو (لندن، رضا، کلکتہ و عہاد) - ۲۶ ، الف : یہ مطلع (کلکتہ) - ۳۰ ، ب : زبان (انجمن) باقی نسخوں میں ”زماں“ ہے - ۳۳ ، ب : چھڑے (رضا و عہاد) - ۳۴ ، الف : نسخہ لندن و کلکتہ میں ”کا“ محذوف ہے - ۳۵ ، الف : نسخوں میں ”ہو“ محذوف ہے۔

(۹) در مدح نواب عنایت خاں

لندن، انجمن، کلکتہ و رضا : ۲۲ شعر؛ عہاد : ۳ شعر (۱) ، ۹ و ۱۰)۔

نواب عنایت خاں متخلص بہ عنایت، حافظ الملک حافظ رحمت خاں (متوفی ۲۳ اپریل ۱۷۷۳ء) کے خلف اکبر تھے۔ نواب فیض اللہ خاں

کی ایک بین ان سے منسوب نہیں۔ باقی ہت کی تیسری جنگ (۱۷۶۱ء) میں انہوں نے بھی داد شجاعت دی۔ ۱۷۷۲ء میں باپ سے کچھ بگاڑ ہو گیا تھا جس کے نتیجے میں عنایت اودھ چلے گئے اور کچھ عرصے تک نواب شجاع الدولہ کے سپاہی رہے۔ پھر نائب ہوئے اور بریلی واپس لوٹ آئے جہاں ۳۱ سال کی عمر میں ۱۷۷۳ء مطابق ۱۱۸۷ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (ساخات: 'گلستانِ رحمت' انگریزی ترجمہ از چارلس ایلٹ، لندن ۱۸۳۱ء: 'تاریخ اودھ' از نجم الغنی، جلد دوم، لکھنؤ ۱۹۱۹ء: 'حیات حافظ رحمت خان' از سید الطاف علی بریلوی، پدایوں ۱۹۳۳ء: 'طبقات الشعراء' ورق ۲۰۱ ب۔)۔

اس قصیدے سے ۔۔۔ نیز رباعی نمبر ۷۵ اور قطعہ نمبر ۵ سے ۔۔۔ یہ پتا چلتا ہے کہ قائم بریلی بھی گئے تھے۔

- ۵، ب: روشن ہو واں (رضا)۔ باقی نسخوں میں 'ہو' محذوف ہے۔
 ۱۱، ب: کہ جس کی یاد ہمیشہ تخیل سے ہے دور (رضا و الجمن)۔ ۱۳، الف: نسخوں میں 'کرے جب تو' ہے چنانچہ یہ اسی طرح پڑھا جائے گا۔
 ۱۵، ب: نہیں یہ حد بشر کا (رضا و الجمن)۔ ۱۶، ب: رہا ہے (رضا)۔

(۱۰) در مدح نواب محمد یار خان متخلص بہ امیر

نسخہ لندن، الجمن، کلکتہ و رضا: ۳۹ شعر؛ عباد: ۱۵ شعر۔
 امیر مہتائی قائم طراز ہیں۔ "امیر، صاحب زادہ محمد یار خان بہادر، خلف چار میں جناب مستطاب نواب علی محمد خان صاحب۔۔۔۔۔ یہ صاحب زادہ عالی شان اپنے برادر کلان یعنی نواب محمد عبداللہ خان۔۔۔۔۔ اور نواب محمد فیض اللہ خان صاحب بہادر عرشی اور نواب محمد سعد اللہ خان۔۔۔۔۔ کی تربیت و تعلیم میں سن کمیز کو پہنچے اور ٹائٹلے میں، کہ آلو لے سے قریب ہے، رہے۔ جب جناب نواب عرش منزل (فیض اللہ خان) سے نواب شجاع الدولہ بہادر نے فیصلہ کر کے اس دارالریاست (رام پور) کو ان کے تحت حکومت کیا تو حضرت عرش منزل بہ اصرار بلیغ صاحبزادہ موصوف کو ٹائٹلے سے اپنے ہمراہ اس ریاست میں لائے اور پچاس ہزار روپے سال ان کے معارف کے واسطے مقرر فرمائے۔ علم موسیقی کا شوق بہت تھا۔ انہیں مشاغل عیش و عشرت میں جی پھلاتے تھے۔ شعر بھی خوب

حرمانے تھے۔ ابتدا میں عہد قائم چاند پوری سے مشورہ کیا۔ اتنا میں شیخ غلام ہمدانی مصحفی مرحوم سے تلمذ ہوا۔^۱ فدوی لاہوری اور میر عہد نعیم اور پروانہ علی شاہ مراد آبادی اور میاں عشرت اور حکیم کبیر سنبھلی یہ سب سخن گو ملازم تھے۔ فلک تفرقہ پرداز کو اتنی جمیعت بھی پسند نہ آئی، کہ صاحب زادہ مجدوح نے مستحق اور مسلول ہو کر عشرہ ماہ ذی قعدہ کو گیارہ سو اٹھاسی ہجری (جنوری ۱۷۷۵ء) میں رحلت فرمائی۔^۲ (الغالب یادگار، حصہ دوم، ص ۳۱ - ۳۲)۔

تذکرہ ہائے شوق، میر حسن، عشق، مسرت افزا، گلزار ابراہیم، ہندی، ذکا، عشق و مبتلا میرٹھی، بے جگر وغیرہ سے خطاطانہ جاوید تک بیشتر تذکروں میں ان کا ترجمہ شامل ہے۔ مصحفی سے روایت ہے کہ عاقل خان مصور نے ان کے درباری شعرا کا ایک مرقع بھی تیار کیا تھا (ہندی، ص ۱۴)۔

۲، ب : نسخوں میں ”نمر“ ہے۔ ۲۴، الف : اس دیر میں (عہاد)۔
۳۱، الف : جنس کا (کلکتہ)۔

(۱۱) در مدح نواب عہد یار خان امیر

لندن، انجمن، کلکتہ و رضا : ۴۴ شعر؛ عہاد : ۶ شعر۔
ٹانڈا آنے کے بعد قائم کا یہ پہلا قصیدہ معلوم ہوتا ہے۔ قصیدۂ ماقبل قیام کے دوران میں تصنیف ہوا ہوگا۔

۶، الف : بزم تیری میں (انجمن و عہاد)۔ ۲۶، الف : کہتے جو جوں کو (لندن، رضا، کلکتہ) چو جوں کے (انجمن)۔ ۳۰، الف : آشنا ہے (رضا)۔ ۳۱، الف : رضا میں ”خسایش“ ہے باقی نسخوں میں ”حسایش“ ہے۔

۱۔ یہ بات محل نظر ہے کہ ”اتنا میں شیخ غلام ہمدانی مرحوم سے تلمذ ہوا“۔ مصحفی کا بیان ہے کہ ”کاغذ ہائے مسودہ اشعار نواب (امیر) راکھ برائے اصلاح پیش او (قائم) می آمد، از کم دماغی بہست مشورۂ غیر می داد“ (ہندی ص ۱۷۹) جس سے یہ معنی نہیں لیے جاسکتے کہ امیر کو مصحفی سے بھی تلمذ تھا۔ لیز یہ کہ قائم اور مصحفی دونوں ساتھ ٹانڈے میں رہے اور ساتھ ہی روانہ ہوئے اس لیے ”ابتدا“ اور ”اتنا“ کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(۱۲) در مدح نواب ہزیر جنگ

نسخہ لندن : ۶۶ شعر ؛ رضا : ۶۵ شعر (شعر ۲۵ ندارد) ؛ کلکتہ : ۶۴ شعر (۱۸ ، ۲۰ و ۲۶ کم اور حاشیے پر مندرجہ شعر زائد) ؛ انجمن ۶۷ شعر (حاشیے والا شعر زائد) ؛ عہاد : ۱۳ شعر ۔

کلیات سودا (نولکشور ۱۹۳۲ء) میں چار قصائد (جلد اول ، ص ۲۷۸ ، ۲۸۱ ، ۲۸۳ اور ۲۸۷) کے عنوان میں شجاع الدولہ کو 'ہزیر جنگ' اور پانچ قصائد (جلد اول ، ص ۲۸۹ ، ۲۹۲ ، ۲۹۳ ، ۲۹۵ اور ۲۹۷) میں آصف الدولہ کو 'رستم جنگ' سے خطاب کیا گیا ہے ۔ بعینہ ہی کیفیت انڈیا آفس لائبریری میں غزولہ کلیات سودا کے ایک نسخے (u. 63) کی ہے ۔ ان دو مثالوں کے علاوہ کسی اور ذرائع سے اس کی تصدیق نہ ہو سکی ۔

نواب علی ابراہیم (گلزار ابراہیم) ابوالحسن (مسرت الزا) عشقی ، ذکا ، علی لطف ، قاسم ، سرور ، عشق و مبتلا میرٹھی ، یعنی نوائی جہان ، غیراق لعل بے جگر اور حکیم نجم الغنی (تاریخ اودھ) نیز ، غلام علی خان (عہاد السعادت) نے آصف الدولہ کے لیے 'ہزیر جنگ' استعمال کیا ہے اور ان کے والد کو صرف شجاع الدولہ لکھا ہے یا جلال الدین حیدر کے اضافے کے ساتھ مخاطب کیا ہے ۔

شوق ، مصحفی ، کمال ، شیفتہ ، مجد فیض بخش (تاریخ لوح بخش) میر زائر (تاریخ اودھ) سری واستو (شجاع الدولہ) وغیرہ نے 'ہزیر جنگ' یا 'رستم جنگ' قسم کا کوئی خطاب دونوں میں سے کسی کے لیے استعمال نہیں کیا ہے ۔ یہی حال برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لائبریری کے باقی سات غلطولہ والے کلیات سودا کا ہے جن کی تفصیلی کیفیت 'سودا اور قائم کا کلام مشترک' کے تحت "مقدمہ" میں درج ہے ۔

معاصر تذکرہ نگاروں کی اکثریت نے 'ہزیر جنگ' خطاب کو نواب آصف الدولہ سے منسوب کیا ہے جس کے پیش نظر صحیح صورت حال کے بارے میں شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی ۔ اگر کلیات سودا کے بعض نسخوں میں اس خطاب کے بارے میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے تو لا محالہ مراتب یا کاتب کی 'جدت' یا تصاحیح کو اس کا سبب قرار دیا جائے گا ۔

نواب آصف الدولہ کی مدح میں قائم کا ایک اور قصیدہ بھی ہے جس کے تحت حواشی میں ان کے حالات درج ہیں۔

- ۱۶، ب : کرتا ہے کس کمینے کی باتوں پہ تو خیال (الہمن) -
 ۱۷ : کیا چرخ سفلہ جس کے گلا کا کرے تو قصد - کب دل پہ کوہ کے
 ہو برکہ سے ملال (کلکتہ) - ۱۹، ب : پاتا ہے اب مزاج میں اپنے جو
 اعتلال (کلکتہ و الہمن) - ۲۲ : اس شعر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لکھنؤ
 میں وارد ہونے کے بعد قائم کا یہ پہلا قصیدہ ہے - ۲۶، الف : سمجھا ترے
 میں لکھ کے عتاب (کذا) و احاد اسم (رضا) - ۲۹، الف : کیسوں سے
 (رضا) - ۳۳، الف : غنجر ترے کی (الہمن) چمدن ترے کی (کلکتہ) -
 ۳۸، ب : کوئی جو (لندن، الہمن، کلکتہ) کوئی جون (رضا) - ۴۰،
 ب : ادھ بیچ (الہمن) ۴۱، ب : سمبال (لندن، کلکتہ، رضا) - ۴۹، ب :
 بانویں (لندن و کلکتہ) ۶۱، ب : ہی میں (الہمن و عباد) -

(۱۳) در مدح نواب نصر اللہ خان سلطان

لندن، الہمن و کلکتہ : ۷۴ شعر؛ رضا : ابتدائی ۲۹ شعر - بارہواں
 شعر، سولہواں شعر کے بعد درج ہے۔

نواب محمد نصر اللہ خان متخلص بہ سلطان ("سخن شعرا" میں ان کا
 تخلص نواب درج ہے جو صحیح نہیں ہے)۔ نواب محمد عبداللہ خان کے
 بیٹے، نواب فیض اللہ خان کے بھتیجے اور نواب محمد یار خان امیر کے داماد
 تھے۔ دو جوڑا کی لڑائی (۱۷۹۳ع) کے بعد انہیں خورد سال قواب
 احمد علی خان کا ولی (ریجنٹ) مقرر کیا گیا اور سولہ سال تک ریاست
 رام پور کے سیاہ و سفید کے مالک رہے۔ "چونسٹھ (۶۴) برس کی عمر
 ہائی، سوال کی چھیسویں (۲۶) تاریخ شنبہ کے دن بارہ سو پچیس (۱۷۲۵ء)
 میں رحلت فرمائی" (ال انتخاب یادگار، حصہ دوم، ص ۱۷۳)۔

سلطان کے کردار سے متعلق کریم الدین اور قیلان (طبقات الشعراء
 ہند، ص ۴۴۱) بعض چبھتے ہوئے فقرے بھی لکھ گئے ہیں جب کہ
 رام پور اسٹینٹ گزیٹیئر (ص ۱۰۰) انتخاب یادگار (ص ۱۷۳) اور عیار الشعراء
 (ورق ۱۸۷ ب) وغیرہ میں ان کی فیاضی، قدر شناسی اور شجاعت کا اعتراف
 کیا گیا ہے۔

۱۲، ب : کاتب کے بیان (الہمن) - ۱۲، الف : کیا ہلا (رضا) :
 ب : مال کیا (رضا) - ۱۷، الف : کیا کہنوں میں سخیج اجلال (رضا) :
 ب : جس کے ہریک (رضا) - ۲۰، الف : کیا کہنوں میں روز ہیجا اس
 کی دشمن پر لیک (الہمن و عباد) - ۲۲، الف : کوئی جلدی کا (رضا) -
 ۲۵، ب : کسی جگہ سے اب کہاں (رضا) - ۳۲ - باپ سے نواب
 عبداللہ خان متخلص بہ عاصی اور دادا سے نواب علی محمد خان، مراد ہے -
 ۳۴ - رام پور میں قائم کی آمد ۱۹۳۷ء کے لگ بھگ ہوئی لہذا یہ قصیدہ
 بھی اسی زمانے میں تصنیف ہوا ہوگا - ۳۶، ب : لائق کہاں (عباد) - ۳۸،
 الف : کا بھی میری (الہمن و عباد) -

حکایات

(ص ۱۳۸ تا ص ۱۵۲)

(۱)

لندن و رضا : ۲۲ شعر ؛ الہمن : ۲۳ شعر (حاشیے پر مندرجہ
 دو شعر زائد ہیں) ؛ کلکتہ : ۲۳ شعر (پندرہواں شعر کم اور حاشیے پر
 مندرجہ دو شعر زائد) ؛ عباد : ۲۱ شعر (بارہواں شعر ندارد) -

کلیات سودا (نول کشور) میں بھی یہ حکایت شامل ہے جہاں اشعار
 کی تعداد ۲۳ ہے - بارہواں شعر کم ہے ؛ چودھویں شعر کے بعد یہ شعر
 زائد ہے :

نہ گذرا تھا اس بات کو ایک دم
 جو زائل ہوا نفع درد شکم

اور شعر ۱۹ و ۲۰ کی بجائے یہ تین شعر درج ہیں :

یہ دلیا جہاں جاے یک چند ہے
 عبت دل ترا اس جگہ بند ہے
 ہے در بیش اک عملہ تیرہ کو سفر
 رکھ احوال لک وان کا مد نظر
 کہ یاں تو جو کچھ بیش آجائے کی
 پھر حال دو دن میں کٹ جائے کی

م ، الف : اطہا کی (سودا) ؛ ب : پرہیز سے (لندن) ہر چیز سے
 (الجمین ، کلکتہ ، رضا ، عباد اور سودا) ۶ ، الف : جو شہ نے (سودا) ؛ ب :
 ان نے اصلاح (الجمین) - ۸ ، الف : گئے میل کے سب (سودا) - ۱۰ ، ب :
 یہ کچھ کر کے دل بیچ اپنے خیال (سودا) - ۱۱ ، ب : یہ سلطنت (لندن) -
 ۱۲ ، ب : ان کے (سودا) - ۱۵ ، الف : رودوں کے بیچ (سودا) ؛ ب :
 سدوں کے بیچ (سودا) - ۱۶ ، الف : بد حال تب شہ نے ہائی شفا (سودا) ؛
 ب : کہا کرے وعدے کو (سودا) - ۲۱ ، ب : جائے گاہ (لندن و کلکتہ)،
 خواب گاہ (الجمین ، رضا ، عباد ، سودا) - ۲۲ ، الف : مساتم ہوا جب
 کہ (سودا) -

(۲)

سولہ شعر کی یہ حکایت صرف نسخہ رام پور (رضا) میں شامل ہے
 اور غلطی سے کلیات سودا میں بھی درج ہو گئی ہے - اشعار کی تعداد میں
 کوئی فرق نہیں ہے -

۳ ، الف : کہا اس کو (سودا) - ۴ ، الف : کوئی دن تو (سودا) ؛
 ب : معین ہو یک جا ہم بود و باش (سودا) - ۵ ، الف : بے اصول
 (سودا) - ۸ ، الف : کہیں پھر کار (سودا) - ۹ ، ب : سب کو وہ سائل
 (سودا) -

۱۰ - اس عقدے کو کیجے گا ہم پر بھی صاف

کہ وضع جہاں سے ہے یہ برعلاف (سودا) -

۱۱ ، الف : کہا چیز کیا (سودا) ۱۳ ، الف : غرض کون سا

ہے مرا اختراع (سودا) ؛ کسی کی ہے (سودا) -

۱۶ - جو رکھتا ہے کچھ دل میں اپنے ہوس

تو اس رمز سے اک اشارت ہے بس (سودا) -

(۳)

الجمین و رضا : ۵ شعر ؛ عباد : ۱۳ شعر (۶ اور ۱۴ ندارد) - لندن
 اور کلکتہ میں یہ حکایت شامل نہیں ہے -

۵ ، ب : حال ہے (الجمین و عباد) جال ہے (رضا) اصلاح قیاسی کی

گئی ہے - ۸ ، ب : کبھی (الجمین) -

(۴)

انجمن و رضا : ۱۲ شعر ؛ عباد : ۱۱ شعر (چوٹا ندارد) - لندن و کلکتہ میں یہ حکایت شامل نہیں ہے - کلیت سودا میں یہ حکایت بھی درج ہو گئی ہے - اشعار کی تعداد ۱۲ ہے -
 ۶ ، الف : تو جا اور لیا (سودا) ؛ ب : اس طرح سے بنا (سودا) -
 ۸ ، ب : کیہو ————— نہ لائے (سودا) - ۱۲ ، الف : کہ جب (سودا) -
 دل پہ خطرہ کو (انجمن) ؛ ب : تو پھر ہیج ہے (سودا) -

(۵)

انجمن و رضا : ۱۵ شعر ؛ عباد : ۹ شعر (۳ اور ۱۱ تا ۱۵ ندارد) - لندن اور کلکتہ میں یہ بھی نہیں ہے -

(۶)

انجمن و رضا : ۱۷ شعر ؛ عباد : ۱۵ شعر (دوسرا اور چوتھا شعر ندارد) - یہ حکایت لندن و کلکتہ میں شامل نہیں ہے -
 ۱ ، ب : مصرف تمام (انجمن و رضا) - ۴ ، الف : ’بہر حال‘ غلط چھپ گیا ہے - نسخوں میں ’ہر احوال‘ ہے اور اسی طرح پڑھا جائے گا -
 ۸ ، الف : ہے انسان کو لازم ہو جب عز و جاہ (عباد) - ۱۳ ، الف : لسطوں میں ’’ہیج وو‘‘ ہے - ۱۶ ، الف : ہر آس کی (انجمن) -

(۷)

انجمن و رضا : ۱۳ شعر ؛ عباد : ۱۲ شعر (دسواں شعر ندارد) - لندن اور کلکتہ میں یہ حکایت بھی شامل نہیں ہے -
 ۵ ، الف : دونو ہیں ایک (انجمن و رضا) - ۷ ، ب : نہ رائے وطن (عباد ، انجمن و رضا) - ۱۰ ، الف : پریشان ہو دو گوش (انجمن) -

(۸)

انجمن و رضا : ۹ شعر ؛ عباد : ۸ شعر (آٹھواں شعر ندارد) - لندن و کلکتہ میں شامل نہیں ہے -
 ۸ ، ب : کہ سیری نہیں اس میں ہے بیشتر (انجمن - کذا) -

(۹)

تیسرے شعر کی یہ حکایت صرف انجمن اور رضا میں شامل ہے۔

۳، ب : بھانے کا پھر میں نے (انجمن - کذا) - ۸، ب : کہ اتنے میں
 یک شخص وارد ہوا (انجمن) - ۹، الف : وہیں کر کے آخر کو قطع کلام
 (انجمن) - ۱۱، ب : جھوٹے (انجمن و رضا) -

(۱۰)

رضا : ۸ شعر ؛ انجمن : ۵ شعر - لندن و کلکتہ میں یہ حکایت شامل
 نہیں ہے۔ 'طبقات سخن' مؤلفہ عشق و مبتلا میرٹھی میں بھی یہ حکایت
 درج ہے۔ 'سے جگر' کا ماخذ بھی یہی تذکرہ ہے۔

۱، الف : سیاہی منٹا اک مرے یار تھے (مبتلا) یک مرد ہشیار
 تھا (انجمن) ؛ ب : لیٹ لاک چوٹدی (انجمن و رضا) بیت لاک چوٹی
 (مبتلا) - ۲، الف : گئے ایک مجلس میں وہ ایک روز (مبتلا) ؛ ب : آن سے
 (مبتلا) - ۳، الف : وہ انکی سے ملنے لگے (مبتلا) ؛ ب : کہ شاید صدا کا
 کریں احتال (مبتلا) - ۴، الف : ارباب مجلس سے (مبتلا) ؛ ب : یہ بولا
 ہی (مبتلا) - ۵، الف : صدا تو صدا سے (مبتلا) -

(۱۱)

چار شعر کی یہ حکایت بھی صرف انجمن اور رضا میں شامل ہے۔

مختصر مثنویات

(ص ۱۵۳ تا ص ۲۱۷)

(۱) در ہجو کاذب : ۵۶ شعر -

لندن و کلکتہ : ۵۶ شعر ؛ انجمن : ۵۵ شعر (۲۷ ندارد) ؛ عہاد :
 ۲۱ شعر - رضا میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے۔ ہندوہویں شعر سے یہ بات
 واضح ہے کہ یہ مثنوی دہلی میں لکھی گئی -
 ۱۲، ب : "اب کہے جس کو اس کو گزریں سال" پڑھا جائے -
 ۴، ب : نسخوں میں "ما" ہے - ۸، ب : خول کا (عہاد) -

(۲) در ہجو طفل ہتک باز : ۵۵ شعر -

لندن ، رضا و انجمن : ۵۵ شعر ؛ کلکتہ : ۵۵ شعر (بارہوان شعر ندارد) ؛ کمال : ۵۱ شعر (۶ ، ۷ ، ۸ ، ۹ اور ۵۵ ندارد) - یہ مثنوی بھی غلطی سے کلیات سودا کے بعض نسخوں میں شامل ہو گئی ہے -

۱ ، ب : دور (لندن ، انجمن ، کلکتہ و کمال) دوڑ (رضا) - ۱۰ ، ب : باؤ (انجمن و کمال) ؛ کرے یہ (انجمن ، کلکتہ و رضا) - ۱۲ ، الف : اپنی سبیل (انجمن و کمال) - ۲۳ ، الف : ”الافحیے کا“ ہے نسخوں میں - ۲۶ ، الف : جھمپا (کلکتہ ، رضا و کمال) - ۲۷ ، الف : سنیو لیا (انجمن و کمال) - ۲۸ ، الف : کرے ہنچھی سے (لندن و کلکتہ) - ۳۱ ، الف : سوئے گر کچھ (انجمن ، کلکتہ و کمال) ۳۲ ، ب : کندے چوڑ (لندن و کلکتہ) - ۳۳ ، ب : ممکن ہے یہ ”جون لنگر“ ہو - رضا میں ”یولنگر“ ہے - ۳۵ ، ب : ہنکھ آئے ہیں ہاتھ (کمال) -

(۳) در مذمت گوزی : ۳۳ شعر -

لندن ، انجمن و کلکتہ : ۳۳ شعر ؛ کمال : ۳۳ شعر (۷۷ ندارد) ؛ رضا : ۳۲ شعر (۲۹ اور ۷۷ ندارد - انجمن میں بھی یہ دو شعر حاشیے پر ہیں) ؛ عباد : ۱۹ شعر -

۳ ، ب : تا کریں اسے موجود (رضا و عباد) - ۵ ، الف : سورجہ (لندن) - ۶ ، الف (متعلقہ حاشیہ) ”برق اور باد“ - الخ - پڑھا جائے - کمال میں ”برق اور باد جس کو دیکھے تو یوں“ ہے ؛ ۸ ، ب : شکر خدا (انجمن) - ۹ - نسخوں میں ”بڈے لالا“ اور ”بڈائی“ ہے - ۱۰ ، الف : وہ کھاتے ہیں (انجمن و عباد) - ۱۲ ، الف : ہائے (انجمن ، کلکتہ ، کمال) - ۱۳ ، ب : نسخوں میں ”ڈھ گئیے“ ہے -

۲۱ - یادے ہے جی جگہ بہ یہ لاپاک

یک وجہ وان کی جائے ہے آؤ خاک (کمال) -

۲۹ ، ب : یہ دیں ہیں (انجمن و رضا) - ۳۳ ، الف : آبادہ (لندن و کلکتہ) - ۳۹ ، الف : چھٹکارا (انجمن و کمال) - ۴۱ - حاشیے پر مترجہ شعر کمال میں بھی ہے - ۴۲ ، ب : گوز ہے (عباد) - ۴۳ ، ب : انجمن میں ”باقی بندھوں“ ہے - ۴۴ ، ب : باؤ کا مضمون (کمال) -

(۴) در ہجو حجام : ۵۳ شعر -

لندن ، کلکتہ و رضا : ۵۳ شعر ؛ انجمن : ۵۵ شعر (حاشیے پر مندرجہ دو شعر ”میں کسی سے“ - الخ - اور ”مے حجاست کا آج“ - الخ - زائد ہیں جو نسخے کے حاشیے پر درج ہیں) ؛ عباد : ۲۰ شعر -

۱ ، ب : نسخوں میں ”گندہ دھان“ ہے - ۶ ، الف : نجس و لاپاک (رضا) - ۸ ، ب : آنت (رضا و انجمن) - ۹ ، ب : وہ عالم کدو (کلکتہ) - ۱۰ ، الف : قیچی (لندن ، انجمن و کلکتہ) ؛ ب : بھڈ (لندن ، رضا و کلکتہ) - ۱۵ - حاشیہ - رضا اور انجمن میں در اصل ”ساتھ کون سے“ ہے ؛ عباد میں ”ساتھیوں سے“ ہے - ۱۸ ، ب : نسخوں میں ”ہنکھندی میں“ ہے لیکن یہ ”بن کھنڈی“ ہے جو هندوستان کے ایک جنگل کا نام ہے (پلیس ، ص ۱۶۷) - ۲۳ ، ب : نسخہ لندن میں ”نکل آلیں تھی“ ہے - ۲۵ ، الف : میں جو دیکھا ، نہیں کچھ اب چار“ بڑھا جائے - ۲۷ ، الف : ”آستانہ جی“ بڑھا جائے - ۲۹ ، ب : انجمن کے متن میں ”کام سے اپنے کام“ - الخ - ہے لیکن حاشیے پر ”رعم آتا نہ تھا“ - الخ - بھی لکھا ہوا ہے - ۳۳ ، الف : اب ہے دلواری (انجمن) - ۳۸ ، الف : ”نہرنا“ مذکور بھی بولا جاتا ہے اور موٹ (نہری) بھی - مغربی یورپی کے جس ضلع (بلند شہر) سے رائم کا تعلق ہے وہاں مذکور ہی بولا جاتا ہے - ۵۳ - اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ مثنوی روغیل کھنڈ کی کسی ”مثل“ میں لکھی گئی -

(۵) در ہجو خارش : ۳۶ شعر -

لندن : ۳۶ شعر ؛ انجمن و کلکتہ : ۳۶ شعر (۲۵ کم اور حاشیے پر مندرجہ شعر زائد) ؛ رضا : ۳۳ شعر (۴ اور ۳۳ ندارد) ؛ کمال : ۳۵ شعر (۲۵ ندارد) - انجمن میں چار شعر (۴ ، ۲۰ ، ۲۲ اور ۳۳) حاشیے پر درج ہیں - نیز ابتدائی چھ اشعار اور شعر ۱۹ تا ۲۳ کی ترتیب میں فرق ہے -

۵ ، ب : سر بانو سے (لندن ، کلکتہ و رضا) - ۶ ، ب : آم (انجمن و کمال) - ۸ ، الف : جہاں ہوں (کمال) - ۱۱ ، ب : ”مثال چٹھڑیا پیر“ بڑھا جائے - ”چٹھڑیا“ کے گرد قوسین کا استعمال غیر ضروری ہے - ۱۳ ، الف : بھنسیوں کی (انجمن ، رضا و کمال) - ۱۵ ، الف : پر کیا کرے (انجمن ، رضا و کمال) ؛ ب : جو آڑے (انجمن ، رضا و کمال) - ۱۷ ، الف : ہے (رضا

و کمال) ۳۴ ، الف : ”بھنپی چھوٹے ہے“ (چھٹے ہے) بڑھا جائے۔ ۳۱۔
 حاشیہ ، مصرع ثانی : ستم کی دے داد (کلکتہ و کمال)۔ ۳۳ ، الف : دوا
 ہی کی (انجمن) ۳۴ ، ب : گھوڑہ میں (لندن) گھوڑہ میں (کلکتہ) گھوڑہ میں
 (کمال)۔ ۳۶ ، ب : تو بھی ہے (کلکتہ)۔

(۶) در ہجو کیچڑ بسولی : ۳۵ شعر۔

لندن ، انجمن و رضا : ۵۳ شعر ؛ کلکتہ : ۴۴ شعر (نواں
 شعر ندارد)۔

تصنیف بسولی ، ہداؤں سے جانب شمال مغرب واقع ہے۔ حافظ
 رحمت خاں کے زندگی بھر کے رفیق اور نواب نجیب الدولہ کے خسر ،
 نواب دوندے خاں (عزت الدولہ ، دلاور الملک ، دوندے خاں ، ہرام جنگ)
 نے اس گاؤں کو اپنا سرگز بنا کر رونق بخشی اور یہیں پر ۲ محرم ۱۱۸۵ھ
 (مطابق ۱۷ اپریل ۱۷۷۱ء) کو ان کا انتقال ہوا (اخبارالصنادید ، جلد اول
 ص ۳۹) گبان غالب یہ ہے کہ یہ مثنوی ۱۷۷۱ء کے لگ بھگ
 تصنیف ہوئی۔

۱ ، الف : یں ذکر (رضا)۔ ۸ ، الف و ب : لندن ، رضا و کلکتہ
 اور عہاد میں ”ہاتو“ ہے۔ ۱۱ ، الف : ازدحام (لندن ، کلکتہ و رضا) ازدحام
 (عہاد) ازدحام (انجمن)۔ ۱۴ ، ب : بیچ کر (انجمن)۔ ۱۵ ، ب : الفہ
 پڑے ہیں (عہاد)۔ ۲۰ ، ب : غطوطات میں تحت سرا“ ہے۔ ۲۱ ، ب :
 پیل (انجمن)۔ ۲۵ ، رضا میں یہ شعر مکرر درج ہے۔ ۲۷ ، الف : جائیں
 ہیں (رضا)۔ ۲۹ ، الف : لندن ، کلکتہ ، رضا اور عہاد میں ”چھیٹوں“
 ہے اور یہیں دوست ہے۔ ۳۱ ، ب : پڑی ہوں (لندن ، کلکتہ و رضا)۔

سہاراج اور ولکین : تذکروں میں اس بارے میں قدرے اختلاف
 پایا جاتا ہے کہ ہلاس رائے کا تخلص سہاراج تھا یا ہلاس رائے کا اور
 اسی طرح ، ولکین ان دونوں میں کسی کا تخلص تھا ؟ ذکا لکھتے ہیں :

”راجہ ہولاس رائے سہاراج ، قوم کاپتھ ، از عمدہ معاشان بریلی ،
 دیوان حافظ الملک حافظ رحمت خاں بہادر۔ بسیار اہل دول و صاحب
 اقتدار و معزز و مکرم بود و از بس کہ جوہر قابلیت داشت بہ تواضع و
 مدارات اہل استعداد و خدمت فضلا و حکمائے آن دیار و اطراف قرار
 واقعی میں پرداخت وہ حسن سلوک و مروت و اہلیت بہ ہر کسی و

ناکس می ساخت - دیوان ہندی از طبع زاد او یادگار است“ (عیارالشعرا ، ورق ۳۷۸ ب) -

سہاراج کے بارے میں سرور (“ہلاس رائے”) قاسم (“ہلاس رائے”) یا (“ہلاس رائے”) نسخ (“ہلاس رائے”) اور دائسی (ہلاس رائے) بھی متفق ہیں کہ یہ بریلی کا باشندہ اور حافظ رحمت خاں کا دیوان تھا -
رنگین کے بارے میں وہی تذکرہ نگار (ذکا) رقم طراز ہے :

”کنور ہلاس رائے ، رنگین تخلص ، از افریایان واجہ کلپتہ مل ، قوم کلپتہ ، ساکن مراد آباد“ (عیارالشعرا ، ورق ۱۸۰ الف) -

عشق (ص ۳۷۱) اور سپر حسن (طبع ثانی ، ص ۳۷) نے “لالہ ہلاس رائے رنگین ، خلف واجہ مان رائے” کا ذکر کیا ہے -
ان ہائے قدرت کے بعد قدرت اللہ شوق کا تیسرہ ملاحظہ ہو :

”راجا ہلاس رائے ، پسر دیوان مان رائے ، سہاراجہ تخلص - شخصے است صاحب اقتدار عالی ہمت ، از شاگردان حسن علی شوق مسطور است - طبع موزوں و مناسب دارد - از چند روز مشق سخن می کند - چند بیت او بہ سمع رسیدہ“ (طبقاتالشعرا ، ورق ۲۷۱ ب) -

”لالہ ہلاس رائے (رنگین) برادر خورد سہاراجہ موصوف ، ساکن چکلاہ بریلی - جوان خوب صورت ، خوش سیرت ، صاحب اقتدار - امّا بہ موجب این مثل ”آونھی دکان پھیکا پھیکا“ بسیار بے لطفی و نا قدردان - دیوان ریختہ ترکیب دادہ فاسا اشعارش خالی از لطف معانی و شاعری است“ (طبقاتالشعرا ، ورق ۲۷۳ الف) شوق کے بیان کی رو سے ان دونوں بھائیوں میں سے بڑے ، یعنی ہلاس رائے کا تخلص سہاراجہ (سہاراج) قرار پاتا ہے اور چھوٹے کا ہلاس رائے رنگین - ان دونوں سے متعلق شوق کا بیان ذاتی معلومات پر مبنی ہے اس لیے زیادہ قرین قیاس ہے -

یہ مشہور تو پھر حال بسوں ہی میں لکھی گئی جہاں لالہ ہلاس رائے بھی مقیم تھے لیکن بعض تذکرہ نگاروں نے کیوں کہ یہ لکھا ہے کہ سہاراج ، حافظ رحمت خاں کے دیوان بھی رہے تھے اس لیے گمان غالب یہ ہے کہ ان سے متعلق قائم کا کہنا ہوا ہجریہ قطعہ ۱ (۵) بریلی میں لکھا

۱۔ تذکرۂ کمال میں اس کا عنوان ”قطعہ در شان سہاراج نکیت رائے“ درج ہے جسے سہو کاتب سے ہی تعبیر کیا جا سکتا ہے ، کیوں کہ سہاراجہ نکیت رائے نو قائم کے وہی محسن ہیں جن کی عنایت سے ان کی ضبط شدہ املاک و گنجائش ہوئیں -

کیا ہوگا۔

واضح رہے کہ یہ بلاس رائے بن دیوان مان رائے وہی شخص ہے جس نے حافظ رحمت خاں کی شہادت (۲۳ اپریل ۱۷۷۷ء) کے بعد شجاع الدولہ سے دو کروڑ روپے میں روہیل کھنڈ کی ضبطی کا اجارہ لیا اور فوج افواج کی لوٹ کھسوٹ سے جو کچھ بچ گیا تھا مفتوحین کو اس سے بھی محروم کرنے میں کوئی دقت نہ فروگزاشت نہ کیا (اخبارالصداقہ، جلد اول، ص ۵۲۳)۔

(۷) درہجو شدت سرما : ۵۸ شعر۔

لندن، انجمن و کلکتہ : ۵۸ شعر : رضا : ۵۷ شعر (۳۱ ندارد۔ انجمن میں بھی یہ شعر حاشیے پر ہے) : کمال : ۵۹ شعر (شعر ۱۲ سے متعلق حاشیے والا شعر زائد)۔ تذکرہ ہائے شوق، علی ابراہیم، علی لطف اور میر حسن میں بھی قائم کے ترجمے میں اس مثنوی کی تلخیص شامل ہے۔ یہ مثنوی کلیات سودا میں بھی شامل ہو گئی ہے۔ جہاں اشعار کی تعداد ۵۵ ہے (شعر ۳۹، ۴۱، ۴۴ اور ۵۱ ندارد)۔

۲، الف : قبا ہے ہمیشہ (گلزار و گلشن)۔ ۳، ب : قائم کے نسخوں میں ”زحریر“ ہے۔ ۴، الف : نہیں یہ سپر (حسن) : ب : لیے ہے سپر (حسن)۔ ۵، الف : کپڑے کو دیکھ کہتے تھے سب پار (گلشن) : ب : ٹھنڈ سے ہے فلک کے جی میں غبار (گلشن و گلزار)۔ ۶، الف : ہر جو دیکھا ہے غور کر میں آب (گلزار و گلشن) : ب : منہ سے نکلتے ہے (رضا)۔ ۱۴، ب : گٹھری ہو جائے (سودا)۔ ۱۷، ب : بلبلیں مر رہیں (سودا)۔ ۱۹، الف : باؤ سے (انجمن و کلکتہ) پاؤں سے (رضا)۔ ۲۱، الف : کوہ و جبال (سودا)۔ ۲۴، ب : قائم کے نسخوں میں ”لوکو“ ہے۔ ”تو کوہا کپڑے سے ہے“ (سودا)۔ ۲۵، ب : لٹی رہتی ہے (لندن) لٹی رہتی ہیں (کلکتہ) بیٹھی رہتی ہے (رضا) لٹی رہتی ہے (انجمن، کمال و سودا)۔ ۲۹، ب : کالے کتیل (انجمن، کمال، سودا، گلزار و گلشن)۔ ۳۱، حاشیہ۔ ”گلشن ہند اور گلزار“ پڑھا جائے۔ ۳۳، الف : کیا کروں اس کی بارو میں تقریر (سودا)۔ ۳۸، ب : رضا اور سودا کے علاوہ باقی نسخوں میں ”آغوش میں ہے“ ہے۔ ۳۹، الف : ہوئے خیال (رضا)۔ ۴۰، الف : کمال میں بھی ”منعموں کے گیسروں میں“۔ الخ۔ ہے

۴۱ : ب : اس میں (الہین و کبال) - ۴۲ : ب : کبال میں بھی ”ٹھنڈے سے بھٹتے ہیں جہم سودم“ ہے - ۴۳ : ب : رکھے سے ریشہ سے ہر اک خرطوم (الہین و کبال) - ۵۵ : رضا کے علاوہ باقی نسخوں میں ”جھینکے ہیں“ اور ”جھینکے ہیں“ ہے - ۴۹ : ب : کاروبار اس کا (الہین و کبال) - ۵۱ : الف : صرف ہیزم کیا میں سرتا یا (الہین و کبال) - میں سرمایا (رضا) : ب : گرم ہو پر تنور کا خایا (الہین ، رضا و کبال) - لندن و کلکتہ میں ”گرم ہو سے تنور کا پد ف - - -“ ہے ، چنانچہ یہ مصرع اسی طرح پڑھا جائے گا - اس سے متعلق حاشیہ منسوخ سمجھا جائے - ۵۳ : الف : جا کے حلوئی کو جو دیکھو کہیں (گلزار و گلشن) - ۵۶ : ب : لندن ، کلکتہ اور رضا میں ”زہریر“ ہے (کبال اور الہین میں ”زہریر ہے“) - ۵۷ : ب : حاشیہ میں ”گلشن ہند اور گلزار“ پڑھا جائے -

(۸) در ہجو اکول : ۴۸ شعر -

لندن ، الہین و کلکتہ : ۴۸ شعر : رضا : ۴۳ شعر (۴۱ اور آخری چار شعر ندارد - بیالیسواں شعر بھی ۴۴ کے بعد درج ہے - یہ شعر غلطی سے حاشیے پر چھپ گیا ہے) : عباد : ۲۵ شعر -
۲ : الف : ہیٹ کا فکر (رضا و عباد) - ۴ : الف : بھوکھوں سے (رضا) - ۵ : الف : نسخوں میں ”بھوکھ“ ہے - کلکتہ میں ”ہا بھوکھ“ چنانچہ ہوئے ہرکہ“ ہے - لندن میں بھی ”کی“ بخوف ہے - ۱۵ : ب : وہ مانکتا ہے (رضا و عباد) - ۱۹ : رضا میں اس شعر کی تکرار ہے - ۲۱ : ب : ”کیوں ہی“ بمعنی کسی لہ کسی طرح ہے - ۲۹ : ب : ہوں ہوق ہے (لندن و کلکتہ) : کہا کے مضطر (الہین) - ۳۲ : ب : جون چیلونی (لندن و کلکتہ) - ۳۶ : ب : لندن ، کلکتہ اور الہین میں ”تلیل“ درج ہے - ۳۸ : ب : سو روٹی کے ٹکڑے کی ہے تعریف (کلکتہ) - ۴۲ : حاشیے والا شعر در اصل یہی شعر ہے اور نسخہ رام پور میں شعر ۴۳ کے بعد درج ہے - متعلقہ حاشیے میں ترمیم کر لی جائے - ۴۴ : الف : سیکنے میں (لندن ، کلکتہ و الہین) -

(۹) در ہجو بنکی : ۱۴ شعر -

لندن ، کلکتہ و الہین : ۱۴ شعر : عباد : ۱۲ شعر (دوسرا اور

تیسرا شعر نداد۔ لندن اور کلکتہ میں یہ مثنوی گیارہویں نمبر پر 'مثنوی ہولی' اور 'مثنوی قضا و قدر' کے بعد درج ہے لیکن ہجویات کو 'وصفیات' سے علیحدہ کرنے کے خیال سے اسے یہاں جگہ دے دی گئی ہے۔
رضا میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے۔

(۱۰) دو توصیف ہولی : ۴۶ شعر۔

لندن : ۴۵ شعر (ایسوان شعر نداد) ؛ رضا : ۴۴ شعر (شعر ۴۴ نداد اور آٹھواں و نواں شعر گڑبڑ ہو گئے ہیں) ؛ کلکتہ و انجمن : ۴۴ شعر (حاشیہ ص ۲۰۱ پر مندرجہ شعر بھی زائد ہے) ؛ عاد : ۱۹ شعر۔ رسالہ 'الناظر' (شمارہ فروری ۱۹۳۸ ع، ص ۵۵-۵۶) میں یہ مثنوی شائع ہو چکی ہے۔ اس میں بھی اشعار کی تعداد ۶۶ ہے۔

۹، ب : خنجرے نیں گام (لندن و کلکتہ) - ۱۱، ب : وہ ترنا گلو (لندن) - ۱۳، الف : مصلّا جو زاہد (الناظر) ؛ ب : ص ۱۹۸ کا تیسرا حاشیہ اس مصرع سے متعلق ہے - ۱۴، ب : دے پانو (لندن، کلکتہ، عاد و رضا) زاہد نکل جائے (الناظر) - ۱۸، الف : لندن و رضا میں 'ہے' محذوف ہے ؛ ب : کہ عالم کا (کلکتہ) - ۲۰، ب : جاری ہیں (الناظر، کلکتہ و رضا) - ۲۱، الف : بھاگے (الناظر) ؛ ب : لقمیں (رضا) - ۲۸، ب : جوبی (لندن) جوبی (رضا) جو بی (انجمن) چوبی (کلکتہ) - ۳۰، یہ شعر 'الناظر' میں شائع شدہ مثنوی میں بھی شامل ہے - ۳۳، ب : اب مسجد میں اب (لندن) - ۳۵، ب (متعلقہ حاشیہ) 'چوٹری کو بھوس' پڑھا جائے۔ انجمن میں 'بھوس' ہے اور کلکتہ میں 'بھوس' - ۳۶، الف : جو اہل آبرو سے ہے دولاب وار (رضا و عاد) - ۴۰، الف : صرف جوبی (الناظر) - ۴۶، الف : چاند پور میں تمام (رضا و عاد) ؛ ب : رہے برج کی س سدا دھوم دھام (رضا و عاد) - 'کنور' کی شخصیت کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کون تھے۔

(۱۱) دو توصیف ہندوق : ۵۵ شعر۔

پچھتر شعر کی یہ مثنوی صرف انجمن میں شامل ہے۔

۱۔ آتر نے کالے کلی کے دیکھا ہے جام
طلب میں ہسارا ہے خنجرے نے کام

۵ ، ب : ” کہیں واضح کو اس کے آفریں باد“ - نسخے میں اسی طرح ہے اور یوں ہی پڑھا جائے گا - ۱۳ ، ب : ” تھا ہر بندھے نمودی کے کیوں ہاتھ“۔ نسخے میں اسی طرح ہے اور یوں ہی پڑھا جائے گا - ۲۸ ، ب : اصل میں ”ہوئے روکش“ ہے - تصحیح قیاس کی گئی - ۳۹ ، الف : اصل میں ”دھنواں“ ہے - ۳۸ ، ب : اصل میں ”دھوئیں سے کون اس گندھک کے ہے دور“ ہے - اصلاح قیاس کی گئی ہے - ۵۳ ، ب : احمد زبجی ، ایک ہیرو کا نام ہے (اسٹائن گاس ، ص ۲۲) - ۶۳ ، ب : ”نہیں ہے منہ پہ باقی فوج کے رلک“۔ نسخے میں اسی طرح ہے اور یوں ہی پڑھا جائے گا -

(۱۲) مثنوی قضا و قدر : ۶۹ شعر -

لندن ، کلکتہ و انجمن : ۶۹ شعر : رضا : ۶۷ شعر (چوتھا شعر ندارد اور آخری دو شعر گڑھ ہو گئے ہیں) -

۱ ، ب : یہ حرف (رضا) - ۱۰ ، ب : ہیں موجود (لندن) - ۱۳ ، الف : اس جا (لندن) - ۱۵ ، الف : اس طور پہ (رضا) - ۲۹ ، الف : سو کرنے کو بعض خالگی کام (کلکتہ و رضا) - ۴۴ ، الف : گر کوئی ہام (انجمن) : ب : محفوظ جگہ ہیں (لندن و کلکتہ) - ۴۴ ، ب : نسخوں میں ”کیا جائے“ ہے اور اسی طرح پڑھا جائے گا - ۴۵ ، الف : شاید جو ہو (کلکتہ) - ۴۷ ، ب : بولے مجھے یک (رضا و انجمن) - ۴۸ ، الف : دھونڈے تھے (رضا) - ۴۹ ، ب : خواب (انجمن) - ۵۰ ، ب : دونوں نے (انجمن) دونوں ہیں (لندن و کلکتہ) دولوں نے (رضا) - ۵۱ ، ب : شاد و خورم (انجمن و رضا) - ۵۳ - رضا میں اسی شعر کی تکرار ہے - ۶۱ ، الف : چون زن نے (کلکتہ) - ۶۵ ، الف : شاد و خورم (انجمن و رضا) - ۶۶ ، ب : اس ٹھک کے فریب سے جو ہیں دور (انجمن) -

طویل مثنویات

(ص ۲۱۸ تا ص ۲۴۶)

(۱) مثنوی رمز الصلوات : ۲۵۴ شعر -

لندن : ۲۵۳ شعر (شعر ۵۳ ندارد) : کلکتہ : ۲۵۲ شعر (۳۷ اور ۵۳ ندارد) : انجمن : ۲۵۵ شعر (دو شعر مندرجہ پر حاشیہ ص ۲۳۲ و

۲۳۷ زائد اور شعر ۶۳ (لدارد) ؛ رضا ؛ ۱۸۰ شعر (شعر ۱۵۰ تا ۲۲۰ اور ۲۳۰ تا ۲۳۲ = ۲ شعر لدارد) ؛ عباد ؛ ۸۱ شعر -

۷ ، الف ؛ تو جو (کلکتہ و انجمن) - ۹ ، ب ؛ بانو (لندن ، رضا و عباد) ہالوں (کلکتہ) پاؤں (انجمن) - ”ہیں اپنی جگہ پاؤں سر سے عزیز“ نسخوں میں یہ مصرع اس طرح ہے اور یوں ہی پڑھا جائے گا - ۱۱ - لندن میں یہ شعر حاشیے پر ہے - ۱۹ ، ب ؛ ہر چیز سے (انجمن) -

۳ - کہ سمجھے تو دل میں کہ پڑھتا ہوں کیا

۷ آہا یہ وقت فجر پا عشا (رضا و انجمن) -

۸ ، ب ؛ ہو جائے (انجمن و رضا) - ۳۱ ، ب ؛ تو بہتر ہے اس سے کہ ہو سلک ’دُر (رضا) - ۳۳ ، ب ؛ رکھا نام میں اس کا (انجمن) -

۵ ، الف ؛ خاص عوام (لندن و کلکتہ) - ۵۸ ، ب ؛ مزد (لندن) - ۵۹ ، ب ؛ بوجھے ہیں (لندن و کلکتہ) بوجھیں ہیں (رضا) بوجھیں ہیں (انجمن) -

۶ ، ب ؛ نفروں میں بندہ آ (انجمن) - ۷۰ ، ب ؛ تھی ہر رات اس کی جی جست و جو (لندن) باقی نسخوں میں ”اُس کی اے جستجو“ ہے -

۷ ، ب ؛ رکھے سب تجھے (انجمن) - ۷۹ ، ب ؛ کالے ہار (انجمن) - ۸۰ - اشارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے جو آگ کی تلاش میں سرگردان تجلیِ ربانی کی رہنمائی میں کوہِ طور پر پہنچے تو بارگاہِ ایزدی سے حکم ہوا ”اے موسیٰ ، اپنے چوٹے آتار دوا“ (فاغلق النعل) -

۸۶ ، الف ؛ کوڑے کی (رضا) - ۹۶ ، الف ؛ ہیں پردہ سے (لندن ، کلکتہ و رضا) ہے (انجمن) ؛ آتی ہیں (لندن ، کلکتہ و رضا) آتی ہے (انجمن) -

۹۹ ، ب ؛ سمہالے (لندن ، کلکتہ و رضا) سمہالے (انجمن) - ۱۰۳ ، الف ؛ نسخوں میں ”یہ جائے“ ہے - تصحیح قیاس کی گئی ہے -

۱۰۵ ، ب ؛ کہ فی حد ذات اس میں ہووے قیام (رضا) - ۱۰۸ ، الف ؛ فرو لائے (انجمن) - ۱۱۱ ، ب ؛ ”حضرت شاہ“ سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں - ۱۲۳ ، الف ؛ آپ سے بے خبر (کلکتہ و انجمن) -

۱۲۵ ، ب ؛ لڑیں لکتہ (انجمن) - ۱۲۶ ، الف ؛ مہدی (لندن) - ۱۳۰ ، الف ؛ نہ باقی رہے (رضا) ؛ ب ؛ اسی کی ہیں (لندن ، انجمن و رضا) اسی کی ہے (کلکتہ) - ۱۳۱ ، الف ؛ کموں لیشکر سے (انجمن) کموں لیشکر ،

رس (کلکتہ) - ۱۳۳ ، ب ؛ رس ہے کدھر (کلکتہ و انجمن) - ۱۴۰ ، ب ؛ طالب ہیں ہم (انجمن) - ۱۴۳ ، الف ؛ وہی جان (رضا) ؛ ب ؛ یہ دہلی

ہے (الجمین) - ۱۴۴ ، الف : دیکھیں ہے یاں (لندن) - ۱۵۰ - یہ پوری حکایت رضا میں شامل نہیں ہے - ب : یہ راز حقیقت (کلکتہ و الجمین) - ۱۵۴ ، الف : قیغ و ابرو (الجمین) - ۱۶۳ ، ب : حرف زن ہیں لکاء (لندن ، کلکتہ و رضا) - ہے لکاء (الجمین) - ۱۶۴ ، ب : الجھا ہے (کلکتہ) - ۱۶۸ ، الف : کہا آن نے دایہ کو اپنی ہلا (الجمین) - ۱۷۳ ، الف : دایہ کا اپنی لباس (الجمین) - ۱۷۸ ، ب : اپنے آ کر خبر (کلکتہ و الجمین) - ۱۸۴ ، الف : بوہیں تھا کوئی آ (لندن) - کوئی دم (کلکتہ و الجمین) - ۱۹۲ ، الف : زبس مثل گرداب تھا اضطراب (الجمین) - ۲۰۳ ، الف : باہم دگر یہ صلاح (الجمین) - ۲۱۵ ، الف : یہ دیکھا جو تیں بچھ سے یہ خشم اب (الجمین) - ۲۱۶ - یہ شعر الجمین میں حاشیے پر ہے - متن میں اس طرح ہے :

تھی کچھ قہمی از بس تری عنون (کذا)

لہ جانا بھلے تیں کہ میں کون ہوں

————— ۲۱۷ ، الف : ہوں وا (لندن) - ۲۱۸ ، الف : ہمارے یہ خار (الجمین) ؛ ب : یہ حد رنگ ہے جلوہ گر اک چار (الجمین) - ۲۱۹ ، الف : ہے یہ شعلہ (الجمین) - ۲۲۰ - الجمین میں یہ شعر حاشیے پر ہے - ۲۲۱ - الجمین اور رضا (رضا میں تین شعر کم ہیں) اور عباد (۷ شعر) میں یہ حکایت یہاں کی بجائے حصہ حکایات میں شامل ہے - کلیات سودا کے بھی بعض نسخوں (نولکشوری ایڈیشن ۱۸۸۷ ع اور ۱۹۳۲ ع کے علاوہ) میں یہ شامل ہو گئی ہے - ۲۲۳ ، الف : عرض چاہییں (لندن و رضا) - ۲۲۶ ، الف : جو هلنے میں اک (الجمین و عباد) - ۲۳۶ ، ب : آپ سے (لندن و رضا) - ۲۴۰ ، ب : ہے حسن بصر (عباد) - ۲۴۲ ، ب : پکٹی ہے کھیر (الجمین) - ۲۴۷ ، ب : کہ نکلی لہ جانے گی اپنے تو پاس (رضا و عباد) - ۲۴۹ ، الف : عقل و هنر (الجمین) - ۲۵۳ ، الف : یہ باتیں تو نامل کی (الجمین) -

(۲) قصہ نٹ مسمی یہ حیرت الزا : ۳۸۷ شعر

لندن : ۳۸۷ شعر ؛ الجمین : ۳۸۶ شعر (۲۶۲ اور آخری شعر کم اور حاشیہ ص ۲۵۳ پر منفرجہ شعر زائد) ؛ کلکتہ : ۳۸۵ شعر (۷ اور ۳۸۷ نداد) ؛ رضا : ۱۲ شعر (اس نسخے میں صرف ایک حکایت ، شعر ۱۳۱ تا ۱۵۲ ، شامل ہے) ؛ عباد : ۸۱ شعر - اسخط لندن میں

عمر ۱۴۰ مکرر درج ہے اور مشنوی کے اختتام پر یہ عبارت بھی زائد ہے :
 ”تمام شد مشنوی حیرت افزا ، تصنیف میان قائم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ“۔
 اس مشنوی کا قصہ ، جیسا کہ قائم نے خود بھی اعتراف کیا ہے ،
 ان کا طبع زاد نہیں ہے اور اپنے کسی مشفق کی فرمائش پر رات بھر میں
 نظم کیا گیا ہے ۔ جو بذات خود ایک بڑا کارنامہ ہے اور قائم کی
 قادرا الکلاسی کا واضح ثبوت ہے ۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شعبہ بازی کے ایسے محیر العقول
 کارناموں کا ہندوستان اور بیرون ہند میں صدیوں پہلے سے مظاہرہ ہوتا
 رہا ہے ۔ مشہور عرب سیاح ابن بطوطہ نے اپنے ’سفر نامے‘ میں اس قسم
 کے دو واقعات قلم بند کیے ہیں جن کے وہ عینی شاہد تھے ۔
 پہلا واقعہ ہندوستان میں سلطان محمد تغلق کے عہد میں پیش آیا ۔
 لکھتے ہیں کہ ایک روز بادشاہ نے مجھے بلایا ۔ بادشاہ (محمد تغلق) کے
 پاس چند غصوص آسرا بیٹھے ہوئے تھے اور جوگی بھی موجود تھے ۔ جوگیوں
 کو حکم ہوا کہ کچھ دکھایا جائے ۔ ان میں سے ایک جوگی زمین سے
 بلند ہوا اور ہمارے اوپر ہوا میں معلق ہو گیا ۔ مجھے نہایت تعجب ہوا
 اور وہم غالب آیا ، یہاں تک کہ میں زمین پر گر پڑا ۔ بادشاہ نے مجھے
 دوا دلائی جس سے اتفاق ہوا ۔ جوگی اسی طرح ہوا میں بیٹھا ہوا تھا ۔
 دوسرے جوگی نے اپنی کھڑاویں ہاتھ میں لیں اور غصے میں آکر کئی
 دفعہ ان کو زمین پر مارا ۔ کھڑاویں معلق ہوئیں اور ہوا میں بیٹھے
 ہوئے جوگی کی گردن پر لکھے لکھیں ، جس سے وہ آہستہ آہستہ لیچے اُترنے
 لگا اور ہمارے پاس آن بیٹھا ۔ بادشاہ نے مجھے بتایا کہ اگر تیری عقل
 سلب ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم اس سے بھی زیادہ گمانا
 دکھوائے ۔

دوسرا واقعہ ، جو ’حیرت افزا‘ کے قصے سے قریب تو ہے ، ملک
 چین میں پیش آیا ۔ لکھتے ہیں کہ امیر قوطی چین میں امیرالامرا کے
 عہدے پر فائز ہے ۔ اس نے اپنے گھر میں خیانت کی ، جس میں شعبہ باز
 بھی ہلائے گئے ۔ امیر نے ان سے کوئی گمانا دکھانے کی فرمائش کی ۔
 ان میں سے ایک شخص نے لکڑی کی ایک کیند ہاتھ میں لی جس میں
 -سوراخ تھے اور سوراخوں میں لمبے لمبے پندے تھے ۔ شعبہ باز
 نے کیند کو آسمان کی طرف بھینکا اور وہ نظروں سے غائب ہو گئی ۔

جب حالہ میں لہوڑے تسے باقی رہ گئے تو اس نے اپنے ایک شاگرد کو اشارہ کیا جو تسے پکڑ کر لٹک گیا اور وہاں چڑھتے چڑھتے ہماری نظروں سے غائب ہو گیا۔ پھر شعبدہ باز نے اپنے شاگرد کو ہٹا کر تین دفعہ آواز دینے پر بھی جب وہ نہ ہولا تو اس نے غضب ناک ہو کر اپنے ہاتھ میں چھری لی اور خود بھی تسے کے ساتھ لٹک کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اوپر سے چلے تو شاگرد کا کٹا ہوا ہاتھ آ کر پڑا پھر ٹانگ، پھر دوسرا ہاتھ اور دوسری ٹانگ پھر دھڑ اور سر آن پڑا۔ اس کے بعد استاد پہنکاراں مارتا، خون میں لٹھڑا ہوا نیچے آ کر آیا اور امیر کے سامنے آ کر زمین کو بوسہ دیا اور چینی زبان میں کچھ کہا۔ پھر اس نے شاگرد کے کٹے ہوئے اعضا کو جمع کر کے ٹھوکر ماری تو وہ صحیح سالم آٹھ کھڑا ہوا۔ مجھے تعجب ہوا اور پھر ویسا ہی خفقات ہونے لگا جیسا جوگیوں کا تماشا دیکھ کر ہوا تھا۔

مثنوی 'عبرت افزا' کے فصے کا ہو بہو چرہ رتن ناتھ سرشار نے لٹر میں آٹارا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ 'فسائف آزاد' میں ہیروئن چودہ ہندو برس کی ایک امریکن لیڈی ہے، شعبدہ باز بھی اسی ملک سے تعلق رکھتا ہے اور دیو کا نام وانوسس ہے۔ ہیروئن کے چل مرتے اور دوبارہ زندہ ہونے میں واقعہ بہت مختصر ہے اور شعبدہ باز کے آواز دینے پر وہ ولی عہد جادو کی کرسی کے نیچے سے نمودار ہوتی ہے۔

یہ قصہ اگر ۱۹۳۱ء میں نظم ہوا ہے (شعر ۷۸۴) تو یہ وہ زمانہ ہے جب قائم لکھنؤ میں مقیم تھے۔ اس مثنوی کے آخری حصے میں مدوح کے حضور میں قائم نے اپنی زبان حالی کا جو منظر پیش کیا ہے اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ لکھنؤ کا قیام ان کے لیے سازگار نہیں تھا۔ چنانچہ ان ہی ایام میں جب رام پور سے الہی دھوت نامہ ملا تو کسی پس و پیش کے بغیر اسے قبول کر لیا گیا۔

۱۳، ب : کہ اے شعلہ بازی (انجمن و عباد) کہ اے سفلہ چاری (کلکتہ)۔ ۱۹، ب : یہ اس ستر اوزاں سے ہے بے خبر (عباد) ۳۱، الف : نسخوں میں 'سروت' لکھا ہے۔ ۳۳، ب : وہ دیں آ کے سب عرض اپنا ہنر (کلکتہ و انجمن)۔ ۳۴، الف : جس کو کچھ (انجمن و کلکتہ)۔ ۵۰، ب : ہائل (لندن)۔ ۵۸، ب : سو تا وہ جہانگہ (کلکتہ)۔

۵۹ ، الف : غرض اس قدر گرد شد تھا هجوم (الغبن) - ۶۴ ،
 ب : ”بازی“ بڑھا جائے - ۶۵ ، الف : نسخوں میں ”اگر“
 کا ”الف“ محذوف ہے جس سے مصرع ساقط الوزن ہو جاتا ہے -
 تصحیح قیاسی کی گئی - ۶۸ ، ب : وہ دے سے (الغبن و
 عباد) - ۸۷ ، ب : ہوئی تھی (الغبن) - ۱۱۱ ، الف : ہو جیسے کہ
 (الغبن و کلکتہ) - ۱۱۸ ، ب : یہ چوڑا ہے (لندن) - اس نسخے میں
 شعر ۱۰۲ ، الف میں بھی ”چوڑی“ بجائے ”چڑھی“ لکھا ہے -
 ۱۲۰ ، الف : کہا سر سے وہ ان نے (الغبن و کلکتہ) ؛ ب : مسبقہ (لندن)
 مسبقہ (کلکتہ) منت (الغبن) - اصل لفظ ”مسقط“ ہے بمعنی گرنے کی جگہ
 (ہلیس ص ۱۰۳) لہذا متن میں تصحیح کر لی جائے - اس سے متعلق
 حاشیہ منسوخ - ۱۳۱ ، ب : ظاہر ہوا ادراک (کلکتہ) - ۱۳۷ ، الف :
 تل جائے پاؤں (الغبن و عباد) ؛ ب : ٹھانوں (الغبن و عباد) ٹھانوں (کلکتہ)
 ٹھاؤ (لندن) - ۱۵۱ ، الف : کسی کام کا (لندن) - ۱۶۳ ، زردی روئے
 (کلکتہ و لغبن) - ۱۶۴ ، الف : وگر چاہیے ہیں تھپے (الغبن) - ۱۸۵ ، ب :
 وہ البتہ سابع کو (الغبن) - ۱۸۷ ، الف : نہ جانے کیا پھر وہ کیسا هنر
 (الغبن) - ۱۹۶ ، ب : اصل لفظ ”گہار“ ہے ، بمعنی ”مُتَد رِیلا“ (الدھی کا)
 جھونکا (ہلیس ص ۹۲۹) - متن میں تصحیح کر لی جائے - ۲۰۱ ، الف :
 اسی طرح سے (کلکتہ) - ۲۲۱ ، الف : غم سے (الغبن) - ۲۲۷ ، الف :
 سو مجھ سے چاہ (کلکتہ) - ۲۳۱ ، ب : نہ چاہ اس سے زیادہ (الغبن) -
 ۲۳۹ ، ب : کھاتی تھی (کلکتہ) - ۲۴۶ ، الف : مجھے تو جنگ (کلکتہ و
 لغبن) - ۲۵۴ ، الف : ہوئی سن کے اس طرح (الغبن) - ۲۶۸ ، ب :
 نسخوں میں ”یوف“ ہے - ۳۰۷ ، الف : نسخوں میں ”دھوے“ ہے -
 ۳۰۸ ، الف : ”کوئی دم“ بڑھا جائے - ۳۱۳ ، ب : حنا کو سیاہ
 (الغبن) - ۳۲۶ ، ب : تجھ کوں (لندن) - ۳۳۹ ، الف : تاری تھا (کلکتہ و
 لغبن) - ۳۴۱ ، الف : قائم کے نسخوں میں ”ہوئے“ سے پہلے ”کہ“ زائد
 ہے ، عباد کی مدد سے تصحیح کر گئی - ۳۷۵ ، ب : کہ جو اہل فن ہے
 سو حاضر ہو آ (لندن و لغبن) کہ جو اہل فن ہو سو حاضر ہو آ (کلکتہ)
 ۳۷۸ ، الف : غم کی (لغبن) - ۳۹۰ ، الف : ”شمع“ غلط چھپ گیا ہے ،
 ”جیم“ بڑھا جائے ؛ ب : ”کیا عیش وا وقتہ کو“ بڑھا جائے -
 ۴۰۶ ، ب : ہوئی باد باراں سے (الغبن) - ۴۱۹ ، الف : کیا ترک

اس سے میں ہسکار و جنگ (انجمن) ۳۳۲ ، الف : سلطنت کو (لندن) ۔ ۳۳۹ ، ب : ”لاکنتی“ غلط چھپ گیا ہے ”لاکنتی“ پڑھا جائے ۔ ۳۴۱ ، الف : یان تک وبال (انجمن) ۔ ۳۴۲ ، الف : لسطوں میں ”وہ جائے“ ہے ۔ درست کر لیا جائے ۔ ۳۴۸ ، الف : لسطوں میں ”بہ چندیں شباب“ ہے تصحیح کر لی جائے ۔ ۳۸۷ ۔ یہ شعر صرف لسطہ لندن میں ہے اور لکھنے کے بعد اس پر خط کھینچ دیا گیا ہے ۔

(۲) قصہ شاہ لدا ، مسمنی بہ عشق درویش : ۳۷۳ شعر ۔

انجمن : ۳۷۳ شعر ؛ کمال : ۳۷۰ شعر (۳۷/۳۱ ، ۱۰۶ ، اور ۱۸۶ لداؤد) ؛ رضا : ۳۶۰ شعر (شعر ۱۰۷ ، ۱۰۸ ، ۲۵۳ اور ۳۳۸ کا ۳۵۷ لداؤد) ؛ مطبوعہ رسالہ ”الناظر“ : ۳۵۵ شعر (شعر ۳۶۰ کے بعد ، حاشیہ پر مندرجہ ، چار شعر زائد ہیں اور شعر ۳۴۳ ، ۳۴۴ کم ہیں) ؛ مطبوعہ ”کلیات سودا“ : ۳۵۹ شعر (۲۸ شعر کم ہیں اور ۱۴ شعر زائد) ۔ نواب ہادالملک بلکراسی نے اس مشوی کی تلخیص کے ساتھ یہ نوٹ دیا ہے : ”یہ مشوی قائم کے دیوان میں بھی موجود ہے اور دیوان سودا میں بھی جا ، جا تغیر کے ساتھ چھپ گئی ہے ۔ لیکن قرائن سے ظاہر ہے کہ قائم کی تصنیف ہے ، اصلاح کے لیے استاد کو قتل دی ہے ، انہوں نے اصلاح بھی کی ، واپس کرنے کی نوبت نہ آئی کہ شاید استاد و شاگرد میں بگاڑ ہو گیا ، اس سبب سے قائم کے دیوان میں بے اصلاحی رہ گئی اور سودا کے دیوان میں وہی مشوی اصلاح شدہ چھپ گئی ۔ ایک قلمی نسخہ دیوان سودا کا ۱۲۳۷ کا لکھا ہوا کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے ، اس میں یہ مشوی نہیں ہے ۔ اس خیال سے ”انتخاب دیوان قائم“ میں اس مشوی کو شریک کیا گیا اور جہاں جہاں سودا کی اصلاح ہے ، طلبہ کے فائدے کے لیے اسے بھی لکھ دیا۔“ (حاشیہ متن ص ۵۸) ۔ دتاسی نے قائم کے احوال میں اس مشوی کا فرانسیسی ترجمہ بھی

۱۔ یہ دونوں شعر گڑبڑ ہو گئے ہیں :

غرض جو کچھ کہ اس کا مرہبہ ہے

خدا ہی اس کا جبریل اسپں ہے

شامل کیا ہے (تاریخ ادبیات ہندوستانی ، جلد اول ، ص ۳۶۳-۳۷۱)۔
موجودہ متن نسخہ انجمن اور تذکرہ کمال نیز رسالہ ”الناظر“ میں مطبوعہ۔
مثنوی (ظفر) کو سامنے رکھ کر تیار کیا گیا ہے۔

اس مثنوی کا قصہ بھی قائم کا طبع زاد نہیں ہے اور شعر ۸۲، ۸۹ سے
یہ بات عیاں ہے کہ شاعر نے کسی سے یہ قصہ سن کر نظم کیا ہے کہ
معلوم ہوتا ہے کہ شاہ لدھا کا المیہ عشق ایک زمانے میں شاہی ہند میں
خاصا مقبول تھا ، چنانچہ قائم کے علاوہ شیخ غلام علی راسخ عظیم آبادی
(متوفی ۱۲۳۸ع) نے بھی اس قصے کو نظم کیا ہے۔ راسخ کی مثنوی کا
عنوان ”اعجاز عشق“ ہے اور ”مثنویات راسخ“ مرتبہ ڈاکٹر ممتاز احمد
(پشتہ ۱۹۵۷ع) میں اس کے اشعار کی تعداد ۶۰۳ ہے ، جن میں سے شروع
کے پورے دو سو اشعار میں حمد ، نعت اور فلسفہ عشق کا بیان ہے۔
اصل قصے کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے :

ہند کے بیچ لوجواں تھا ایک

لہ جوان ، آت جہاں تھا ایک

دل چسپ بات یہ ہے کہ قائم (اور راسخ) سے پہلے یہ داستان
فارسی میں نظم ہو چکی تھی عین ممکن ہے کہ قائم اور راسخ کو اس مثنوی
کا علم ہو ، گو اس کا اعتراف نہیں کیا گیا ہے۔ گجرات میں بھی کسی
شاعر نے اس قصے کو فارسی سے منتقل کیا ہے۔ یہ منظوم ترجمہ
۱۰۴ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کا مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان ،
کراچی کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔^۱ یہ غیر مطبوعہ مثنوی اس شعر
سے شروع ہوتی ہے :

دل کے کانوں سے سنو یہ داستان

تا کہ ہووے سوز عشق داستان

ترجمہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں شاعر نے اپنے ماخذ سے روشناس
کروایا ہے اور ترجمہ کرنے کا سبب بھی بیان کیا ہے جیسا کہ
مندرجہ ذیل اشعار (۸۹ تا ۹۹) سے واضح ہے :

۱۔ ”قصہ لدھا درویش“ ، شاہہ نمبر ۲/۲ الف ، ۵۵۴ : مسطر ۱۴ شعر ۱۔

سائز ۹ × ۱۲ اینچ : شاعر یا کاتب کا نام اور سن کتابت ندارد :

اے عزیزان یوں ہوا مجھ اتفاق
 ہند میں چھوڑے یہی اہل وفاق
 چھوڑ دے اب ہند کون^۱ یک رات میں
 آن ہو مجھے^۲ سرحد گجرات میں
 شہر میں گجرات کے پکڑا مقام
 رات دن ہم کون^۳ ہوئی راحت تمام
 اتفاقاً دوستے از دوستان
 تھے مجھے^۴ ہر یک میں^۵ آفت بہ جان
 ایک دن لا کمر کتاب عرفان کی
 مشنوی تصنیف عاقل خان کی
 بس کہ تھا مضمون نسخے کا ازق
 کاکہ کاکہ مجھ پاس لیٹا تھا سبق
 آن ہونگا^۶ شاہ لدھا کا بیان
 غوش لکی آس دوست کون وہ داستان
 تب کہا مجھ میں^۷ حکایت خوب ہے
 جان اور دل کون ٹیٹ مرغوب ہے
 فارسی میں ہوئے جو ہندی زبان
 سہل ہو جاوے سب کون داستان
 دل خوشی میں چونکہ اب اس کو پڑے^۸
 حق ہمارے^۹ میں دہا حق میں کرے
 اس کے کہنے میں کیا میں ابتدا
 عدل ناقص میں جو آیا سو کہا

-
- ۱- کون : کو۔
 - ۲- ہو مجھے : پہنچے۔
 - ۳- ہم کون : ہم کو۔
 - ۴- مجھے : مجھے۔
 - ۵- میں : ہے۔
 - ۶- آن ہونگا : آن پہنچا۔
 - ۷- مجھ میں : مجھ سے۔
 - ۸- پڑے : پڑھے۔
 - ۹- ہمارے : ہمارے۔

”عادل خان“ سے مراد اگر عادل خان رازی ہے تو یہ فارسی مثنوی عہد عالم گیرؒ میں لکھی گئی ہوگی۔ نثار احمد فاروق صاحب نے اس مثنوی سے متعلق ایک مضمون بھی سپرد قلم فرمایا ہے (قائم کی ایک ”مشقیہ مثنوی“ مطبوعہ رسالہ ”سب رس“ فروری ۱۹۶۰ء) جس کا حوالہ موصوف نے ”مثنویات قائم چاند پوری“ (نقوش شاہہ ۹۱) میں دیا ہے، افسوس کہ راقم فاروق صاحب کی تحقیق سے استفادہ نہ کر سکا۔

۳، الف : ہے تا پر شور (رضا) ہو شور انگیز (سودا) - ۳، ب : چون اختر (سودا) - ۵، ب : کہ تا ہر استخوان میرا ہو گلریز (سودا) - ۸، الف : ز موج اشک دے خنجر کاو کو (سودا) ؛ ب : لیاہت جون سنا کے (سودا) - ۱۰، الف : مشتغل (انجمن و رضا) - ۱۱، الف : یہ دیناں (ظفر) بدینساں (رضا و سودا) - ۱۲، ب : اصل سخن (رضا، سودا، ظفر) ۱۴، الف : کل کو ان نے (ظفر) - ۱۶، الف : لکا کر موئے تا (سودا) ؛ ب : شوق نظارہ میں (سودا) - ۱۷، الف : ہے ہر پردہ میں (رضا) ہر اک پردے میں پہاں ہے وہ خورشید (سودا) - ۱۸، الف : جو دیکھے ہے تو اس عالم میں موجود (سودا) - ۲۰، یہ شعر کلیات سودا میں نہیں ہے، قائم کے نسخوں اور کمال میں شامل ہے - ۲۱، الف : دم مامی ہے جس (سودا) - ۲۳، الف : حرف و گفتار (رضا، کمال، سودا) ؛ ب : ہے یک مشت بموں از چند خروار (رضا و ظفر) کہ یک مشت بموں بس ہے ز خروار (سودا) - ۲۵، ب : آتش (سودا) - ۲۷، ب : مداوا بخش (ظفر) - ۲۹، ب : تصدق خاک کے ہوئے نہ افلاک (سودا) - ۳۰، الف : جہاں میں ہے یہ جتنا کچھ ہویدا (سودا) ؛ ب : یہ پیدا (سودا) - ۳۱، ب : عالم اس کا (سودا) - ۳۲، الف : یہ منہ اس کی (سودا) - ۳۳، ب : کہ ہو عجز سخن (سودا) - ۳۵، اس شعر سے قائم کے عقائد پر روشنی پڑتی ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے تھے - ۳۶، الف : میں ہوں گر (سودا) - ۳۹، ب : خاک غموشاں (سودا) - ۴۱، الف : دے وہ ہے جس سے جا خانہ سے آفت (رضا) مری اس خاک کی دھو دل سے کلفت (سودا) - ۴۸، ب : ہے جس سے (سودا) - ۴۹، ب : کہہ گوئی (سودا) - ۵۲، ب : وہ گویا (سودا) - ۵۶، ب : یاد منزل بھول جانا (سودا) - ۵۷، ب : وہ بھولا (سودا) - ۶۲، الف : ”خلقت انسان“ بڑھا جائے - ۷۲، ب : رکھیں اک ڈھب سے (سودا) ”رو پر (ظفر) ۷۷، الف :

لوح (الجنم و کمال) لوح (رضا و ظفر) لوح (سودا) - تصحیح قیاس کی گئی ہے ؛ ب : جو شوخی میں کرے تھی برق سی کھوچ (ظفر) وہ شوخی میں کرے تھی برق سی گوی (سودا) کھوچ (الجنم ، رضا و کمال) - تصحیح قیاس کی گئی - ۵۵ ، الف : منہ سے جس کے آگے (رضا) منہ کی جس کے آگے (سودا ، ظفر) - ۵۷ ، ب : چھکی (سودا) جھمکے (ظفر) - ۵۸ ، ب : کہ بے تحریک وہ دل سے ہوتی ہار (سودا) - ۸۱ ، ب : نسخوں میں "تودے میں" ہے - ۸۲ ، الف : اس عرصے میں کچھ اک دھبی پڑی دھوب (ظفر) پر اس عرصے میں کچھ دھبی ہوئی دھوب (سودا) - ۸۹ ، الف : فوج سنج (سودا و کمال) - ۹۱ ، الف : یہ کی (سودا) ۹۳ ، الف : سخن کہنے کا پارا (سودا) ؛ ب : لہ آس کا (رضا) - ۹۷ ، ب : بدا قسمت میں (سودا) - ۹۸ ، ب : نسخوں میں "چشم غم ناک" ہے ، "چشم غم ناک" غلط چھپ گیا ہے ، درست کر لیا جائے - ۱۰۱ ، ب : کیا ہیں (سودا) کہے ہیں (الجنم) کیا تو (کمال) کہے ہیں (رضا و ظفر) ۱۰۶ ، الف : جلیں ان سے (ظفر) - ۱۰۸ ، الف : پس از دیر (سودا) ؛ ب : اورسیر (سودا) - ۱۰۹ ، الف : غرض پھر خلق میں آمادہ رہبور (سودا) - ۱۱۰ ، ب : نہ اس میں بڑھ گیا آگے کچھ اک اور (کمال و ظفر) کہ اس میں - الخ (سودا) لہ اس میں ہی گیا آگے کچھ اک اور (الجنم) ۱۱۳ ، الف : گرا ایدھر سے (الجنم) - ۱۱۵ ، ب : اسرائیل نے (ظفر) - ۱۲۰ ، الف : جیتے جی (ظفر) جیتے ہی (سودا) ؛ ب : ہیں رکھے اگر اس کو تو کیا خوب (سودا) - ۱۲۲ ، ب : اندر دے تک (سودا ، کمال) - ۱۲۳ ، ب : آگ سے (سودا ، رضا و کمال) - ۱۲۵ ، الف : نہ تنہا عشق (سودا) ؛ ب : اندوہ سے تنگ (سودا) - ۱۲۷ ، الف : وہاں کھینچی ہو (سودا و الجنم) - ۱۲۸ ، ب : اس طرح گوہر نشانی (سودا) - ۱۳۰ ، الف : آشفہ تر (سودا) - ۱۳۲ ، الف : یہ ادنیٰ اک (سودا) - ۱۳۳ ، الف : اے جانے سے (سودا) ؛ ب : ہوا ہو جس کو (رضا) - ۱۳۸ ، الف : واں آپس میں تفریق (سودا و رضا) - آپس میں تفریق (کمال ، الجنم و ظفر) - ۱۴۰ ، الف : الجنم ، رضا اور کمال میں "نستاد" املا ہے - ۱۴۱ ، الف : نشتر تھا (سودا) ؛ ب : کسو کافر کا (سودا) کسی کافر کا (کمال) - ۱۴۲ ، ب : مولد کر (کمال) موج کر (سودا و الجنم) موج کر (رضا) موج کر (ظفر) -

۱۴۶ ، الف : الدازو (انجمن) - ۱۴۶ ، ب : بچنوں میں تادم (سودا)
 ۱۵۱ ، ب : بد حلوی (ظفر و رضا) - ۱۵۲ ، الف : وہ سے دے (انجمن ،
 کمال) - ۱۵۳ ، ب : یوں جائے (انجمن) جو مے بال ہا (سودا) - ۱۵۵ ، ب :
 ہاتھ میں غار (سودا) - ۱۵۷ ، ب : دیا ہر ایک نے جی روئیائی (سودا) -
 ۱۵۸ ، الف : کہیے سب نے مجھاور اس قدر قدر (سودا) ۱۶۱ ، الف :
 مرد و قبائل (سودا ، رضا ، کمال و انجمن) - ۱۶۳ ، ب : طیش تھی
 (رضا و کمال) - ۱۶۶ ، ب : نزلین سہتاب (سودا) - ۱۷۲ ، الف : ”مے
 ظالم و مظلوم“ غلط چھپ گیا ہے ، ”مے ظالم وہ مظلوم“ پڑھا جائے گا -
 ۱۷۳ ، ب : وائے انزود تھا ہر لحظہ وہ درد (سودا) - ۱۷۶ ، ب : وان کو
 لے جائے (انجمن ، کمال ، ظفر) - ۱۷۸ ، الف : ہوں تشنہ لب (سودا) -
 ۱۸۰ ، الف : خویش و قبائل (انجمن و کمال) - ۱۸۱ ، ب : بہ خود بالیدہ
 تھا مانند مرجان (سودا) - ۱۸۲ ، الف : کیا ہوا (سودا) : ب : بے لب
 (انجمن) - ۱۸۳ ، ب : بنا تقدیر کا کیوں کر ہے (سودا) - ۱۸۶ ، الف :
 مگر بعضا کوئی (انجمن ، رضا ، عہام) : ب : کریں ہیں (ظفر) - ۱۸۷ ،
 الف : اقربا اپنے سے (سودا) - ۱۸۸ ، الف : سودا میں ”سب“ اور انجمن
 میں ”سا“ محذوف ہے - ۱۹۰ ، الف : وہ ملفوف (انجمن) - ۱۹۳ ، الف :
 ہمارا کس قدر تو یہ سر رائے (سودا) : ب : کو وہ ہائے (سودا) -
 ۱۹۵ ، الف : ہم بھی تدبیر (سودا) - ۲۰۰ ، الف : پس از بس ہو گیا تھا
 موسم شام (سودا و رضا) - ۲۰۳ ، الف : نہ ان کا (انجمن ، کمال ، ظفر)
 آنہوں کا (سودا ، رضا) : ب : گریبان صبح صادق نے کیا چاکہ (سودا ،
 رضا و ظفر) - ۲۰۴ ، ب : ہوش سب بدن کی (ظفر) - ۲۱۸ ، الف :
 اہام سفر کر (سودا) - ۲۲۲ ، کلیات سودا میں یہ شعر بھی نہیں ہے -
 ۲۲۸ ، الف : وہ مارا تیں درویشی (سودا) - ۲۲۹ ، ب : آتش فشان (سودا) -
 ۲۳۶ ، ب : نظم تھی (ظفر) - ۲۳۷ ، ب : دلالہ و محناتہ (ظفر ، سودا) -
 ۲۳۸ ، الف : ضعیفی سے کثروں (سودا) - ۲۴۰ ، ب : کہیں تھی آویچی
 (سودا) - ۲۴۱ ، الف : غرض تھی ڈول پر (سودا) - ۲۴۳ ، ب : کیا
 دو ہی سخن میں (سودا) - ۲۴۷ ، الف : غرض جب وان سے چل نکلی
 سواری (سودا و رضا) - ۲۴۹ ، ب : زندگی ہے آس یہ اشکال (سودا) -
 ۲۵۲ ، الف : ہیں دل داوی (انجمن و کمال) ہیں دل جوئی (سودا ، ظفر ،
 رضا) - ۲۵۹ ، الف : غرض وان کے خیابان کے ہر اطراف (سودا ، ظفر ،

ورضا) النجین اور کمال میں ”عروض کشتن“ - الخ ے : ب : ے سینے سے
 (رضا ، ظفر ، سودا) - ۲۷۲ : ب : فرو ہو تا دل محزون سے کچھ غم
 (سودا و رضا) ۲۸۱ : ب کل باغ جگر کو (النجین و کمال) - ۲۸۲ : الف :
 مراکم (ظفر) : ب : تا ہوا انجام (سودا) پائے انجام (کمال) - ۲۸۷ : ب :
 اک دم آرام (ظفر) - ۲۹۰ : ب : اک ڈھیر پانی (سودا) - ۲۹۳ : الف :
 ہزاروں (النجین و کمال) - ۲۹۵ : ب : اے عاقل (النجین) - ۲۹۹ : ب : یہ
 نکلی جاتی تھی ہاتھوں سے (سودا) - ۳۰۰ : الف : ”اضطرابی“ پڑھا
 جائے - ۳۰۲ : الف : اک ایسا (النجین) - ۳۰۳ : الف : کیا جن نے تامل
 الیک دم میں (سودا) - ۳۰۵ : الف : اس طرح کھایا (سودا) : ب : یوں
 یونسؑ سبھا (سودا) - ۳۰۶ : الف : ہوتی جوں آب پناہ (ظفر) -
 ۳۰۷ : ب : آٹھاؤ ے یہ (ظفر) - ۳۱۱ : الف : یہی ے عقدہ (سودا) -
 ۳۱۲ : الف : لوح خوان (سودا) - ۳۱۴ : ب : مسلم جس طرح سے لھا
 (سودا) - ۳۲۱ : مثنوی مطبوعہ ”النائر“ (ظفر) میں یہ شعر اور اس کا
 متبادل شعر جو کلیات سودا میں ے ، دونوں شامل ہیں - ۳۲۲ - سودا کے
 ہاں یہ شعر ، اس سے اگلا اور شعر ۳۲۵ ، تینوں شعر نہیں ہیں اور شعر
 ۳۲۴ کے بعد یہ شعر زائد ے :

کسوئی کہتا تھا کھودیں اس جگہ کو

ہو شاید اُس تلک لے جائیں رہ کو

۳۲۴ : ب : تھا تن پر (سودا) - ۳۲۶ : الف : النجین اور کمال میں
 ”سب“ ندارد - ۳۲۸ : الف : جو تھی بات (سودا) : ب : ملیں توہیں
 (سودا) - ۳۲۹ : الف : ہوا جمع (سودا) - ۳۳۲ : الف : کچھ اشیائوں سے
 (سودا) : ب : یہ سب کچھ ہو ہیں (سودا) اک ہم نہ ہوویں (ظفر) -
 ۳۳۵ : الف : قائم کے نسخوں اور سودا میں ”بھی کچھ حاصل“ ے -
 ۳۵۷ : ب : ظفر میں یہ مصرع اسی طرح ے لیکن النجین اور کمال میں
 اس طرح ے : کہ سمجھایا جسے سمجھا وہ یہ بات - ۳۵۸ : ب : اے سودا
 (سودا) - ۳۶۱ : ب : لہذا چپ ہیں جو حرف آشنا ہیں (ظفر) - ۳۶۲ :
 الف : کسو جاگہ نہ میں (النجین و کمال) تو کہتا (سودا) - ”کہتا“ سے
 قافیہ توین جاتا ے لیکن مصرع ساقط الوزن ہو جاتا ے - ۳۶۳ : ب :
 ”تیشہ دخل“ خلط چھپ گیا ے ، ”تیشہ دخل“ ہونا چاہیے - ۳۶۴ :
 ب : کہ ہووے تا قیامت رونق ازم (سودا) - ۳۶۶ : ب : خاطر میں ے

(سودا) - ۳۶۸ ، الف : کہیں سہجاً خطا ہے (النجین و کمال و رضا) -
 ۳۶۹ - کلمات سودا میں یہ شعر بھی نہیں ہے - ۳۷۰ ، ب : نہ توالت
 خبو شد (ظفر) - ۳۷۲ ، الف : کہاں تک لب پہ آئے یہ ترالہ (سودا) -

سلام و مرثی (ص ۳۳۷ تا ۳۵۴) -

جملہ ”سلام و مرثی“ صرف نسخۃ النجین میں شامل ہیں - کلام کی
 ترتیب بھی اصل نسخے کے مطابق ہے البتہ فارسی میں جو ’سلام‘ ہے
 آگے فارسی کلام کے آخر میں (ص ۳۶۸-۳۶۹) درج کیا گیا ہے -
 سلام

(۴) ۱ ، ب : ’سلام‘ کہا ، غلط چھپ گیا ہے ، ’سلام‘ لکھا ،
 پڑھا جائے گا - ۵ ، ب : ’کلام‘ لیا ، غلط چھپ گیا ہے ، ’کلام‘ لکھا ،
 پڑھا جائے - ۶ ، ب : جہاں بھی ’لہام‘ لیا ، غلط چھپ گیا ہے ، ’لہام‘ لکھا ،
 پڑھا جائے گا -

مرثی

(۱) ۲ ، ب : اصل میں ’کیا ہے تیری آزار ہے‘ ہے جو ساطع الوزن
 ہے - اصلاح قیاسی کی گئی - ۳ ، الف : اصل میں ”یہ میں مالکا ستم“ ہے -
 تصحیح قیاسی کی گئی ہے - ۱۳ ، ب : اصل میں ”اے خانہ خراب“ ہے -
 ۲۳ ، ب : ’عالم کے دل‘ غلط چھپ گیا ہے ، ’عالم کا دل‘ پڑھا جائے گا -
 ۲۴ ، ب : نسخے میں ”منصور ہو“ ہی ہے متعلقہ حاشیہ منسوب
 سمجھا جائے -

(۲) ۱۰ ، ج : اصل نسخے میں ”منہ پر جھاگ“ ہے - ۱۱ ، ج :
 نسخے میں ”کیا کہیے آگے“ ہے - درست کر لیا جائے - ۲۱ ، ب :
 اصل میں ”ہر جمع“ ہے -

(۴) ۱ ، الف : ”کچھ سنو“ غلط چھپ گیا ہے ، ”اٹک سنو“
 پڑھا جائے گا - ۱۱ ، ب : ”نہ ملا“ کی بجائے ”نہ ٹلا“ پڑھا جائے -

کلام فارسی (ص ۳۵۵ تا ۳۶۹) -

قائم کا فارسی کلام بھی صرف نسخۃ النجین میں شامل ہے - کلام کی
 ترتیب اصل نسخے کے مطابق ہے - قطعۃ تاریخ وفات نواب نجیب الدولہ

(ص ۳۶۸) - نجیب الدولہ کا انتقال ۱۱- رجب ۱۱۸۳ھ مطابق ۳۱ اکتوبر ۱۷۷۰ء کو ہوا اور نجیب آباد میں دفن ہوئے۔

’انتخاب قائم‘ مرتبہ عابد رضا بیدار (رام پور ۱۹۶۳ء ص ۱۶) میں قائم کے ۱۶ فارسی اشعار بھی شامل ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل تین شعر نسخۃ الجمن سے زائد ہیں۔ فاضل مرتب نے ان اشعار کا ماخذ درج نہیں کیا ہے :

قدم از دیدہ ام برداشتی و ترک سو کردم
نباشی بے خبر از حال مشتاقان خبر کردم

باز می خواہم در کوئے بتان دادے کنیم
دامن تو را برو گیریم و فریادے کنیم
شاہد اے قائم کسے آن جا بہ داد من رسد
دست دل گیریم و ہر سو داد بیدادے کنیم

فرهنگ

فرہنگ

الف

اباحت : جائز کرنا - مباح -
 انتہاج : کشادگی - غوشی -
 انقال (نقل کی جمع) : ہماری بوجہ -
 آجا : گھر کی پرانی خادہ -
 احتراق : جلانا - پھونکنا - طب
 کی اصطلاح بھی ہے -
 اوجہ = اگرچہ -

ارگیا : ایک مرکب خوشبو کا
 نام ہے جو صندل ، کائور ،
 مشک و عنبر وغیرہ ملا کر
 بنائی جاتی ہے -

آستر = استر -

استعجال : عجلت - بھرتی -

استیلا : غلبہ - تسلط -

آسیا : چکی -

أستلم : کثرت - انبوہ - زور شور -

أغشته : آلودہ - لٹھڑا ہوا -

أغنام (غنم کی جمع) : بکریاں -

القران نجوم : ستاروں کا قریب ہونا

(جس سے علم نجوم کے مطابق

سعد یا نحس اثرات پیدا ہوتے

ہیں) -

اکاس (آکاش) : آسمان -

آک کی بڑھیا : آک کے ٹوٹے

جب بھٹے ہیں تو ان میں

سے سفید بھول جیسے کالے

ہوا میں منتشر ہو جاتے

ہیں ، یہی ”آک کی بڑھیا“

کہلاتے ہیں -

اکول : بڑھ پیشو - زیادہ کھانے

والا -

آگیاں تھیں = آگئی تھیں -

الاجا یا الانہا : ایک قسم کا

دھاری دار کپڑا -

النیام دینا : ایک جگہ کمرلا -

ملانا - اکٹھا کرنا -

ألما (جالا یا ہونا ؟) : پرندوں کے

پر جھڑنے کے بعد جو کھال

نکل آتی ہے ، غالباً اس حالت

کی طرف اشارہ ہے -

امعان : توجہ - غور -

انصرام : انتظام - بندوبست -

الونہا : انوکھا -

أوننا : غلا وغیرہ لینے کے لیے کپڑا

پھیلاتا - یہاں ہاتھ پھیلاتے

بگسلی واصلی : اس مصرع کا مطلب
یہ ہے : جب (علائق ذلیوی
سے) رشتہ ٹوڑے گا تب
(محبوب حقیقی کا) وصال
نصیب ہوگا (یا اپنے مقصود
کو پائے گا)۔

بلا گردان ہونا : قربان ہونا۔
صدقے ہونا۔
کہلایا : (بلا کی جمع) : آزمائشیں۔
سختیاں۔ غم۔

بین کھنڈی : پایش میں صرف یہ
لکھا ہے کہ یہ ہندوستان کے
ایک جنگل کا نام ہے۔ اس
کے محل وقوع کی صراحت نہیں
کی گئی ہے۔
ہنا گوش : کان کی لو۔

بنان (بنانہ کی جمع) : انگلیوں کے
سرے۔ پوریں۔
بوف : آٹو۔

بوہائے ، بوہایا : مرد جو آشک
کے مرض میں مبتلا ہو۔
بہ : بہتر۔

بھاؤ بتانا : لالچ گانے میں ہاتھ یا
آنکھوں یا دیگر اعضا کے
اشاروں سے گوت کے مضمون
کا نقشہ کھینچنا۔

”بیچ : مثلث کا ضلع۔ بازو۔
بھرن پڑنا (ساون کی) : موہلا دھار
بارش ہونا۔

یا مانگتے سے مراد ہے۔
”اوکھے پڑنا : بے ڈھب ہونا۔
ناموافق ہونا (حالات کا)
اولی ، سالیان کا وہ کنارہ جہاں
سے مینہ کا پانی نیچے گرتا ہے۔
اھوں : بہت آسان۔ سہل۔
آہے کلو : ”کلووا واضربوا سن
رزق اللہ“ سے مراد ہے ، یعنی
اللہ نے جو کچھ رزق دیا ہے
اُسے کھاؤ پیو۔

ب

باچنا = جینا۔
باد دست : تہی دست۔ فضول خرچ۔
باس : جاے سکونت۔ رہائش۔
باسن : برتن۔
بان : مخفف ہے آگن بان کا۔ ایک
قسم کی آتشیں ہوائی جو
برائے زمانے میں دشمن کی
طرف پھینکتے تھے۔

بانی : آواز۔ بولی۔
باؤ چنا : ہوا چلنا۔
بیاد = برباد۔

بجن (وجن) بات۔ گفتگو۔ عہد۔
بدن بھیکا ہونا : بدن گرم ہونا۔
خفیف حرارت ہونا۔

برج : مراد ستھرا سے ہے۔
برنا و پیر : جوان و بوڑھا۔
بقل : سلاخظہ ہو ”کم بقل“۔

بیچ لڑی یا بیچ لڑا : سونے یا چاندی کی زنجیر کا بنا ہوا حار کی قسم کا زیور جو زنجیروں کی تعداد کی رعایت سے دو لڑا، بیچ لڑا اور ست لڑا کہلاتا ہے۔

ہرجانا : بھلانا۔ رام کرنا۔ مالوس کرنا۔

نہن : طیلے کی گت۔

ہکاہ : سحر۔ صبح۔

ہن چھالا، ہن چھلا یا دم چھلا : ہتک کا بھندنا یا دم، پیچھے لکھنے والے کو بھی کہتے ہیں۔ بھندنا : ملاحظہ ہو ”ہن چھالا“۔

بھیر = ہیر۔

ہالہ چائنا (ہندو کا) : ملاحظہ ہو ”ہتک چائنا“

ہیت = محبت۔

ہیک : قاصد۔ پیام بر۔

ہیکھنا : ناپسندیدہ کام، بات یا چیز۔

ت

تادب : ادب اختیار کرنا۔ ادب۔

تازک : سر کی مانگ۔ چوٹی۔

تسمیم : تمام کرنا۔ تکمیل کرنا۔

تجھ کن سے : تجھ سے۔ تیرے ہاتھوں سے۔

تلفہ معجون یا طرفہ معجون :

الوکھا آدمی۔ لقل محل۔

تھڑنگ : بیوقوف۔

تھکت : ہندوؤں کا ایک مذہبی

سوانک—لغت کے یہی معنی

منہوم سے قریب تر ہیں،

لیکن ساز کا کوئی خاص آہنگ

بھی ہو سکتا ہے۔

تھوڈل : ابرک۔

تھوبہ : ایک قسم کا چھوٹا خیمہ

جس میں ہانس یا بلی کا

استعمال نہیں ہوتا۔

تھوق : شطرنج کا پیادہ (شعر کا

مطلب یہ ہے کہ سات خانے

چل کر تو پیادہ جیسا حقیر

سہرہ بھی فرزیں بن جاتا ہے،

مگر ایک میں ہوں کہ سو گھر

بہرنے کے بعد بھی جو تھا

وہی رہا)۔

پ

پانوں = پتوں۔

پائیز : موسم خزاں۔

پتال : پاتال۔ زمین کے سات طبقات

میں سے ایک طبقہ۔

پٹکا : کمر بند۔ کمر بیچ۔ کمر

کے گرد لیٹا جانے والا دوپٹہ

یا رومال۔

پتی : ایک قسم کی شیرینی کی

قلمیں۔ گڑ یا کھالڈ کی قلم

جس پر تل لگا کر ریوڑیاں

بنائے ہیں۔

ٹ

ٹالی : آٹھ آنے کا سکتہ ۔ اٹھتی ۔
 ٹھہور ، ٹھہانو : دونوں ہم معنی لفظ
 ہیں بمعنی ٹھکانا ۔ جبکہ ۔
 جائے قیام ۔

ج

جباہ : پشالیاں ۔ ماتھے ۔
 جعیم : گڑھے میں روشن کی ہوئی
 آگ ۔ تیز آگ ۔ دوزخ ۔
 'جنگ' : چکر ۔ گردشِ فلک ۔
 'جگنی' : گلے میں ہنسی کی ہڈی
 کے جوڑ کے اوپر پہننے کا زیور
 جسے اودھ میں جگنو ، پنجاب
 میں 'دگدگی' اور بعض مقامات
 پر آڑھی اور چوکی بھی کہتے
 ہیں ۔

جلالی : جلیسی ؟

'جل' خر : گدھے کی جھول ۔
 جم : ہندوؤں کے عقیدے میں
 موت کا فرشتہ یا دوزخ کا
 داروغہ ۔

'جم ٹکنا' (جمنا مصدر) : پیدا ہونا
 آگنا ۔

جہاد : وہ شے جس میں حس و حرکت
 اور نشو و نما کی ثروت نہیں ۔
 جیسے پتھر ، مٹی وغیرہ ۔
 جوز : خواہش ۔ آرزو ۔ حسرت کا
 مفہوم ہے ۔

تخت شہانہ : ملاحظہ ہو "شہانہ"
 تداوی : دوا کرنا ۔ مداوا کرنا ۔
 توخیم : لغوی معنی 'دم کاٹنا' ہیں ۔
 مراد کسی لفظ کا آخری حرف
 گرا دینا ، جیسے 'ڈرے' سے
 'ڈر' (یا 'زر')

'تروہات ندیم' : ہم جلسوں کی
 خوش فعلیوں سے مراد ہے ۔
 قس بہ = اس بہ ۔

تضمیم : سونگھنا ۔
 تصمیم : پختہ کرنا ۔
 تظہیر : پاک کرنا ۔
 تعب : تکان ۔ رنج ۔
 تعیم : عام کرنا ۔
 قلت : جلا ہوا ۔ 'ہر سوز' ۔
 تکل : ایک مختلف شکل کی پتنگ ۔
 تکلین : نرم ہونا ۔ ملائم ہونا ۔
 تماکو : تمباکو ۔

تنزیہ : صاف کرنا ۔ عیب سے
 پاک کرنا ۔
 'توامان' (توام کی جمع) : جڑواں ۔
 منسلک ۔

توڑا : برائی وضع کی ہندوق چلانے
 کا فلیٹہ یا شتاہ ۔

تھاوس : سکون ۔ استقلال ۔
 برداشت ۔

تہمتن : قوی الجہد (بجائز) رسم ۔
 تہوع : کسی چیز کو تصدأً اَللّٰہا
 یا آگنا ۔

کام کی اجرت یا تنخواہ میں
تقسیم کیا جائے۔

چلے ، چلھا : ران سے اوپر کا
جوڑ۔ ان۔ ران ۔

چتر : چشمہ ۔

چکیدن : ٹپکنا ۔

چٹاق : ہاتھ میں پکڑنے کا ڈنڈا
جس کا ایک سرا موٹا اور
گرہ دار ہوتا ہے ۔

چوٹی یا چوہائی : ہولی کے ایام میں
شراب پی کر اور شکلیں بنا کر
لوگ ٹولیوں میں گاتے ہوئے
گھومتے ہیں ، اسے چوٹی
کہتے ہیں (ہندی میں چوٹی
ایک صنف شعری بھی ہے
جس میں چار کھد یا مصرعے
ہوتے ہیں ۔ ہولی کے ایام
میں لوگ بھی اشعار گاتے
ہوں گے جس کی رعایت سے
گاتے والی ٹولی بھی 'چوٹی'
یا 'چوہائی' کہلاتی
جائے گی ۔

چونری : مور چھل ۔

چھلا : کیچڑ ۔ دلدلی زمین ۔

چھمٹا : یہ لفظ 'چھلاوہ' کے
معنوں میں استعمال ہوا ہے ،
مراد ہے لختہ ۔ فریبی ، جس
کو ایک جگہ قرا رہ ہو ۔
ہل بھر میں غالب ہو جانے

جھانجھ : بھوک سے جھنجھلانا اور
غصہ و خصلہ ظاہر کرنا ۔

جھانگیری یا جھانگیریاں : ہاتھ
کی کلائی میں پختے کا زہور
ہے ۔ پوری بند ، پٹری ، جوئی
وغیرہ ناموں سے بھی موسوم
کیا جاتا ہے ۔ کہتے ہیں کہ
یہ ملکہ نور جہاں کی ایجاد
ہے ۔

جھلکا : چارپائی کے نیچے ہوئے بان ،
جس میں سے ہائے پشیم نکال
لی جاتی ہیں ۔

جھمٹکا : اجنباع ۔ جھکھٹ ۔

جھمکی : جھلک ۔ جلوہ ۔

جھول : اجہل ۔ سخت احس ۔

جیب جالا = جی جالا ۔

جیسر طاقت (طاقت) کی : لغوی
معنی 'بھول' کے کہلے کا
گریبان' ہیں ۔ بھول کہلے
سے مراد ہے ۔

ج

چاہ لشب کا ماہ : حکیم ابن مقفع
کا تیار کیا ہوا چاند جو رات
کے وقت ایک کنڈلی سے
لٹکتا تھا اور اس کی روشنی
چار فرسنگ تک پھیلتی تھی ۔
چٹھٹا : فہرست تنخواہ ۔ وہ روپیہ
جو روزمرہ یا ماہ بہ ماہ کسی

جس سے بادشاہ وراثت (یا اسرا)
کو خطاب کیا جاتا تھا -
خذلان : ذلیل کرنا - ذلت ہونا -
خرچی جانا : کسب کمائے جانا -
خوسک (خوس کی تصفیر) : چھوٹا
رجھہ -
خوطوم : ہالہبی کی سونٹ - ناک یا
ناک کا اگلا سرا -

خرف : بدحواس -
خزالد یا خوسدان : بھرمار ہندوق کے
کندے میں پٹانے اور رنجک
رکھنے کی ڈبہ : اسے کوٹھی
یا میگزین بھی کہتے ہیں -
خشک : میانی - رومالی -
خنجری : ایک ساز کا نام -
خنیاگر : (غیا : راگ - نغمہ -
سرود) مطرب - سازندہ یا
مرائی - زمرہ کی رعایت سے
'خنیاگری' استعمال کیا گیا
ہے کیوں کہ اس ستارے کو
'خنیاگر فلک' کہا جاتا ہے -
خوکک (خوک کی تصفیر) :
چھوٹا خنزیر -

۵

داب : طریقہ - ڈھنگ -
دادار بے ہال : منصف بے بدل -
مراد خدا سے ہے -
دارائی کی 'دلہاں' : ریشمی کپڑے
کی تھلی (دارائی : ایک قسم

والا 'فرہنگ' جلد اول بھی
ملاحظہ ہو) -
چھند : سام وید کے اشعار جو
کا کر پڑھے جاتے ہیں - یہاں
جادو کے بولوں سے مراد ہے -
چیتا : عقل - تمیز - حافظہ -
چیرا : ایک قسم کی منقش پکڑی -

ح

حبذا (مدح کا کلمہ) : خوب ہے -
چتر ہے -
حدیقہ : چار دیواری کا باغ (جماڑا)
دیا -

حزم : دور اندیشی - عالیت بینی -
حککہ : خارش - کھجائے کی
خواہش (جس معنوں میں
استعمال ہوا ہے) -
حضار (حاضر کی جمع) : حاضرین -
حضیض : ہستی - اشیب - گڑھا -
حطرہ : گڑھا - اشیب -
حمیر (حمار کی جمع) : کندھے -

خ

خار یا کانٹا : ہندوق کی نال کے
اندر بنی ہوئی ہل دار لکیری
جنہیں الکریزی میں
Groove کہتے ہیں -
خاطر جمع ہونا : اطمینان ہونا -
تسل ہونا -
خدائیکان یا خدائیکانہ : حرف تعظیم،

اور مراد ایسے پتنگ سے ہے
جس کے دونوں بازو سفید اور
باقی حصہ زرد ہو۔

دوشنبہ : شب گزشتہ۔
دولاب : کنڈیوں کی چرخ۔
دون : آگ۔ شعلہ۔ وہ آگ جو
جنگل کی پتاوڑ میں اس غرض
سے لگائے ہیں کہ درختوں
میں قوت نمو پیدا ہو۔
'دھندکی' یا 'دگدگی' : ملاحظہ ہو
'جگنی'۔

دیدہ بان (دید بان) : کھانسی یا
تکلی۔ ہندوق کی فال کے
پھلے سرے کے قریب اوپر
کے رخ زاویے کی شکل کا لکا
ہوا بُرّزہ جس میں سے نظر
سکھی پر جا کر نشانہ لگاتے
ہیں۔

'دہور' : عربی میں دیتور (پائے مشدد)
کے معنی 'کوئی بھی' ہیں۔
لیکن سیاق و سباق کی روشنی
میں اس لفظ سے خزان کا
مفہوم مترتب ہوتا ہے۔

دیہی : بدن۔ جسم۔
دیہم : لاج۔

ڈ

ڈانک : سنہرا یا روپلا ورق جو
نگینے کے نیچے چمک بڑھانے
کے لیے رکھ دیئے ہیں۔

کا ریشمی کپڑا جسے اردو میں
دریائی کہتے ہیں : 'دلیمیاں' :
تھیلا یا تھیلی)۔

دالہ اوزن : چٹا، جو چھوٹی
چڑیوں کو کھلایا جاتا ہے۔
دالہ کبھی (پایس میں 'دالہ' بغیر
اضافت کے ہے) : ایک قسم
کا کارچوبی کا کام کیا ہوا
کاوند جو سردی سے بچنے
کے لیے عبا کے اوپر ڈالا
جاتا تھا۔

دخمہ کوو : تاریک قلابت۔ مراد
اندھیری کوٹھری سے ہے۔
ہو بہشت : ایک قسم کی مٹھائی کا
نام۔

'دوج' : جواہرات رکھنے کا صندوقچہ۔
'دردی' : 'درد'۔ شراب کی تلچھٹ۔
دست دینا (دست دادن) : میسر ہونا۔
ہاتھ لگنا۔

دسمال : دست مال۔ رومال۔
دغل : حیلہ۔ مکر۔ فریب۔
دلالت محتالہ : چالاک و عیار رہبر
عورت۔ کتنی۔

دلو : ڈول۔
دنبال : پیچھے۔

دو اسبہ : بہت تیز یا جلدی۔
دو باز : دو رنگ کیوتر یا مرغ
کو کہتے ہیں۔ قائم نے
پتنگ کے لیے استعمال کیا ہے

اولے اور ہرف بن جائے ہیں -
زَوَاقِ : ناؤ - چھوٹی کشتی -

ژ

ژاؤخانی : بیہودہ گوئی - بکواس -
ژفت : درخت - تھراؤد -

س

ساعد : کلانی -
سُترگ (ہر وزن بزرگ) : بڑا -
عظیم -
ستہا ، ستہیا (جمع ستویوں) :
آنکھوں کا دیسی معالج -
کمال -

سحق : پستا - وگڑنا -
سر پچنا : گریز یا سفر کا مفہوم ہے -
سرگبی : گوبر - لید -
سروا : تقاضا - اصرار - فرمائش کے
معنوں میں آیا ہے -

سدروہ : پیری کا درخت - مراد
سدرة المنتہی سے ہے ، جو
ساتویں آسمان پر ہے -

سفید : نیچ - کمینہ : سفاہت :
کمینہ پن - فرومالگی -
سکال یا سکال : اندیشہ - فکر -
گفتگو -

سلخ : چاند رات -
سلک 'در' : سولیوں کی لڑی -
سور : قصہ ، کہانی یا افسانے
کو کہتے ہیں - قائم نے

ڈاہ : حسد - رشک - جلن -

ر

رائگ : پردوں کا ست جو رنگے
کے کام آتا ہے - رنگ -
راحیق : خالص اور صاف شراب -
رخت شہانہ : ملاحظہ ہو "شہانہ"
رمن = رسی -

رنجک : باریک بارود جو بتدق کے
پالنے میں دکھی جاتی ہے - اس
کو شتابہ لگانے سے نال کی
بارود میں آگ پہنچ جاتی ہے -
رنجک چائنا یا پیالہ چائنا : شتابہ
کا رنجک کو جلا دینا مگر نال
کی بارود پر اثر نہ کرنا -
رود : ایک ساز کا نام -
رودہ : آلت -

روئیں تن : گشتاسب ، شاہ ایران
کے بیٹے اسفندیار کا لقب جو
رستم کے ہاتھوں مارا گیا -

ز

زآل : سفید بالوں والی عورت
(بڑھیا) سے مراد ہے -
زبالہ : شعلہ - آگ کی لیٹ -
زدر : (ہجازاً) زرد رنگ -

زقوم : تھوہر کے درخت کا پھل -
زمرے یا زمر : جماعت - ٹولی -
زمرہ : کمرہ ہوا کے وسط میں وہ
سرد طبقہ جہاں بخارات پہنچ کر

امام حسنؑ کا نام ہے ، اسی
لفظ کا ترجمہ ہے ۔

شبتیر : حضرت ہارونؑ کے دوسرے
بیٹے کا نام ۔ لفظ حسین ، جو
حضرت امام حسینؑ کا نام
ہے ، اسی لفظ کا ترجمہ ہے ۔

شہتر : چمکادڑ ۔

شہی : ”جوں“

شگوف : نادر ۔ عجیب ۔ نیک ۔

شنا یا شنہ : تیرنا ؛ نیروے شنا :
تیرنے کی قوت ۔

شہانہ یا شاہالہ : بادشاہوں کے
موافق یا مانند ؛ تخت شہالہ
(عجازاً) وہ تخت جس پر رعیتی
کے بعد دلہن کو بٹھایا جائے ،
دلہن کا ہلتک (؟) رخت شہانہ
(عجازاً) شادی کا ساز و سامان (؟)

ص

صرائف : یاد ۔ خیال ۔

صفرۂ لون (صفرہ : زرد ؛ لون :
رنگ) : زرد روئی ۔ مراد ہے
وزدی سے جو علالت یا کمزوری
اور مناسب غذا لہ ملنے سے
چہرے پر چھا جاتی ہے ۔

”صلب : نطنہ ۔

صمصام : تیز تلوار ۔

ط

طابق النعل : قدم بہ قدم ۔
پچھلے پچھلے ۔

شہرۂ آفاق اور یادگار کے

معنوں میں استعمال کیا ہے ۔

سندان : اہرن ۔ لوہے کا وہ ٹکڑا
جس پر رکھ کر لوہار
تھوڑے کی چوٹ مارتے ہیں ۔

سودار : سردار ۔

سوق : روانی (قلم یا زبان کی) ۔

سوک : یہ لفظ لغات میں نہیں ملا ،
البتہ شوک ، بمعنی کالٹا ،
خار ہے ۔

”سوها : تیز سرخ رنگ ۔

”سہا : ایک چھوٹے ستارے کا نام
جو بنات النعش میں ہے ۔

سہلی : نرمی ۔ صلح جوئی (فرہنگ
جلد اول میں ہے ”سہلی“ کو
”سہلی“ پڑھا جائے) ۔

سہورنا : جھاڑو سے صاف کرنے کا
مفہوم ہے ۔

ستیما : خاص طور پر ۔ خصوصاً ۔

ش

شاخ سار : جھاڑ چھنکار ۔ غیر ضروری
شاخیں ۔

شادی میر : شادی مرگ ۔

شان زبور : بھڑوں کا چھتا ۔

شاعق : بلند ۔

شہان : چرواہا ۔ گذریا ۔

شبتیر : حضرت ہارونؑ کے بیٹے کا
نام ۔ لفظ حسن ، جو حضرت

علاقہ (بندی) : کار چوبی کام -
 سنہرا روپلا کام -
 عیسوی : ایک چھوٹا سا سرخ رنگ
 کا ستارہ جو کہکشاں کے
 داعیے کنارے پر نظر آتا ہے ؛
 ثریا کے بعد نکلتا ہے اور
 اس سے آگے بڑھ جاتا ہے -

غ

غریب : چھانی -
 غرقہ : درجہ - کھڑکی -
 غلبو : چیل -
 غلام : ابر - بادل -

غورگی میں سوز ہوا : ”در غورگی
 سوز شدن“ کا ترجمہ ہے
 جس کے معنی ہیں ”انگور
 پختہ نہ ہوا تھا کہ اس کی
 منقنی بن گئی“ - مراد وقت
 سے چلے بوڑھا ہو جانا ہے -

ف

فاصلع النعل : ”اپنی چوتیاں اتار
 دے“ - ملاحظہ ہو صفحہ
 ۳۱۷ -

فازہ : جانی -

فتوت : مروت - سطاوت -

فراخور : شائستہ - سزاوار - مناسب -

فروہی : ہٹا - کمیشن -

فشار دینا : ٹھوڑنا - بھیجنے -

فندق : انکلی کے پورے -

طاق : زائل - مفرد -

طاقہ یا طاقت : ملاحظہ ہو ”جیب
 طاقت کل“ -

طلائے دست افشار : خسرو پرویز
 کے غزانے کا وہ سونا جو
 سوم کی طرح نرم تھا -

طوبی : بہشت کے ایک درخت کا
 نام جو طرح طرح کے میوے
 دیتا ہے -

طوطا یا توتا : توڑے دار ہندوق
 کا کھوڑا -

ظ

ظلام : تاریکیاں -

ظلم : ظلم کرنے والا (یہاں خود
 اپنے اوپر ظلم کرنے والا مراد
 ہے) -

ع

عبیر : ایک خشک خوشبو کا نام

جو زعفران ، صندل اور گلاب

کی ملاوٹ سے تیار کر کے

کپڑوں پر چھڑکتے ہیں -

عدویت : شیرینی و خوش ذائقہ پن -

عصفور : کنجشک - چڑیا -

عصیر : انگوری شراب -

عضل (عضلہ کی جمع) : رگ پٹھے -

عظام (عظم کی جمع) : ہڈیاں ؛

(عظیم کی جمع) بزرگ لوگ -

عقاب : عذاب -

کل حزب بما لدیہم فرعون : جو کچھ
کسی جماعت کے قبضہ قدرت
میں ہے ، وہ اسی سے خوش
ہے ۔

کم بفل : مایہ دار کی ضد ۔ کم
مایہ ۔ غریب ۔
کنپول یا کرن پھول : مجھکا ۔
ہندے کی قسم کا کان میں چننے
کا ایک زبور ۔

کنج الزوا : گوشہ عزلت ۔

کنڈنا = گڈنا یا گڈھنا (؟)

کنکوا یا کنکوتا : بھندے دار
پتنگ ۔

کُنبہ : حقیقت ۔ ماہیت ۔ اتھا ۔

کولھی : بندوق کا پیالا ۔ نال میں
گولی بارود بھرنے کی جگہ ۔

کوچلا : تالاب کا مفہوم ہے چاں
پر ۔

کوچ : آنکھ کا کوپا (؟)

کھجلا (جمع کھجلی) : ایک قسم
کا خستہ پکوان جس میں کئی
پرے ہوتے ہیں ۔

کھچم کھاچا : جیسے تیسے ۔
کھنچ تان کر ۔

کے : شہنشاہ ۔ وہ بادشاہ جو اپنے
تمام ہم عصروں میں فائق ہو ۔
کیقادی (کیباد سے مشتق) :
بادشاہی ۔

ق

قشقہ : تنک ۔ صندل وغیرہ کا
ٹیکا جو اہل ہنود پیشانی پر
لگاتے ہیں ۔

قطمیر : ملاحظہ ہو ”تقیر و
قطمیر“ ۔

قنداق : بندوق کا کندہ ۔ یہی لفظ
پکڑ کر کندہ کہلانے لگا ۔

ک

کاڑھنا : باہر کرنا ۔ نکالنا ۔

کاواک : بے لول ۔ بے ہنک ۔

کاھش : گوشہ ۔ کم ہونا ۔

کشتی یا کشتا : موٹی تازی ۔ لربہ ۔

کچک : ہاتھی کے چلانے کا
آنکس ۔

کُچ : پستان ۔

کنر : گنگ ۔ پھرے ۔

کترات : (کرہ کی جمع) بار بار ۔
مکرر ۔

کرانہ : کنارہ ۔

کزدم : بھہو ۔

کسوف : کہن (چاند یا سورج کا) ۔

کٹش کن : جوئے آٹارنے کی جگہ ۔

کفل : پشت ۔ کولھی ۔

کل پڑنا یا آنا : چین پڑنا ۔ ترار آنا ؛

کل پکڑنا : مزاج کا ناساز
ہونا ۔

کلاب : کتے ۔

گ

گت : چھانپوں کی ہیئت مجبوعی -
عورت کا جسم -

گاور زمیں : وہ روایتی کانے جس کے
سینک پر دنیا قائم ہے -

گت : حالت - سرگرم جس سے ناچ
اور راگ کا اندازہ ہوتا ہے
(غالباً کسی خاص رقص سے
مراد ہے) -

گرباس : عربی میں 'کریاس' رونی
کے کپڑے کو کہتے ہیں ،
لیکن قائم کے پیش نظر کوئی
ایسی چیز ہے جس کے جلتے
سے تعفن پیدا ہوتا ہے -

گوز : وہ لوہے کی سلاح یا گول
لکڑی جس سے توڑے دار
بندوق کی ڈاٹ لگاتے ہیں -

گسستہ لجام : بے لکام - کھلے بندوں -
کٹخن : بوٹی - تنور -

گل دوزی : بھول دار کپڑا -
گلریز : بھول جھڑی -

گنگوٹ : شیریں یا خسرو کے گھوڑے
کا نام - (مجازاً) عمدہ گھوڑا -

گوزن و گور : بارہ سنکھا اور
گور خر -

گوش کرنا (گوش کردن ، مصدر) :
سننا - کان دھرنا -

گوچ ، گوچ یا کھوچ ؟ گوچ :
چرمنی ، گھمچی یا سرخ رقی کو

کہتے ہیں -

گوچ : تھ ، بالی یا بالے اور
بندے وغیرہ کی بڑی ہوئی

نوک ؛ حلقہ گوش یا ناک
کے سرے کو کہتے ہیں

(فرہنگ آصفیہ) ؛ اور کھوچ
("کھونچنا" مصدر) یا کھوچ

کرنا بمعنی آریار ہونا ،
چیرنا ہے (پلش) - گوچ

یا کھوچ ، دونوں ہی فقط
قرین قیاس ہیں - اگر "کھوچ"

صحیح ہے تو پھر اس مصرع
میں "گولیں لہیں" کی بجائے

"گرتے تھی" پڑھا جائے گا -
گہوار : تیز و تند ریلا (آدمی کا) -

ل

لہکا : جسکا - مزہ - بری عادت -
لٹا : کپڑا -

لچھن جھڑنا (لچھن معنی داغ) :
چہرے کی رونق جاتی رہنا -

ادبار آنا -

لکھ : لکڑا -

لیام (لیم کی جمع) : کنجوس -
لیکھ : جھوٹی جوں - دھک -

م

ماسے حیم : مراد ہے زمین کا وہ
طبقہ جہاں گرم پانی پایا

جاتا ہے -

مابحتاج : ضروریات زندگی -

مہتی : ماہنا یا ماہنامہ - میاںش -

مٹک : کسوٹی -

محمودی : ایک قسم کی باریک ململ

(محمودی اگر کسی توڑے دار

بندوق کا نام نہیں ہے تو

”محمودی کے“ کی بجائے

”محمودی ہے“ پڑھا جائے گا) -

مجموع : الکٹھی - غوددان -

مختوم : مہر لگا ہوا - بند -

خم : خیمہ لگانے کی جگہ -

مردمک : آنکھ کی پتلی -

مردنگ : ایک قسم کی ڈھولکی جو

طبلے کی طرح بجاتی جاتی ہے -

مزابل : کوڑی - کھاد کا ڈمیر -

مزد : مزدوری - اجرت -

مستتر : پوشیدہ - پنہاں -

مستحیل : تبدیل -

مسقط : کرنے کی جگہ -

مسوچنا (دل کا) : مسوینا -

مچھتاٹا - دل ہی دل میں غم

کھانا -

مسیر : سیر کرنا - جانا - چلنا -

مشبک : چھلتی یا جالی (جس میں

سوراخ ہی سوراخ ہوں) -

مشک حداد : لوہار کی مشک ،

جس سے بھٹی میں آگ

بھڑکاتے ہیں -

مصاف : جنگ - میدان جنگ -

مطاوع : فرمان بردار - اطاعت کرنے

والا -

مطبوع : پسندیدہ - خوش آئند -

مطیر : برسنے والا -

مظلم : تاریک -

معاد و معاش (معاد : مجازاً ،

آخرت : معاش : مجازاً ، دنیا

و آخرت -

معہود : عہد کیا گیا - مقرر -

ملغور : خود - اوٹے کی ٹوپی -

مقدم : تشریف آوری - آمد

مقرون تسلیم : ہم سے قریب -

سجھ میں آنے والی -

مقنع : چہرے کی نقاب -

مکڑانا : اتارنا - غرور کرنا - اکڑ

کر چلنا -

منتبت : ابھرے ہوئے نقش - منقش -

منبسط : بھٹنے والا -

منقح : صاف - ظاہر -

منقل : مجمر - الکٹھی -

موالی : مصاحب - یار دوست -

موجب : طریقہ - ڈھنگ -

موسم دے : سردی کا موسم -

دسمبر کا مہینا -

مویز : ملاحظہ ہو ”غورگی میں

مویز“ -

میت : دوست - محبوب -

میخ : کالی گھٹا - کپھر -

ن

لورلن یا نولگا : بازو کا جڑاؤ زبور
جو اک لکھے کے مقابلے میں
نو لکوں کا ہوتا ہے ۔

نہنے : ناخن ۔

نہو = نہ : ناخن ۔

نہوڑا یا نہوڑا : جمع نہوروں) :
منت سباحت ۔ خوشامد در آمد ۔

نہیب برد : سردی کا خوف ۔ سردی
کی تجارت گری ۔

نیاؤ : (نیاے) : انصاف ۔ عدل ،
لبروے شننا : ملاحظہ ہو ”شنا“ ۔
نیوہ = نیو : بنیاد ۔

و

واچھڑے : (جمدہ استغماہ) خوب ۔
واہ ۔

واصلی : ملاحظہ ہو ”بکسلی
واصلی“ ۔

وام (کرنا ، دینا ، لینا) : قرض ۔
ادھار ۔

وحدل : کیچڑ ۔ دلدل ۔

وداد : دوستی ۔ محبت ۔ اخلاص ۔

وود : گلاب کا بھول ۔

وصلہ : کاغذ یا کیڑے کا ٹکڑا ۔
یہاں مراد جلے کنارے ہے ۔

ہ

ہانہوں کے مور اڑنا : ہانہوں کے
طوطے اڑنا ۔

ناشی : ظاہر ۔ عیاں ۔ آشکار ۔

ناک چوٹی گرفتار : (کتابتہ)
دماغ دار ۔ مغرور ۔ ناؤک
مزاج ۔

نان لطبری : بغیر خمیر کیے ہوئے
آٹے کی روٹی ۔

نبلک : عربی میں ’نبل‘ معنی ’نیر
چلانا‘ ہے ۔ مفہوم کی رعایت
سے ’نبلک‘ ہندوق کے کندے
کے اکٹھے حصے کو کہتے
ہوں گے ۔

لبید یا لبید : بوزہ ۔ جو کی شراب ۔
خرما اور جو کا شربت ۔

لردیان : زینہ ۔ سیڑھی ۔
نسخہ کرنا (نسخہ کردن ، مصدر) :
نقل کرنا ۔

لص : حکم قطعی ۔ وہ آیت قرآنی
جس کے معنی و مطلب قطعی
واضح ہوں اور ان میں کسی
تاویل کی گنجائش نہ ہو ۔

نصبت اساس : عادل ۔ انصاف پسند
نعل واڑوں یا واڑگوں : کسی
بات کا لوگوں سے پوشیدہ
رکھنا ۔ گمراہ کرنا ۔ بھٹکانا ۔

نقیر و قطیر : کم و بیش ۔ تھوڑا
بہت ۔

نمک سود : نمکین ۔ نمک لگا ہوا ۔
نمن و مانند ۔

”ہشت و ہشت“ لائنوں اور
گھولسوں سے لڑنے کے معنی
میں ہے ، لیکن قائم کے ہاں
دوسرے قوافی کی رعایت سے
یہ قافیہ بھی بالکسر ہوتا
چاہیے ، بالضم نہیں ۔ سراد
بہر حال اونچ نیچ ، جھڑپ
وغیرہ سے ہے ۔

ہلاش : خواہش - خوشی -
ہیزم : ایندھن - سوختنی لکڑی -

ی

”یمن : برکت -
یوم عسیر : حشر کا دن - روز قیامت۔

ہالی = اہالی : کام والے لوگ -
نوکر چاکر -

ہا ہا ، جگی جگی : وہ کلمات جو
مغلوب اور عاجز آدمی کے
منہ سے اضطراب کی حالت
میں نکلتے ہیں -

ہذر : خون معاف کرنا -
ہرج : شورش - عذاب - ہلا -
ہزبر : شیر -

ہزل : مسخڑگی - بے ہودگی
(سخرے کے معنوں میں
استعمال ہوا ہے) -

ہشت و ہشت : ”برہان فاسلح“ میں

کتابیات

شعرا کے تذکرے :

- ۱۔ 'آب بقا' از خواجہ عبدالرؤف عشرت ، لکھنؤ ۱۹۲۸ ع
- ۲۔ 'آب حیات' از مولوی محمد حسین آزاد (بارہفت دہم) لاہور ۱۹۵۷ ع
- ۳۔ 'آثار الشعراء' از ممتاز علی ، بھوپال ۱۳۰۳ھ
- ۴۔ 'آردو شاعری کا انتخاب' از ڈاکٹر محی الدین قادری زور ، نئی دہلی ۱۹۶۰ ع
- ۵۔ 'اعجاز سخن' (حصہ اول) از شیر علی خان سرخوش ، لاہور (سال اشاعت ندارد)
- ۶۔ 'ال انتخاب شعرائے آردو' از امام بخش صہبائی ، دہلی ۱۸۵۳ ع ؟
- ۷۔ 'ال انتخاب یادگار' (دو حصے) از امیر مہنائی ، رام پور ۱۲۹۷ھ
- ۸۔ 'بیاض سخن' از عبدالشکور شیدا ، حیدر آباد (دکن) (سال اشاعت ندارد)
- ۹۔ 'بزم سخن' از سید علی حسن خان ، آگرہ ۱۲۹۸ھ
- ۱۰۔ 'تذکرۃ بے نظیر' از سید عبدالوہاب افتخار ، مرتبہ سید منظور علی ، الہ آباد ۱۹۳۰ ع
- ۱۱۔ 'تحفۃ الشعراء' از افضل بیگ قاضی ، مرتبہ ڈاکٹر حفیظ قتیل ، حیدر آباد ۱۹۶۱ ع
- ۱۲۔ 'جلوۃ خضر' از صفیر ہلگرامی (جلد اول) آردہ ۱۸۸۳ ع

- ۱۳- 'جواہر سخن' (چار جلدیں) از مولوی محمد مبین کیفی چریا کوٹی ،
الہ آباد ۱۹۳۳ ع تا ۱۹۳۹ ع
- ۱۴- 'چمنستان شعرا' از اچھی نرائن شفیق اورنگ آبادی ،
مرتبہ مولوی عبدالحق ، اورنگ آباد ۱۹۲۸ ع
- ۱۵- 'غزائے عامرہ' از میر غلام علی آزاد ہلکراسی (طبع دوم)
کالیور ۱۹۰۰ ع
- ۱۶- 'غمنخانہ جاوید' (پانچ جلدیں) از لالہ سری رام ، لاہور۔ دہلی
۱۹۰۸ ع تا ۱۹۳۰ ع
- ۱۷- 'غندہ گل' از عبدالباری آسی ، لکھنؤ ۱۹۲۸ ع
- ۱۸- 'غوش معرکہ زیبا' از سعادت خان ناصر ، مخطوطہ کتب خانہ
انجمن ترقی اردو پاکستان ، کراچی
- ۱۹- 'دستور الفصاحت' از احمد علی خان یکتا لکھنوی ، مرتبہ
مولانا امتیاز علی عرشی ، رام پور ۱۹۳۳ ع
- ۲۰- 'دو نایاب بیاضیں اور ان کا انتخاب' از عبدالباری آسی ،
الہ آباد ۱۹۳۲ ع
- ۲۱- 'دیوان جہاں' از بینی نرائن جہاں ، مخطوطہ برٹش میوزیم ،
لندن۔ نیز مطبوعہ ہشتہ
- ۲۲- 'روز روشن' از مولوی محمد مظفر حسین عبا ، بھوپال ۱۲۹۷ھ
- ۲۳- 'ریاض الفصحا' از غلام حمدانی مصحفی ، مرتبہ مولوی
عبدالحق ، اورنگ آباد ۱۹۳۳ ع
- ۲۴- 'رضنہ گویاں' از سید فتح علی گردیزی ، مرتبہ مولوی عبدالحق ،
اورنگ آباد ۱۹۳۳ ع
- ۲۵- 'سخن شعرا' از عبدالغفور خان نساخ ، لکھنؤ ۱۸۷۳ ع

- ۲۶- 'سرائا سخن' از میر محسن علی محسن ، لکھنؤ ۱۲۷۷ھ
- ۲۷- 'سرو آزاد' از میر غلام علی آزاد ہلگرامی ، حیدر آباد ۱۹۱۳ع
- ۲۸- 'سفینۂ ہندی' از بیگوان داس ہندی ، مرتبہ سید عطاء الرحمن کاکوی ، پٹنہ ۱۹۵۸ع
- ۲۹- 'شعر الہند' (دو جلدیں) از مولوی عبدالسلام ندوی (طبع چہارم) اعظم گڑھ ۱۹۴۹ع تا ۱۹۵۳ع
- ۳۰- 'تذکرۃ الشعراء' از ابن امین طوفان ، مرتبہ قاضی عبدالودود ، پٹنہ ۱۹۵۳ع
- ۳۱- 'شعراء اردو' از اصغر حسین نظیر لدھیانوی ، لاہور ۱۹۵۳ع
- ۳۲- 'شعراء اردو' از خیراتی لعل بے جگر ، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری ، لندن
- ۳۳- 'شعراء اردو' از میر حسن دہلوی ، مرتبہ لواب حبیب الرحمن خان شروانی (طبع ثانی) دہلی ۱۹۴۰ع- نیز طبع اول
- ۳۴- 'شعراء متغزلین' از شیخ محمد اسماعیل ہانی پتی ، لاہور ۱۹۵۶ع
- ۳۵- 'شمع النجم' از لواب صدیق حسن خان ، بھوپال ۱۲۹۳ھ
- ۳۶- 'شمع سخن' (دو جلدیں) از مولوی عبدالعفی صفا بدایونی ، مراد آباد ۱۲۸۹ھ
- ۳۷- 'تذکرۃ شورش' از سید غلام حسین شورش ، مخطوطہ بوڈلین لائبریری ، آکسفورڈ- نیز مطبوعہ پٹنہ
- ۳۸- 'طبقات سخن' از غلام محی الدین عشق و مبتلا میرٹھی ، مخطوطہ برلن ، حال مخزنہ ٹوبکن یونیورسٹی لائبریری (مغربی جرمنی)

- ۳۹- 'طبقات الشعراء' از قدرت الله شوق رام پوری ، مخطوطہ اسٹیٹ سینٹرل لائبریری حیدر آباد ، مرتبہ نثار احمد فاروقی (زیرطبع)
- ۴۰- 'طبقات الشعراء سے ہند' از کریم الدین و فیلیں ، دہلی ۱۸۳۸ ع
- ۴۱- 'طور کلیم' از سید نور الحسن خان ، آگرہ ۱۲۹۸ھ
- ۴۲- 'عروس الاذکار' از نصیر الدین نقی ، مخطوطہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو پاکستان ، کراچی
- ۴۳- 'تذکرۂ عشقی' از شیخ وجیہ الدین عشقی ، مخطوطہ بوڈلین لائبریری ، آکسفورڈ۔ نیز مطبوعہ پٹنہ
- ۴۴- 'عطر سخن' از سید یوسف حسین ، چھپرا (ضلع سارن ، بہار) ۱۹۳۰ ع
- ۴۵- 'عقد ثریا' از غلام ہمدانی مصحفی ، مرتبہ مولوی عبدالحق ، دہلی ۱۹۳۴ ع
- ۴۶- 'عدۃ متغیہ' از نواب اعظم الدولہ میر محمد خان سرور ، مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی ، دہلی ۱۹۶۱ ع۔ نیز مخطوطہ انجمن
- ۴۷- 'عیار الشعراء' از خوب چند ذکا ، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری ، لندن
- ۴۸- 'کاملان رام پور' از حافظ احمد علی خان شوق رام پوری ، دہلی ۱۹۲۹ ع
- ۴۹- 'کلمات الشعراء' از محمد افضل سرخوش ، مرتبہ صادق علی دلاوری ، لاہور ۱۹۴۲ ع
- ۵۰- 'گلدستہ سخن' از سید امجد حسین ، لکھنؤ ۱۸۷۵ ع
- ۵۱- 'گلدستہ نازنینان' از مولوی کریم الدین ، دہلی ۱۸۳۵ ع

- ۵۲- 'گل رعنا' از حکیم سید عبدالحنی ، (طبع چہارم) اعظم گڑھ
۱۳۷۰ھ
- ۵۳- 'گل رعنا' از لچھی نرائن شفیق اورنگ آبادی ، مخطوطہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری ، لاہور
- ۵۴- 'گزار ابراہیم' از نواب علی ابراہیم خان خلیل ، مخطوطہ
برٹش میوزیم ، لندن
- ۵۵- 'گلستان بے خزاں' از قطب الدین باطن اکبر آبادی ، لکھنؤ
۱۸۷۵ع۔ نیز مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری
- ۵۶- 'گلستہ سخن' از شہزادہ قادر بخش صابر و امام بخش صہبائی ،
دہلی ۱۳۷۱ھ
- ۵۷- 'گلشن بے غار' از نواب مصطفیٰ خان شیفتہ ، لکھنؤ
۱۸۷۳ع ایڈیشن
- ۵۸- 'گلشن گنتار' از خواجہ خان حمید اورنگ آبادی ، مرتبہ
مولوی سید محمد ، حیدر آباد ۳۳۹ ، فصلی
- ۵۹- 'گلشن ہمیشہ بہار' از نصرت اللہ خان قمر خورجوی ، علی گڑھ
۱۸۵۳ع
- ۶۰- 'گلشن ہند' از حیدر بخش حیدری ، مرتبہ اقتدا حسن (زیر طبع)
- ۶۱- 'گلشن ہند' از مرزا علی لطف ، مرتبہ شبلی نعمانی ؛ مقدمہ
مولوی عبدالحق ، حیدر آباد ۱۹۰۶ع۔ نیز مخطوطہ انڈیا آفس
لائبریری
- ۶۲- 'گل عجائب' از اسد علی خان تمنا اورنگ آبادی ، اورنگ آباد
۱۹۳۶ع
- ۶۳- 'مجمع الانتخاب' از شاہ کمال کڑا مانک پوری ، مخطوطہ
رائل ایشیاتک سوسائٹی ، لندن

۶۴- 'مجمع النفائس' از سراج الدین علی خان آرزو ، مخطوطہ پنجاب
یونیورسٹی لائبریری ، لاہور

۶۵- 'مجموعۂ نغز' از میر قدرت اللہ قاسم ، مرتبہ حافظ محمود شیرانی ،
لاہور ۱۹۳۳ ع

۶۶- 'غزن شعرا' از قاضی نورالدین حسین خان فائق ، مرتبہ
مولوی عبدالحق ، اورنگ آباد ۱۹۳۳ ع

۶۷- 'غزن نکات' از قیام الدین قائم چاند پوری ، مرتبہ مولوی
عبدالحق ، اورنگ آباد ۱۹۲۹ ع۔ نیز مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری

۶۸- 'مرآۃ الشعرا' از یحییٰ تنہا ، لاہور ۱۹۵۰ ع ؟

۶۹- 'مردم دیدہ' از عبدالحکیم لاہوری ، مرتبہ ڈاکٹر سید عبداللہ ،
لاہور ۱۹۶۱ ع

۷۰- 'مسرت افزا' از ابوالحسن امیر اللہ الہ آبادی ، مخطوطہ بوڈلین
لائبریری ، آکسفورڈ

۷۱- 'تذکرۂ نادر' از مرزا کاب حسین خان نادر ، مرتبہ سید
مسعود حسن رضوی ادیب ، لکھنؤ ۱۹۵۷ ع

۷۲- 'نتائج الافکار' از قدرت اللہ گوہاموی ، مدراس ۱۸۸۳ ع

۷۳- 'نسخۂ دل کشا' از جنم جیاستر ارمان (حصہ اول) کلکتہ
۱۸۷۰ ع

۷۴- 'نکات الشعرا' از میر تقی میر (طبع ثانی) مرتبہ مولوی
عبدالحق ، اورنگ آباد ۱۹۳۵ ع۔ نیز طبع اول

۷۵- 'تذکرۂ ہندی' از غلام ہمدانی مصحفی ، مرتبہ مولوی
عبدالحق ، اورنگ آباد ۱۹۳۳ ع۔ نیز مخطوطہ برٹش میوزیم

۷۶- 'یادگار شعرا' (ترجمۂ اسپرینگر) از طفیل احمد ، الہ آباد
۱۹۳۳ ع

دیگر کتب :

- ۷۷- 'اردو رباعیات' از ڈاکٹر سلام سندیلوی ، لکھنؤ ۱۹۶۳ ع
- ۷۸- 'اردو غزل' از ڈاکٹر یوسف حسین (طبع سوم) علی گڑھ
۱۹۵۷ ع ۹
- ۷۹- 'تذکرہ نویسی فارسی در ہند و پاکستان' از دکتر سید علی
رضا نقوی ، تہران ۱۹۶۳ ع
- ۸۰- 'تنقیدی حاشیے' از محنوں گورکھ پوری ، حیدرآباد ۱۹۴۵ ع
- ۸۱- 'دلی کا دبستان شاعری' از ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ، کراچی
۱۹۴۹ ع
- ۸۲- 'دید و دریافت' از نثار احمد فاروق ، دہلی ۱۹۶۳ ع
- ۸۳- 'سودا' از شیخ چاند ، اورنگ آباد ۱۹۳۶ ع۔ نیز طبع دوم
- ۸۴- 'شعراے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن' از ڈاکٹر
سید عبادتہ ، لاہور ۱۹۵۲ ع
- ۸۵- 'کاشف الحقائق' ، (دو جلدیں) از سید اسد اداس امر (طبع ثانی)
لاہور ۱۹۵۶ ع
- ۸۶- 'لکھنؤ کا دبستان شاعری' از ڈاکٹر ابوالکلیث صدیقی (طبع دوم)
لاہور ۱۹۵۶ ع
- ۸۷- 'مثنویاتِ راسخ' از ڈاکٹر ممتاز احمد ، پٹنہ ۱۹۵۷ ع
- ۸۸- 'میر حسن اور ان کا زمانہ' از ڈاکٹر وحید قریشی ، لاہور
۱۹۵۹ ع
- ۸۹- 'میر کی آپ بیتی' (ترجمہ 'ذکر میر') از نثار احمد فاروق ،
دہلی ۱۹۵۷ ع

۹۰۔ 'ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں' از ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، دہلی ۱۹۶۲ ع

۹۱۔ 'تاریخ ادب اردو' از ڈاکٹر محی الدین قادری زور، حیدرآباد ۱۹۴۰ ع

92. T. Grahame Bailey: A History of Urdu Literature, Calcutta 1932

93. R. B. Saksena: A History of Urdu Literature, Allahabad 1927—also its Urdu translation

94. M. Garcin de Tassy: Histoire de la Litterature, Hinduie et Hindoustanie (II nd ed.) III Vols. Paris 1870.

95. C. A. Storey: Persian Literature—A biographical Survey, Vol. II, London 1953

96. T. W. Beale's Oriental Biographical Dictionary, revised by H. G. Keene, London 1894

۹۷۔ 'قاموس المشاہیر' (دو جلدیں) از نظامی بدایونی، بدایوں ۱۹۲۳ ع-۱۹۲۶ ع

۹۸۔ 'اخبار رنگین' از سعادت یار خان رنگین، مرتبہ ڈاکٹر معین الحق، کراچی ۱۹۶۲ ع

۹۹۔ 'اخبار الصنادید' (دو جلدیں) از حکیم نجم الغنی رام پوری، لکھنؤ ۱۹۱۸ ع

۱۰۰۔ 'تاریخ اسروہ' (دو جلدیں) از محمود احمد عباسی، اسروہ ۱۹۳۰ ع

۱۰۱۔ 'تاریخ اودھ' (دو جلدیں) از سید کمال الدین حیدر معروف بہ سید محمد میر زائر، لکھنؤ ۱۸۹۶ ع

۱۰۲۔ 'تاریخ اودھ' (پانچ جلدیں) از حکیم نجم الغنی، لکھنؤ ۱۹۱۹ ع-نیز طبع اول

- ۱۰۳۔ 'تاریخ فرخ آباد' از ارون ، آردو ترجمہ مطبوعہ فتح گڑھ
۱۸۸۷ع
- ۱۰۴۔ 'حیات حافظ رحمت خان ، از سید الطاف علی بریلوی ،
ہدایوں ۱۹۳۳ع۔ نیز طبع دوم
- ۱۰۵۔ 'سفرنامہ غلص' از رائے افتد رام غلص ، مرتبہ ڈاکٹر
سید اظہر علی ، رام پور ۱۹۳۶ع
- ۱۰۶۔ 'سیر المتأخرین' (دو جلدیں) از غلام حسین خان طباطبائی ،
۱۸۹۶ع نول کشور ایڈیشن۔ نیز انگریزی ترجمہ
- ۱۰۷۔ 'علم و عمل' (دو جلدیں) ترجمہ وقائع عبدالقادر خانی ،
کراچی ۱۹۶۰ع
- ۱۰۸۔ 'عماد السعادت' از غلام علی خان ، ۱۸۹۷ع نول کشور ایڈیشن
- ۱۰۹۔ 'مائثر الاسرا' (تین جلدیں) از نواب صمصام الدولہ شاہ نواز خان ،
کلکتہ ۱۸۸۸ع تا ۱۸۹۱ع
- ۱۱۰۔ 'مجالس رنگین' از سعادت یار خان رنگین ، مرتبہ مسعود حسن
رضوی ادیب ، لکھنؤ ۱۹۳۹ع
- ۱۱۱۔ 'سرزا مظہر جان جاناں کے خطوط' مترجمہ و مرتبہ
خلیق انجم ، دہلی ۱۹۶۲ع
- ۱۱۲۔ 'واقعات دارالحکومت دہلی' (تین جلدیں) از بشیرالدین احمد
دہلوی ، آگرہ ۱۹۱۹ع
- ۱۱۳۔ 'وقائع عالم شاہی' از کنور ہرم کشور فراق ، مرتبہ مولانا
امتیاز علی عرشی ، رام پور ۱۹۳۹ع

114. H. Irvine : Later Mughals (II Vols.) Calcutta 1922

115. S. Nurud-din Hussain : An Account of Najibuddaulah (English Trans.) Aligarh 1952

116. J. N. Sarkar (edited by) : English Records of Maratha History, etc., Vol I, Bombay 1936
117. J. N. Sarkar : Fall of the Mughal Empire 2nd ed., Calcutta 1949—1950
118. A. L. Srivastava : Shuja-ud-Daula (II Vols.) Calcutta 1939
119. Rampur State Gazetteer and District Gazetteers of Moradabad, Bijnaur Bareilly.

۱۲۰۔ 'کلیات جرات'، مخطوطہ مجلس (لاہور)، انجمن (کراچی) و پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور

۱۲۱۔ 'کلیات سودا' (دو جلدیں) آسی ایڈیشن، لکھنؤ ۱۹۳۲—لیز کُسخ خطی مخزنہ برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لائبریری، لندن

۱۲۲۔ 'کلیات مصحفی'، مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور

۱۲۳۔ 'کلیات میر'، نول کشور، کان پور ایڈیشن ۱۸۹۲ع—لیز مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی

۱۲۴۔ 'دیوان میر سوز'—مجلہ 'آردو سے معاشی' جلد چہارم، شمارہ ۶-۷ (۱۹۶۳ع)—میر سوز نمبر، مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروق—لیز مخطوطہ ترقی آردو بورڈ، کراچی

۱۲۵۔ فہرست مخطوطات آردو مخزنہ کتب خانہ نواب سالار جنگ، حیدر آباد، از نصیرالدین ہاشمی، حیدر آباد ۱۹۵۷ع

۱۲۶۔ فہرست مخطوطات آردو مخزنہ اسٹیٹ سینٹرل لائبریری (کتب خانہ آصفیہ) حیدر آباد (دو جلدیں) از نصیرالدین ہاشمی، حیدر آباد ۱۹۶۱ع

127. Catalogue of Hindustani Mss. in British Museum, by J. F. Blumhardt. London 1899.
128. Catalogue of Hindustani Mss. in the Library of the India Office, by J. F. Blumhardt, London 1926.

129. Catalogue of Persian Mss. in the Library of the India Office by H. Ethe. Vol.I, Oxford 1903.

وسائل :

- ۱۔ ادبی دنیا ، لاہور۔ دورۂ پنجم ، شمارہ دوم (۱۹۵۹ ع) : شمارہ نہم (۱۹۶۲ ع)
- ۲۔ اردو نامہ ، کراچی۔ شمارہ چہارم (اپریل تا جون ۱۹۶۱ ع) : ہشتم (اپریل تا جون ۱۹۶۲ ع) : شمارہ ہستم (اپریل تا جون ۱۹۶۵ ع)
- ۳۔ اورینٹل کالج میگزین ، لاہور۔ شمارہ فروری ۱۹۶۵ ع
- ۴۔ معارف ، اعظم گڑھ۔ شمارہ اپریل ، مئی ، جون ۱۹۵۲ ع : اکتوبر ۱۹۶۳ ع
- ۵۔ نقوش ، لاہور۔ شمارہ ۹۱ (دسمبر ۱۹۶۱ ع) : شمارہ ۹۴ (جولائی ۱۹۶۲ ع)
- ۶۔ نگار ، لکھنؤ و کراچی۔ شمارہ اگست ، ستمبر ۱۹۲۸ ع : اگست تا دسمبر ۱۹۵۸ ع : 'تذکروں کا تذکرہ' بمبئی کراچی ۱۹۶۳ ع

صحت نامہ اغلاط (جلد دوم)

| صفحہ | شعر | مصرع | غلط | صحیح |
|------|-----------------------|--------------|--------------------|------|
| ۱۱ | حاشیہ — آخری سطر | موق | طوق | |
| ۱۵ | تیسری رباعی کا کبیر — | ۵۵ | ۵۶ | |
| ۱۵ | ۸ : ۲ | چرا | چراۓ | |
| ۲۲ | حاشیہ — پہلی سطر | ۱۲۷ - ب | ۱۲۷ - الف | |
| ۲۳ | حاشیہ — پہلی سطر | نورا | بہی | |
| ۲۷ | ۱ : ۲ | کو | کوئی | |
| ۲۸ | ۶ : ۲ | ما محتاج | ما محتاج | |
| ۳۵ | ۳ : ۱ | تری یمن | تری ہی یمن — | |
| | | | متعلقہ حاشیہ منسوخ | |
| ۳۷ | ۷ : ۲ | فضا | فضا | |
| ۵۳ | آخری بند، دوسرا مصرع | جہم | جہیم | |
| ۷۳ | ۷ : ۲ | یہ | یہ | |
| ۹۳ | ۱ : ۱ | قدرت | قدر | |
| ۱۱۳ | ۷ : ۱ | گزرا | گزرا ؟ | |
| ۱۱۷ | ۹ : ۱ | کو | چب | |
| ۱۲۱ | ۸ : ۲ | سرکیں | سرکیں | |
| ۱۲۳ | ۲ : ۲ | تسم | تسم | |
| ۱۲۵ | ۱ : ۲ | تسم | تسم | |
| ۱۳۳ | ۵ : ۲ | چو | چو | |
| ۱۳۶ | ۷ : ۱ | چر حال | براحوال | |
| ۱۵۳ | ۳ : ۲ | آس | آس کو | |
| ۱۶۵ | حاشیہ ، آخری سطر | با | باد | |
| ۱۶۹ | ۷ : ۲ | خستک | خستک | |
| ۱۷۲ | ۳ : ۱ | دیکھا نہیں ، | دیکھا ، نہیں | |

| صفحہ | شعر | مصرع | غلط | صحیح |
|------|---|------|--|------------------|
| ۱۷۲ | ۶ | ۱ | استاجی | استاد جی |
| ۱۷۳ | حاشیہ ، چلی سطر | | آئیں تھیں (انڈیا آفس) آئیں تھی (انڈیا آفس) | |
| ۱۷۶ | ۹ | ۲ | (چٹوڑیا) | چٹوڑیا |
| ۱۷۸ | ۵ | ۱ | چھوٹے | چھوٹے |
| ۱۸۵ | ۸ | ۲ | تنورخ ... کہاں | تنور کا پہ ف ... |
| | | | متعلقہ نوٹ منسوخ - | |
| ۱۹۵ | حاشیہ - ذیلی حاشیہ نمبر ۲ منسوخ سمجھا جائے - اس کی بجائے متعلقہ حواشی (صفحہ ۱۴۴) ملاحظہ ہوں - | | | |
| ۱۹۸ | ۷ | ۲ | گام | گام |
| ۱۹۸ | حاشیہ ، آخری سطر - | | یہ نوٹ ص ۱۹۹ ، شعر ۲ : ۲ سے متعلق ہے - | |
| ۲۰۳ | ۳ | ۲ | وضع کو اس کی | وضع کو اس کے |
| ۲۰۳ | ۱۱ | ۲ | قضا پر بند تھے | قفا پر بند تھے |
| ۲۰۶ | حاشیہ ، دوسری سطر | | 'دھواں' | 'دھواں' |
| ۲۰۹ | ۴ | ۲ | میں | پہ |
| ۲۰۹ | حاشیہ ، دوسری سطر | | کاغذ پر | کاغذ |
| ۲۱۹ | ۷ | ۲ | سر سے پاؤں | پاؤں سر سے |
| ۲۳۶ | ۶ | ۱ | طابق الفعل | طابق الفعل |
| ۲۳۹ | ۸ | ۱ | پند | پند |
| ۲۴۵ | حاشیہ ، سطر ۴ | | مقدمہ و حواشی | حواشی |
| ۲۵۱ | ۱۰ | ۲ | نازی | بازی |
| ۲۵۳ | حاشیہ ، تیسری سطر | | من | اس |
| ۲۵۷ | ۶ | ۲ | مست | مستط |
| | | | متعلقہ حاشیہ منسوخ - | |
| ۲۶۳ | ۱ | ۱ | صراحت | صراحت |
| ۲۶۵ | ۷ | ۱ | کھاڑ | گھاڑ |
| ۲۷۶ | ۹ | ۱ | کو' | کوئی |
| ۲۸۳ | ۶ | ۲ | وہ | سو |
| ۲۸۵ | ۲ | ۱ | شمع | جمع |
| ۲۸۵ | حاشیہ ، چلی سطر | | کلام | مکالم |

| صفحہ | شعر | مصرع | غلط | صحیح |
|------|---------------|------|--|----------------|
| ۲۹۰ | ۳ | ۲ | ناگفتی | ناگفتنی |
| ۲۹۳ | ۶ | ۱ | جائیں | جائے |
| ۲۹۳ | ۲ | ۱ | یہ | یہ |
| ۲۹۵ | حاشیہ ، سطر ۲ | | مقدمہ و حواشی | حواشی |
| ۳۰۲ | ۸ | ۱ | انسان | انسان |
| ۳۰۶ | ۷ | ۲ | غم تاک | غم تاک |
| ۳۱۳ | ۳ | ۱ | و مظلوم | و مظلوم |
| ۳۲۸ | ۶ | ۱ | اضطرا | اضطرابی |
| ۳۳۵ | ۲ | ۲ | شیشہ دخل | شیشہ دخل |
| ۳۳۹ | ۱ | ۲ | کھا (کذا) | لکھا |
| ۳۳۹ | ۵ | ۲ | لیا | لکھا |
| ۳۳۹ | ۶ | ۲ | لیا (کذا) | لکھا |
| ۳۳۳ | ۵ | ۲ | کے دل | کا دل |
| ۳۳۳ | ۸ | ۱ | نسبتے میں "مشتور ہو" ہی ہے - حاشیہ منسوخ - | |
| ۳۳۷ | ۲ | ۱ | (آہ ؟) | آگے |
| ۳۵۳ | ۱ | ۱ | کچھ | لک |
| ۳۵۳ | ۳ | ۲ | نہ ملا | نہ ملا |
| ۳۷۸ | سطر ۹ | | بات | ہات |
| ۳۸۰ | | ۸ | موصوف | موصوف کا |
| ۳۸۳ | | ۱۸ | چھوڑنے ... آزاد | چھوڑے ... آزاد |
| ۳۸۶ | | ۱۵ | سیندھور | سیندھور |
| ۳۸۸ | | ۲۰ | موجود | موجودہ |
| ۳۸۸ | | ۳ | یک سال | یک سال |
| ۳۹۱ | | ۲۲ | فرد | فرو |
| ۳۹۲ | ۲۰ | | نہربر | ہزبر |
| ۳۹۳ | | ۸ | اردو سے | اردوان سے |
| ۳۹۳ | | ۱۱ | مدح | مدح کی |
| ۳۹۳ | حاشیہ ، سطر ۶ | | D.W. | C.W. |
| ۳۹۵ | | ۳ | بادشاہ کی | بادشاہ |

| صفحہ | سطر (حواشی) | غلط | صحیح |
|------|-------------|--------------|--|
| ۳۹۷ | ۵ | ۱۷۵۳ اح | ۱۷۵۳ ع |
| ۳۹۷ | ۶ | نظام الملک | نظام الملک |
| ۳۹۸ | ۹ | | ’در مدح وزیر جنگ‘ اور ’در مدح وزیر جنگ‘ |
| ۳۹۸ | ۱۶ | ابنی | جو ابنی |
| ۴۰۱ | ۲۱ | عرشی | عرش منزل |
| ۴۲۳ | ۵ | ھے کہ | ھے - |
| ۴۲۵ | ۳-۲ | قائم — مثنوی | ”قائم — مثنوی“ |
| ۴۲۹ | ۱۸ | منسوب | منسوخ |

’مقدمہ‘ (جلد اول) ہی سے متعلق مندرجہ ذیل تصحیحات یہی کر لی جائیں :

(۱) کلیات قائم، جلد اول (مقدمہ) ص ۶ ، حاشیہ — ”۱۱۶۱ ھ مطابق ۱۷۴۸ ع“ کی بجائے ”۱۱۵۷ ھ مطابق ۱۷۴۳ ع“ پڑھا جائے۔

(۲) ص ۳۴ حاشیہ ، آخری سطر — ”قائم . . . باشندے تھے“ کی بجائے ”قائم کے ایک شاگرد لالہ بہاری مل یہی ان دنوں اسروہ میں سکونت رکھتے تھے“ پڑھا جائے۔

(۳) ص ۳۵ ، گیارھویں سطر — ”۱۱۸۰ ھ یعنی (۱۷۷۰ ع)“ کی بجائے ”۱۱۸۳ ھ (یعنی ۱۷۷۰ ع)“ پڑھا جائے۔

(۴) ص ۳۸ ، سولہویں سطر — ”سہاونپو“ کو ”سہارنپور“ پڑھا جائے۔

(۵) ص ۶۱ ، حاشیہ ، چلی سطر — ”ترجان“ کو ”ترجانی“ پڑھا جائے۔

(۶) ص ۸۰ ، حاشیہ ، چلی سطر میں ”دو“ کو ”تین“ ؛ دوسری سطر میں ”دونوں“ کو ”تینوں“ ؛ اور تیسری سطر میں ”غزل ۲۶۲ اور غزل ۳۳۳“ کی بجائے ”غزل ۳۳۸ ، ۳۳۳ اور ۳۷۷“ پڑھا جائے۔

KULLIYĀT-e QĀ'IM CHĀNDPURĪ

VOLUME TWO

Edited, Annotated and Introduced

by

IQTIDA HASAN

Professor, Istituto Universitario

Orientale, Naples (Italy);

Fellow, Royal Asiatic

Society, London

Published by :

THE

BOARD FOR ADVANCEMENT OF LITERATURE

2, Club Road, Lahore

1965